رحمۃ للعٰلمین

غُصّے میں کیوں

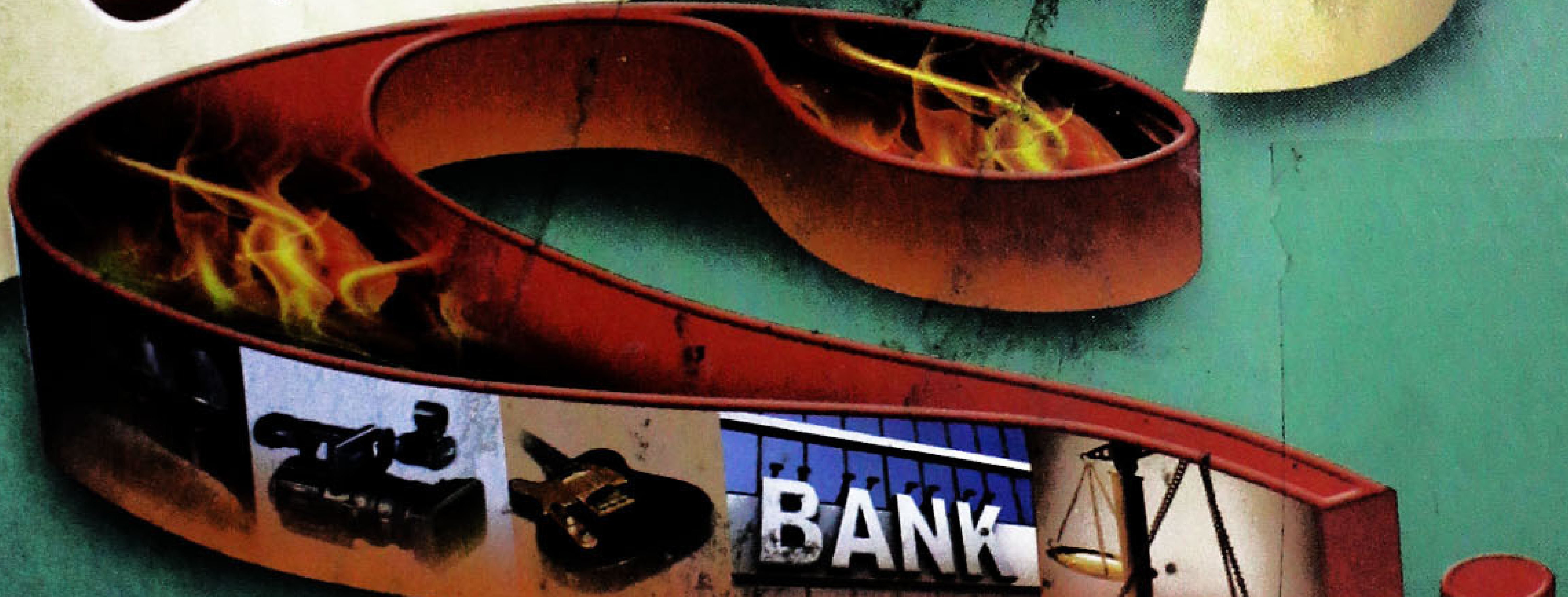

مکتبہ اسلامیہ
MAKTABA ISLAMIA

تالیف حافظ عبدُالرّزاق اظہر

Marfat.com

محمد رسول الله

رحمۃ للعالمین

عظیم شخصیتیں

تالیف

حافظ عبدالرزاق اظہر

مکتبہ اسلامیہ

Marfat.com

کتاب

رحمۃ للعالمین ﷺ غصے میں کیوں؟

تالیف

حافظ عبدالرزاق اظہر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

140893

ناشر ---------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------------- 2016ء

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

لاہور: ہادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد: بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

Ph 0300-8661763 , 0321-8661763
www.facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiapk@gmail.com
www.maktabaislamiapk.com
www.maktabaislamiapk.blogspot.com

Marfat.com

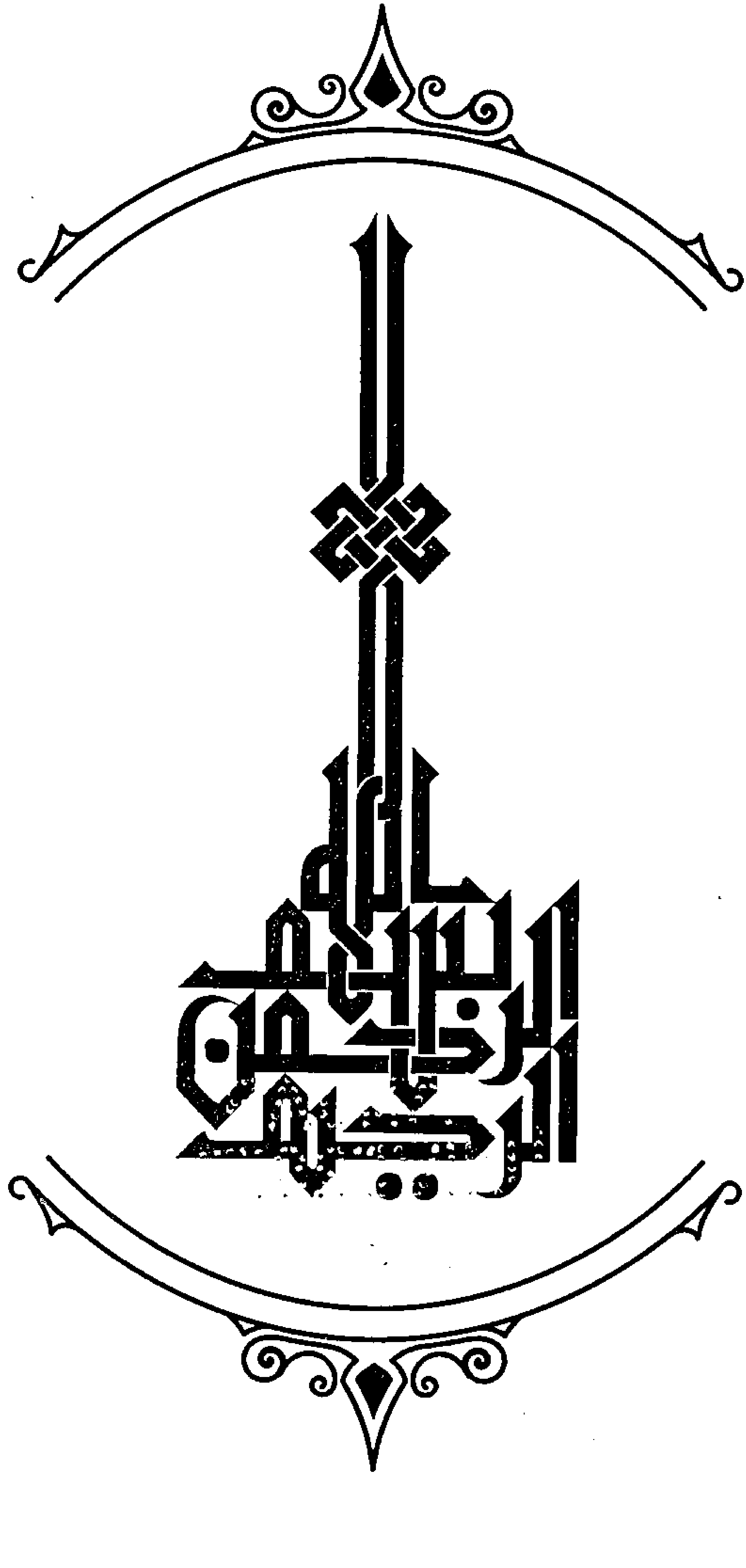

Marfat.com

وما أرسلناك إلا كافة للناس بشيرا ونذيرا

اور ہم نے آپ کو ساری انسانیت کے لیے
بشارت دینے والا
اور ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجا ہے۔
(سبا:28)

Marfat.com

فہرست مضامین

◆ عرضِ ناشر 11
◆ عرضِ مؤلف 13
◆ باب اول 16
◆ غصے کی تعریف 16
❖ غصے کی لغوی تعریف 16
❖ غصے کی اصطلاحی تعریف 17
◆ غصے کے مظاہر اور اسلام میں اس کی حقیقت 18
❖ غصے کے مظاہر 18
❖ اسلام میں غصے کی حقیقت 18
❖ محمود غصہ 18
❖ شہوت کی قوت 19
❖ قوتِ غضبی 19
❖ مذموم غصہ 22
❖ غصے کے مراتب 25
❖ درجہ اعتدال 25

Marfat.com

❖ درجہ تفریط 27

❖ درجہ افراط 27

❖ غصے کے اسباب 28

❖ وہ ماحول جس میں آدمی پروان چڑھا ہو 28

❖ لڑنا جھگڑنا 28

❖ غلط اور برا انداق 29

❖ ظلم وزیادتی ہونا 30

❖ اپنے آپ کو بلند سمجھنا اور زمین پر تکبر کرنا 31

❖ نفس کو محنت اور کوشش کی عادت نہ ڈالنا 31

❖ دوسروں کی اصلاح کی کوشش نہ کرنا 32

❖ کسی کو ایسے وصف سے بلانا جسے وہ اپنے لیے عیب اور گھٹیا پن تصور کرتا ہے 32

❖ پرانی عداوتیں اور دشمنیاں یاد دلانا 34

❖ غصے والے اثرات سے غفلت و بے پرواہی برتنا 35

◆ **غصے کے اثرات و نتائج** 36

❖ غصے کے وہ اثرات جو غصہ کرنیوالے شخص کی ذات پر مرتب ہوتے ہیں 36

❖ غصے کے وہ اثرات جو آدمی کے اسلامی کاموں پر اثر انداز ہوتے ہیں ... 40

❖ غصے کا علاج 42

❖ غصے سے بچنے کا پہلا طریقہ 42

❖ غصے سے بچنے کا دوسرا طریقہ 42

Marfat.com

❖ غصے سے بچنے کا تیسرا طریقہ 42
❖ غصے سے بچنے کا چوتھا طریقہ 43
❖ غصے سے بچنے کا پانچواں طریقہ 43
❖ غصے سے بچنے کا چھٹا طریقہ 43
❖ غصے سے بچنے کا ساتواں طریقہ 44
❖ غصے سے بچنے کا آٹھواں طریقہ 44
❖ غصے سے بچنے کا نواں طریقہ 46
❖ غصے سے بچنے کا دسواں طریقہ 46
❖ غصے سے بچنے کا گیارہواں طریقہ 47
❖ غصے سے بچنے کا بارھواں طریقہ 48
❖ غصے سے بچنے کا تیرہواں طریقہ 48
❖ غصے سے بچنے کا چودھواں طریقہ 49
◆ باب دوم 50
◆ جن مواقع پر رسول اللہ ﷺ کو غصہ آیا 50
◆ تصویریں بنانے والے سخت ترین عذاب سے دوچار ہوں گے 52
❖ مذکورہ حدیث نبوی سے مستنبط مسائل 55
❖ فوائد 57
◆ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا اور تصویریں ہوں ... 58
❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 60
❖ فوائد 63

Marfat.com

◆ کیا تو نے اس کے دل کو چیر کر دیکھ لیا تھا؟ 64

❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 67

◆ ننگے پاؤں اور ننگے بدن آنے والی قوم کو دیکھ کر چہرہ نبوت متغیر ہو گیا... 70

❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 74

◆ دشمن تمھارے اوپر دھاوا بولنے والا ہے 77

❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 80

◆ باجماعت نماز نہ پڑھنے کی سزا 82

❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 84

◆ لیکن تم جلدی کر رہے ہو 87

❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط فوائد 89

◆ تیرے لیے ہلاکت و بربادی ہے 93

❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 96

◆ تم میں نفرت دلانے والے بھی ہیں 99

❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 101

◆ رسول اللہ ﷺ کا اپنی بیویوں سے علیحدہ ہونا 103

❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 112

◆ کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سفارشی بنتے ہو؟ 115

❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل وفوائد 118

◆ خبردار! جھوٹی بات کرنا اور جھوٹی گواہی دینا 120

❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 122

Marfat.com

- ❖ کبیرہ گناہ کی تعریف 123
- ◆ تم میں سے کوئی شخص قبلہ رخ نہ تھوکے 124
- ❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 126
- ◆ نماز میں خشوع پیدا نہ کرنا 127
- ❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 128
- ◆ اے اللہ! ان قریشیوں سے تو خود ہی نپٹ لے! 130
- ❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 133
- ◆ ہم اپنے اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں 135
- ❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 137
- ◆ میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اللہ کو جاننے والا ہوں 139
- ❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 142
- ◆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان ترازی کا پریشان کن حادثہ 146
- ❖ مذکورہ واقعہ سے مستنبط مسائل 154
- ◆ میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا 158
- ❖ مذکورہ واقعہ سے مستنبط مسائل 162
- ◆ فرض کے علاوہ بہترین نماز وہ جو گھر میں پڑھی جائے 165
- ❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 167
- ◆ ماتھے پر شکن ڈالے اور منہ پھیر لیا 170
- ❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 172
- ◆ آپس میں اختلاف نہ کیا کرو 175

Marfat.com

❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 178
◆ ذوالیدین کیا کہہ رہے ہیں؟........................ 180
❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 182
◆ وہ پانی طلب کرتے تھے، لیکن ان کو پانی نہیں دیا گیا 184
❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 188
◆ اللہ کے نبیوں کے درمیان برتری مت دو........................ 189
❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 192
◆ کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟........................ 195
❖ مذکورہ واقعہ سے مستنبط مسائل........................ 200
◆ تم میرے دوست کو ستانا چھوڑتے ہو یا نہیں؟........................ 201
❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 204
◆ تمھیں اس اونٹ سے کیا مطلب؟........................ 205
❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 207
◆ اے قوم! مبالغہ آمیزی مت کرو........................ 210
❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 212
◆ اس کو رجوع کرنے کا حکم دو 215
❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 217
◆ اے زبیر! زمین کو خوب پانی پلاؤ........................ 220
❖ مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل 223

Marfat.com

عرضِ ناشر

الحمدللّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الأمین، أما بعد:

اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کو خلق عظیم، رحمۃ للعالمین اور رؤف رحیم جیسے نفیس و عظیم اوصاف سے متصف فرمایا ہے۔ سیرتِ نبوی کا مطالعہ کرنے والا یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس خزانۂ رحمت میں دوست دشمن، مسلم، کافر، مرد وزن، بوڑھے بچے، آقا و غلام اور انسان و حیوان ہر ایک صنفِ ہستی برابر کی حصے دار ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا:

((إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً)) [1]

”مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔“

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیس دن نبی کریم ﷺ کے پاس رہے، جاتے وقت فرماتے ہیں: ”وَكَانَ رَقِيقًا رَحِيمًا.“ ”آپ رقیق القلب اور سراپا رحمت تھے۔“ [2]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ دس سال آپ کی خدمت پر مامور رہے، لیکن آپ نے ایک دن بھی نہ انھیں ڈانٹا اور نہ یہی فرمایا کہ یہ کیوں کیا۔

مذکورہ تمہید کے بعد اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کسی بات کو سن کر یا کسی کام کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ غصے کا اظہار فرماتے تو وہ بات یا کام گناہ میں کس قدر شدت والا ہوگا؟ اللہ اور اس کے رسول کو کس قدر ناپسند ہوگا کہ آپ اظہارِ ناراضی فرما رہے ہیں۔

[1] صحیح مسلم: ۲۵۹۹. [2] صحیح البخاری: ۶۰۰۸.

Marfat.com

زیرِ تالیف ''رحمۃ للعالمین ﷺ غصے میں کیوں؟'' ایک ایسی جامع و نافع کتاب ہے کہ اس میں تقریباً ان تمام امور کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جنھیں دیکھ کر یا سن کر نبی کریم ﷺ نے غصے کا اظہار فرمایا تاکہ عام و خاص ان امور کی نزاکت اور شدت کا احساس کر کے ان سے اپنا دامن آلودہ ہونے سے بچائیں۔

فاضل مؤلف حافظ عبدالرزاق اظہر حفظہ اللہ نے بڑی محنت سے کتاب کو مرتب کیا ہے اور شروع میں غصے کی تعریف، اس کے اسباب اور اس کا علاج جیسی گرانقدر معلومات کو بھی کتاب کا حصہ بنا دیا ہے، جزاہ اللہ خیرًا۔

تصحیح و تنقیح جیسا کٹھن مرحلہ ادارے کے رفیق قاری عمر فاروق راشد حفظہ اللہ نے بڑی جانفشانی سے سر کیا، کمپوزنگ و سیٹنگ کا فریضہ محمد ذیشان مشتاق نے انجام دیا ہے، جبکہ خوبصورت و عمدہ ٹائٹل عبدالواسع صاحب نے تیار کیا ہے۔

ہم اللہ رب العزت سے دعا گو ہیں کہ ہماری ان کاوشوں کو شرف قبولیت بخشے اور اس کتاب کو عوام و خواص کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

محمد سرور عاصم

مدیر مکتبہ اسلامیہ

لاہور۔ فیصل آباد

Marfat.com

عرض مؤلف

ان الحمد للّٰہ والصلاۃ والسلام علٰی رسول اللّٰہ ﷺ وعلی
اٰلہ وأصحابہ أجمعین وبعد!

أعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔

﴿الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾(اٰلِ عمران: ۱۳۴)

''جو آسودگی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔''

یقیناً دلوں کی امراض اور بیماریوں سے آگاہی انتہائی اہم اور ضروری ہے، اسی طرح ان بیماریوں کے اسباب اور علاج معالجے پر پھر بھی گہری نظر رکھنا ایک مسلمان کے لیے از حد ضروری ہے، تاکہ ان کی معرفت اور پہچان کر کے بندہ اپنے دین و دنیا میں پیش آنے والے خطیر ترین معاملات سے اجتناب کر سکے۔

دل کی موذی ترین بیماریوں میں سے ایک بیماری غصہ ہے جس کے آثار انسان پر آخرت میں تو ہوں گے دنیا میں بھی بڑی جلدی مرتب ہوتے ہیں، کیونکہ اسی غصے کی وجہ سے آدمی لوگوں پر ظلم وستم کرتا ہے، اسی غصے کی وجہ سے انسان دوسرے انسان کو قتل کر بیٹھتا ہے حتی کہ اسی غصے کی وجہ سے انسان اپنی رفیقۂ حیات پر بھی زیادتی کر جاتا ہے، بلکہ اپنے بچوں کی زندگی بھی برباد کر دیتا ہے اور اسی غصے کی وجہ سے انسان اپنے محسن و مربی والدین کی بھی عزت و آبرو کو بھی مسل جاتا ہے، اسی غصے کی وجہ سے کتنے خون بہائے جا

Marfat.com

چکے ہیں، کتنے انسان صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں، کتنی عورتیں بیوہ ہو چکی ہیں، کتنی بیٹیاں والد کی شفقت سے محروم ہو کر یتیمی کی زندگی گزار رہی ہیں، کتنے گھر ہیں جو بڑے ہی پر رونق اور آباد تھے آج کھنڈرات کا نقشہ پیش کر رہے ہیں جن کا سبب صرف غصہ ہے۔

یاد رکھیں! بسا اوقات یہی غصہ انسان کی عزت نفس اور دینی غیرت وحمیت اور اللہ کی رضا کا بہت بڑا ذریعہ بھی بن جاتا ہے مگر کب؟ جب یہ غصہ اللہ کی خاطر اور اس کی خوشنودی کے لیے ہو۔

محترم قارئین! اس موضوع کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے زیر نظر کتاب ''رحمۃ للعالمین ﷺ غصے میں کیوں؟'' مرتب کی گئی ہے اور اس میں ہم نے غصے کے متعلق معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی ہے، سب سے پہلے غصے کی تعریف، پھر اس کے مظاہر پھر غصے کے اسباب کو واضح کیا ہے، اس کے بعد غصے کے آثار کو رقم کیا ہے اور اس کے بعد اس غصے کا علاج کیسے ممکن ہے اس کے متعلق کچھ آگاہی دی ہے، آخر میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے چند وہ پہلو اور مواقع بیان کیے ہیں جن مواقع پر آپ کو غصہ آیا تھا، تا کہ ہمارے لیے غصے کا معیار متعین ہو جائے کہ ہمیں کہاں غصہ کرنا چاہیے اور کہاں نہیں کرنا چاہیے؟ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی چند وہ روایات جن میں نبی کریم ﷺ کے غصے کا ذکر ہے ان کو نقل کر کے ان کا ترجمہ کیا ہے اور ان سے مستنبط مسائل کو نقل کیا ہے۔

میں سب سے پہلے اپنے خالق و مالک اللہ رب العزت کی ذاتِ گرامی کا بے حد شکر گزار ہوں کہ جس نے مجھ ناچیز کو یہ چند سطور لکھنے کی توفیق عطا فرمائی اس کے بعد میں محترم حافظ عبدالوھاب ﷾ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ اس کی کمپوزنگ اور نظر ثانی کا کام سرانجام دیا اور اسی طرح میں قدر دان ہوں محترم محمد سرور عاصم ﷾ (مدیر مکتبہ اسلامیہ) کا جنھوں نے اس کتاب کی طباعت کا انتظام وانصرام کیا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

Marfat.com

قارئین سے التماس ہے کہ اللہ رب العزت کے حضور التجا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری کاوش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے اس کتاب کو میرے لیے، میرے والدین، اساتذہ اور دیگر معاونین کے لیے صدقہ جاریہ اور توشۂ آخرت بنا کر ہمیں اپنے محبوب کے حوض پر جمع فرما کر حوضِ کوثر کا پانی نصیب فرمائے۔

آمین ثم آمین

راقم الحروف: حافظ عبدالرزاق اظہر

مدرس: امام بخاری یونیورسٹی موترہ، سیالکوٹ

Marfat.com

باب اول

غصے کی تعریف

غصے کی لغوی تعریف

لفظ غضب لغت میں کئی ایک معانی پر دلالت کرتا ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

① السخط

ناراضی یا کسی چیز پر عدم رضا مندی کا اظہار جیسا کہ مقولہ ہے: ''غضب علیہ غضبا'' وہ ناراض ہو گیا راضی نہ ہوا۔ ''غضب له'' وہ ناراض ہو گیا اور اسی وجہ سے کسی غیر پر بھی راضی نہ ہوا۔

② العض علی الشئ

کسی چیز کو دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑنا، جیسا کہ مقولہ ہے: ''غضبت الخیل علی اللجم'' میں نے گھوڑے کی لگام کو غصے کے ساتھ تھام لیا۔ یہاں غضبت بمعنی عضت ہے۔

③ لفظ غضب کا تیسرا معنی عبوس ہے، اس کا معنی ترش رو ہے، جیسے مقولہ ہے: ''امرأة غضوب'' ترش رو انثی ''امرأة غضوب'' سخت مزاج اور غصے والی عورت۔

④ ورم ماحول الشئ

چیز کے ارد گرد سوزش کا پڑ جانا جیسا کہ مقولہ ہے: ''غضبت عینُه'' اس کی آنکھ پر سوزش ہو گئی۔ یہاں پر غضب بمعنی ورم ہے۔

⑤ الکدر فی المعاشرة والخلق

Marfat.com

معاشرت اور اخلاق میں تلخ اور غضبناک شخص جیسے مقولہ ہے: ''ھذا غضابی'' یہ آدمی انتہائی مکدر اور غضبناک زندگی گزارنے والا ہے۔

⑥ غضب کا چھٹا معنی ہے وہ ڈھال جو اونٹ کی کھال سے بنائی جائے اور اسے لڑائی کے وقت پہنا جائے۔ الغضبة بکری کے بچے کی کھال کو کھینچ کر اتارنا۔ [1]

غصے کی اصطلاحی تعریف

"فھو تغیر داخلی أو انفعال یحمل علی السطو والانتقام شفاء لما فی الصدر وأشد منه الغیظ حتی قالوا فی تعریفه انه شدة الغضب۔" [2]

انسان کے داخل اور باطن کا متغیر ہو جانا غلبہ وانتقام پر محمول ہے تسکین قلب کے لیے جائے جو کچھ سینے میں ہے اس کی شفایابی کے لیے اور غیظ اس سے بھی زیادہ سخت ہے حتی کہ لغویوں نے اس کی تعریف میں کہا: غیظ شدید قسم کے غصے کو کہا جاتا ہے۔

① لسان العرب: ۲/ ٦٤٨؛ المعجم والوسیط: ۲/ ٦٥٤۔

② الاحیاء للغزالی: ۳/ ۲٤۷؛التعریفات للجرجانی:۱٦۲۔

Marfat.com

غصے کے مظاہر اور اسلام میں اس کی حقیقت

غصے کے مظاہر

غصے کے کچھ مظاہر، علامات اور نشانیاں ہیں جن سے یہ پہچانا جاتا ہے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

① رگ و پہ کا پھول جانا، آنکھوں اور چہرے کا سرخ ہونا۔

② ترش روئی اور چہرے پر سلوٹوں کا پڑ جانا۔

③ زبان، ہاتھ، پاؤں یا کسی بھی چیز کے ذریعے سے دوسرے پر زیادتی کرنا۔

④ کسی کام کے انجام کے متعلق سوچے بغیر اپنے ہم مثل، زیادہ مضبوط اور سخت دشمن کے مقابلے میں نکلنا۔

اسلام میں غصے کی حقیقت

دین اسلام میں دو طرح کا غصہ ہوتا ہے:

① محمود

② مذموم

① محمود غصہ

وہ غصہ جو ہے جس کو شریعت کی نظر میں اچھا سمجھا گیا ہے، وہ غصہ جو اپنی جان کا دفاع کرتے ہوئے، عزت، مال، دین، عام حقوق یا مظلوم کی مدد کرتے وقت آتا ہے، اس کے متعلق کئی دلائل موجود ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

Marfat.com

﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً﴾
''اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں نائب بنانے والا ہوں۔'' (البقرۃ: ۳۰)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اہم ترین کام سونپا اور اس کو روح، عقل اور جسم سے بہترین وجود بخشا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بدن کی ذمہ داری لگائی ہے کہ تو نے روح کی خدمت کرنی ہے اور جب تک انسان دنیا میں باقی ہے اللہ تعالیٰ نے بدن کو روح کی خدمت کے لیے اہل بنا دیا ہے اور پھر اس کے اندر دو قوتیں پیدا فرما دیں:

شہوت کی قوت

شہوت کی قوت میں اہم ترین وہ چیز ہوتی ہے جو بدن کو نفع اور غذا پہنچائے۔

قوت غضبی

اس میں اہم ترین وہ اشیا ہیں جو بدن کو تکلیف اور ہلاکت سے محفوظ کرنے والی ہوں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو جوارح اور اعضا عطا فرمائے ہیں، یہ بدن کی قوت شہوت اور قوت غضبی دونوں کی خدمت کے لیے بنائے ہیں اور اسی طرح اس کے لیے عقل کو پیدا کیا ہے، تا کہ بوقت ضرورت اس سے مشورہ لے سکے اوز روح کے لیے بھی ناصح ہو اور اگر کسی وقت دونوں قوتیں حد اعتدال سے تجاوز کر جائیں، تو اس وقت عقل روح کی طرف اشارہ کرتی ہے یا اس کو نصیحت کرتی ہے کہ اب ایسے موقف کو اختیار کرنے کا وقت ہے کہ جس سے انسان کی حد سے بڑھی ہوئی ان قوتوں کا توازن برابر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ انسان کی رشد وہدایت اور راہ نمائی کے لیے اس کو عقل سلیم عطا کی جائے جو اس کے اور مخالف قوتوں کے درمیان حائل ہو جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے منہج نازل فرمایا اور پھر اپنی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں اس کی صورتیں بیان فرمائیں، جن کے ساتھ راستہ واضح ہو جائے اور جو حق کی طرف راہنمائی کریں اور وہ ساری جوانب جن سے انسان معرضِ وجود میں آیا ہے وہ

Marfat.com

مکمل ہو جائیں اور ان کا توازن بھی محفوظ ہو رہے، تا کہ اس کی شخصیت سیدھی اور مستقیم رہے، اس میں کوئی خلل اور ٹیڑھا پن نہ آ جائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت اور تخلیق میں غصہ اس لیے رکھا ہے، تا کہ اپنا اچھی طرح دفاع کر سکے اور حرمات اور مقدس چیزوں کی حفاظت کر سکے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اصحاب محمد ﷺ کی مدحت سرائی اور خوبیوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ کفار پر بہت سخت ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت سخت ہیں۔'' (فتح: ۲۹)

کفار پر پہاڑوں کی صلابت سے بھی سخت ہیں، اب یہ شدت اور سختی دینی غیرت اور غصے ہی سے پھوٹتی ہے اور یہاں پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کے غصے کا تذکرہ فرمایا ہے وہ غصہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذاتِ گرامی کے لیے ہی ہوتا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۫ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''(یہ مال فے) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر (مدینہ) میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی

Marfat.com

خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔'' (الحشر ۹،۸)

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آیت کریمہ: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾ میں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کا تذکرہ کرنے کے بعد آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ وہ آپ کے ساتھ آپ کے بتلائے ہوئے دین پر عمل پیرا ہیں اور ان کے دل کفار پر بڑے ہی سخت ہیں اور کفار کے لیے ان کے پاس نرمی بہت کم ہے۔

③ اللہ رب العزت نے اپنی محبوب ترین جماعت کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی یہ صفات بیان کیں کہ وہ مومنوں کے لیے نرم دل اور کافروں کے لیے سخت دل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ (المائدہ: ۵۴)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ (اللہ) ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے۔ مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت۔''

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ کفار پر بڑا سخت غصہ رکھنے والے ہیں۔

④ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ کافروں پر سختی کرو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ (التوبہ: ۷۳)

Marfat.com

"اے نبی! کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر سختی کرو اور ان (کافروں منافقوں) کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔"

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر جو سختی کا حکم ہے یہ سختی بھی غصے سے ہی پھوٹتی ہے، ان کے کفر، نفاق، ان کے ٹیڑھے پن اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے، اگر بنیادی طور پر دیکھا جائے تو اس کے پیچھے بھی غصہ ہی کارفرما ہوگا۔ یعنی غصہ ہوگا تو سختی ہوگی غصہ نہیں ہوگا تو سختی کیسے کی جاسکتی ہے۔

⑤ نبی کریم ﷺ کے اوصافِ حمیدہ کے اندر بھی یہ بات شامل تھی کہ اللہ رب العزت کے دین کی خاطر شدید غصے میں آجاتے تھے اور اس وجہ سے انتقام بھی لیتے تھے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"أَنَّهُ ﷺ مَا خُيِّرَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَ هُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِنَفْسِهِ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ بِهَا" ①

نبی کریم ﷺ کو جب بھی دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا ہے، جب تک اس میں کوئی گناہ کا پہلو نہ ہوتا، اگر گناہ کا عنصر ہوتا تو آپ لوگوں میں سے سب سے زیادہ اس چیز سے دور ہو جاتے تھے اور آپ نے پوری زندگی کبھی بھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا، جہاں اللہ تعالیٰ کی عزت وحرمت کا معاملہ ہوتا تو آپ وہاں اللہ کی حرمت کی خاطر انتقام لیتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کے غصے کے مقام کے حوالے سے تفصیلی گفتگو آگے آئے گی۔

② مذموم غصہ

وہ غصہ جس کی شریعت اسلامیہ میں مذمت کی گئی ہے اور جسے اچھی نظر سے نہیں دیکھا گیا وہ غصہ ہے جو اپنی ذات کے لیے کیا جائے اور جس میں اپنی ذات کے لیے

① صحیح البخاری: ۳۵۶۰۔

س ۱۷۵۸۹
Marfat.com

انتقام لیا جائے اور اسی غصے کی مذمت کے بارے میں بہت سے فرامین نبوی ﷺ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

① سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ، اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ» ①

''پہلوان وہ نہیں جو اپنے مدمقابل کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہ شخص ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے۔''

② سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''اِسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ جُلُوْسٌ وَأَحَدُهُمَا يَسُبُّ مُغْضِبًا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهٗ''

دو آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس جھگڑ پڑے اور ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ان میں سے ایک اپنے دوسرے کو گالیاں دے رہا تھا اور غصے کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ تھا۔

تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا:

«اِنِّیْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ» فَقَالُوْا لِلرَّجُلِ اَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: اِنِّیْ لَسْتُ بِمَجْنُوْنٍ ②

''میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص اسے اپنی زبان سے ادا کر دے تو اس سے سارا غصہ ختم ہو جائے، اگر یہ الفاظ ادا کرے میں شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔'' انھوں (صحابہ) نے اس آدمی سے کہا: آپ سنتے نہیں ہو کہ رسول اللہ ﷺ کیا فرما رہے ہیں؟ تو اس نے کہا: میں مجنون اور دیوانہ نہیں ہوں۔

① صحيح البخاري: ٦١١٤۔ ② صحيح البخاري: ٦١١٥۔

Marfat.com

③ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَوْصِنِیْ قَالَ: «لَاتَغْضَبْ» فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ: «لَا تَغْضَبْ»" [1]

ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے: یارسول اللہ! مجھے کوئی وصیت فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "غصہ نہ کر" اس آدمی نے متعدد بار یہ الفاظ دہرائے کہ اے اللہ کے رسول! مجھے وصیت فرمائیں تو آپ نے اسے یہی الفاظ فرمائے: "غصہ نہ کر۔"

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب خطبہ دیتے تو اکثر یہ الفاظ کہا کرتے تھے:

"اَفْلَحَ مِنْکُمْ مَّنْ حَفِظَ مِنَ الطَّمْعِ وَالْھَوٰی وَالْغَضَبِ"

تم میں سے وہ شخص فلاح پا چکا ہے، جس نے اپنے آپ کو طمع ولالچ، خواہشات پرستی اور غصے سے بچالیا۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے یہ بات کہی گئی کہ ہمیں اخلاق حسنہ کی جامع ترین اور مجمل ترین تعریف سمجھا دیں تو انہوں نے فرمایا:

"تَرْكُ الْغَضَبِ"

غصے کو چھوڑنا۔

یعنی غصہ کرنا چھوڑ دو، یہی اخلاق حسنہ ہے۔

Marfat.com

غصے کے مراتب

شیخ علی محفوظ رحمہ اللہ نے امام غزالی رحمہ اللہ کی معروف کتاب احیاء علوم الدین سے بڑے ہی سہل انداز میں غصے کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے غصے کے تین درجے بیان کیے ہیں:

① درجہ اعتدال

غصے کا معتدل درجہ یہ ہے کہ انسان، اپنے دین، اپنی ذات، اپنی عزت، مال یا عام لوگوں کے حقوق کی پاس داری یا پھر مظلوم کی نصرت وتائید کے لیے غصہ کرے اور اللہ تعالیٰ نے غصہ اسی حالت کے لیے انسان کی فطرت وجبلت کے اندر رکھا ہے اور ایک بڑی ہی ضروری حکمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا فرمایا ہے اور انسان کی طبیعت بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے اور انسانی معاشرے کا نظام بھی اسی چیز کو طلب کرتا ہے۔

دنیا کی زندگی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے دین، نفس، مال، عزت اور عام حقوق کی پاس داری کے لیے قوی دفاع کی ضرورت ہے اور وہ غصے کے بغیر نہیں ہو سکتا اور اگر غصہ نہ ہوتا تو زمین کا نظام فساد کی نذر ہو چکا ہوتا اور انسانی معاشرے کا نظم ونسق پارہ پارہ ہو چکا ہوتا، کیونکہ جو شخص غصہ نہیں کرتا اس کا وجود بھی مٹ جاتا ہے جس طرح جانوروں کے غصہ نہ کرنے کی وجہ سے جیسے لوگ جانوروں سے اٹھکیلیاں کرتے ہیں، اسی طرح لوگ اس کے ساتھ بھی اٹھکیلیاں کریں گے جس سے اس کی عزت نفس بھی تار تار ہو جائے گی۔

اور اگر آدمی اپنی عزت کے لیے غصہ نہیں کرے گا اور اپنی عورتوں کے معاملے میں بھی غیرت سے کام نہیں لے گا تو اس کے نتائج اس قدر بھیانک اور خطرناک ہوں گے کہ

Marfat.com

اس کا نسب بگڑ جائے گا اختلاط کا شکار ہو جائے گا، قوم کے ان طبقات کے اندر فحاشی وعریانی عام ہو جائے گی اور انسان حیوانوں کا لبادہ اوڑھ لے گا، پھر ان کے مرد غیر عورتوں سے اور عورتیں غیر مردوں سے بدکاری کریں گی اور معاشرے سے غیرت حمیت کا جنازہ نکل جائے گا۔

اور اگر انسان اپنے مال کی وجہ سے غصے میں نہیں آئے گا تو اس کا نقصان یہ ہوگا کہ لوگ اس کا مال سلب کر لیں گے اور وہ فقیری کی طرف دھکیل دیا جائے گا اور ایسے ہوجائے گا کہ جیسے اس کے پاس مال تھا ہی نہیں اور جب اموال سلب کرنے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا پھر محنت کرنے کا نظام ختم ہو جائے گا بلکہ تجارتی، صنعتی، زرعی اور دیگر کام جو لوگ ذریعہ معاش کے طور پر کرتے ہیں وہ سارے ہی باطل ہو جائیں گے اور لوگ ایک دوسرے کے مالوں کو چھیننے ہی پر اعتماد کر کے بیٹھ جائیں گے جس کا معاشرے پر وبال یہ پڑے گا کہ نظامِ زندگی مفلوج ہو کر رہ جائے گی۔

وہ لوگ جو عام حقوق کے لیے غیرت میں نہیں آتے اور مظلوموں کو انصاف نہیں دلاتے، وہ لوگ فطرت انسانی کے ان تقاضوں کی مخالفت کرتے ہیں جن پر اللہ نے انسانوں کو پیدا فرمایا ہے، چنانچہ ایسے ہی معاملات کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے:

"مَنِ اسْتُغْضِبَ فَلَمْ يَغْضَبْ فَهُوَ حِمَارٌ"

جس شخص کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے جو غصہ دلانے والا ہو تو وہ پھر بھی غصے میں نہ آئے تو وہ شخص گدھا ہے۔

یعنی گدھے کی طرح اس کی طبیعت کے اندر ہی گندگی ہے اور اس کی غیرت وحمیت مفقود ہے۔

اسی بات کی طرف ہی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان گرامی اشارہ کر رہا ہے:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ (البقرۃ: ۲۵۱)

Marfat.com

''اور اللہ لوگوں کو ایک دوسرے (پر چڑھائی اور حملہ کرنے) سے نہ ہٹاتا تو ملک تباہ ہو جاتا لیکن اللہ اہل عالم پر بڑا مہربان ہے۔''

② درجہ تفریط

غصہ کا دوسرا درجہ تفریط ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی طبیعت سے غصہ درجہ اعتدال سے کم ہو جائے یا غصے کا عنصر کمزور پڑ جائے یا پھر غصہ بالکل ختم ہی ہو جائے، یہ حالت وکیفیت شرعاً اور عقلاً دونوں لحاظ سے ہی مذموم ہے، کیونکہ جو شخص اپنی عزت، دین، ذات، مال اور مصالح عامہ کے لیے غصہ نہیں کرتا وہ سخت بزدل انسان ہے اور ایسا شخص اُس نہج پر زندگی نہیں گزار رہا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق فرمائی اور اجتماعی طور پر ایسے لوگ معاشرے کے لیے کسی بہت بڑے خطرے سے خالی نہیں ہوتے، کیونکہ ایسے لوگ زندگی کے تمام پہلوؤں کا خود ہی قلع قمع کر چکے ہوتے ہیں، جیسا کہ سابقہ بحث میں گزر چکا ہے۔

③ درجہ افراط

غصے کا تیسرا درجہ افراط ہے، یعنی ایسا غصہ جو حد اعتدال سے بڑھ چکا ہو، دین اور عقل دونوں پر ہی سرکشی کر چکا ہو، یہ غصہ انسان کو شر کے راستوں کی طرف دھکیل دیتا ہے کہ انسان ہلاکت اور تباہی وبربادی کے دھانے تک پہنچ جاتا ہے اور انسان کو اس کا ادراک بھی نہیں ہوتا کہ وہ پر خطر وادی میں کیسے گر گیا؟ اور کبھی کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ یہ غصہ چھوٹے سے معاملے کی وجہ سے بڑے جرائم کا ارتکاب کروا دیتا ہے اور ایسا غصہ شرعاً اور عقلاً دونوں لحاظ سے مذموم ہے۔

وہ آثار جو غصہ کی وجہ سے مرتب ہوتے ہیں ان کے مختلف ہونے کی وجہ سے غصے کے درجات قوت اور ضعف کے اعتبار سے مختلف ہوتے رہتے ہیں، جب غصے کا حجم زیادہ ہوگا تو اس وقت اس کے خطرات ونقصانات بھی زیادہ ہی ہوں گے۔

Marfat.com

غصے کے اسباب

کچھ ایسے اسباب اور وجوہات ہیں جو انسان کو غصے کی طرف دھکیل دیتی ہیں۔ ان میں سے چند اہم اسباب درج ذیل ہیں:

① وہ ماحول جس میں آدمی پروان چڑھا ہو

آدمی کو غصے کی طرف دھکیلنے والا پہلا سبب وہ ماحول بنتا ہے جس میں وہ زندگی کے شب وروز گزار کر پروان چڑھا ہو، یہ ماحول عام ہے گھر کا بھی ہوسکتا ہے اور معاشرے کا بھی ہوسکتا ہے، کبھی انسان کو ایسا ماحول بھی گھیرے میں لے لیتا ہے جو شرارتوں سے معمور ہوتا ہے اس میں زندگی گزارنے والے کسی بھی کام کی طرف بے پرواہی سے گھس جانے کو شجاعت و بہادری گمان کرتے ہیں اور ظلم وستم کا موجب ٹھہر جانے والی سرکشی اور غصے کو وہ جواں مردی تصور کرتے ہیں۔ ایسی عادات جب آدمی کی شخصیت پر اثر انداز ہوتی ہیں تو وہ غیظ وغضب کی آگ میں جلد ہی بھڑک اٹھتا ہے اور غصے کو اپنی عادت اور شعار بنالیتا ہے۔

② لڑنا جھگڑنا

غصے کی طرف لے جانے والے اسباب میں سے دوسرا سبب لڑنا جھگڑنا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دونوں جھگڑنے والے ایک دوسرے پر غالب آنے کے حریص ہوں، اگرچہ وہ جھوٹے ہی کیوں نہ ہوں۔ جب آدمی کی یہ غالب آنے والی سوچ پوری نہیں ہوتی تو اس وقت وہ غصے میں آکر بھڑکتا ہے تاکہ دوسرے سے بھرپور انتقام لے اور یہ کیفیت خاص طور پر ایسے آدمی کی ہوتی ہے جو اپنے آپ کو مدمقابل سے زیادہ

Marfat.com

طاقت ور، مضبوط اور قوی سمجھتا ہے۔

اور اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑنے والے کو جنت میں گھر کی خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:

«اَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِيْ رَبْضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَآءَ وَاِنْ كَانَ مُحِقًّا» ①

''میں (محمد ﷺ) اس شخص کو جنت کے کنارے میں محل کی ضمانت دیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دیتا ہے۔''

③ غلط اور برا مذاق

غصہ دلانے کا تیسرا سبب باطل اور غلط مذاق ہے، جب آدمی ایک حد تک مزاح کرتا ہے تو اس میں کوئی ہرج والی بات نہیں ہے، لیکن جب مزاح حد سے تجاوز کرتا ہے تو وہ جھگڑا اور لڑائی کا ذریعہ بن جاتا ہے، تو ایک وقت آتا ہے کہ دل کے غصے کی آگ کو مشتعل کر دیتا ہے جس کے اثرات انسان کے اعضا پر بھی پڑتے ہیں، پھر یہی اعضا دوسرے آدمی سے انتقام اور بدلہ لینے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔

اور شاید یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مزاح کرتے یا کوئی بات کہتے تو اچھی اور صاف ستھری بات کہتے تھے اور برے مذاق سے اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی ہی سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

«لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدَةً فَتُخْلِفَهٗ» ②

''اپنے بھائی کے ساتھ جھگڑا مت کر اور اس کے ساتھ مذاق بھی نہ کر اور ایسا وعدہ نہ کر کہ جس کی تو خلاف ورزی کرے۔''

---

① سلسلة الصحيحة: ٢٧٣۔

② سنن الترمذي: ١٩٩٥؛ تحفة الأحوذي: ٦/ ١٠٩۔

Marfat.com

④ ظلم وزیادتی ہونا

غصے کا چوتھا سبب کسی بھی رنگ میں دوسروں پر زیادتی کرنا ہے، جیسے کسی سے ٹھٹھا مذاق کرنا، کسی کی جاسوسی کرنا، عیب تلاش کرنا، چغلی کرنا، غیبت کرنا، گالیاں دینا، زخمی کر دینا، کسی کی زبان بندی کرنا، پس زنداں کرنا، مارنا اور مختلف سزاؤں سے دوچار کرنا جیسے بہت ساری حکومتیں کر رہی ہیں۔ جب یہ حکومتیں لوگوں کو مختلف قسم کی سزائیں دیتی ہیں تو اس کے ردّ عمل میں ان کے تن بدن میں غصے کی لہر دوڑتی ہے جس سے وہ انتقامی کارروائیاں کرتے ہیں جس سے معاشرے کا سکون تباہ وبرباد ہو کر رہ جاتا ہے۔

شاید یہی وہ سبب ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بھرپور طریقے سے ہمیں ڈرایا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (الحجرات: ۱۱، ۱۲)

’’اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو، ایمان لانے کے بعد برا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔ اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے

Marfat.com

بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے۔ (تو غیبت نہ کرو) اور اللہ کا ڈر رکھو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔''

⑤ اپنے آپ کو بلند سمجھنا اور زمین پر تکبر کرنا

غصے کا باعث بننے والا ایک سبب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو بلند تر سمجھے اور دوسروں کو حقیر سمجھ کر اللہ کی زمین پر اتراتا اور تکبر کرتا پھرے اور دوسروں کو خاطر میں نہ لائے۔ یہ چیز اس طرح غصے کا باعث بنتی ہے کہ عالی اور متکبر شخص اپنے اندر یہ سوچ وفکر رکھتا ہے کہ میں جو چاہوں وہ ہو کر رہے گا، لیکن جب وہ معاملہ حل نہیں ہوتا تو وہ سمجھتا ہے کہ میری توہین کی گئی ہے تو اس کو غصہ آتا ہے اور اسی طرح جب کوئی اس کو کسی رذیل اور بری عادت سے روکتا ہے یا اس کی سوچ کے خلاف کوئی بات کرتا ہے تو اس وقت چونکہ اس کی ایک سوچ ہوتی ہے کہ میں ہر لحاظ سے کامل شخص ہوں، حالانکہ وہ ہر لحاظ سے ناقص شخص ہوتا ہے تو وہ اس اپنے نقص کو تکبر کے ساتھ پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے جب وہ پورا نہیں ہوتا تو پھر یہ غیظ وغضب کی آگ میں بھڑکتا ہے۔

⑥ نفس کو محنت اور کوشش کی عادت نہ ڈالنا

نفس کو محنت اور کوشش کی عادت نہ ڈالنا بھی آدمی کے لیے غصے کا باعث بن جاتا ہے، جیسے کوئی آدمی کسی بیماری، پریشانی اور دکھ کے اندر مبتلا ہو جائے تو وہ اس پریشانی کو اتنا بڑا اور بھاری محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ پریشانی اس کی تخلیق کا حصہ بن چکی ہے اور اس کا قلع قمع کرنے اور اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مجاہدہ اور کوشش ومحنت کی طرف ہماری راہ نمائی بھی فرمائی ہے اور دعوت بھی دی ہے، جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

''اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم اُن کو ضرور اپنے رستے دکھا دیں گے اور اللہ تو نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔'' (العنکبوت: ٦٩)

Marfat.com

⑦ دوسروں کی اصلاح کی کوشش نہ کرنا

غصے کا موجب بننے والی اشیا میں ساتویں چیز یہ ہے کہ کسی آدمی میں کوئی عیب ہے تو دیکھنے والوں کا یہ حق اور فرضِ منصبی ہے کہ وہ اس کی اصلاح اور درستی کریں، لیکن لوگ اپنا کردار ادا نہیں کرتے، اس کی اصلاح میں قدم نہیں بڑھاتے جیسے کوئی شخص غصے کے مرض میں مبتلا ہے تو لوگوں کا فرض بنتا ہے کہ اس کی اصلاح کے لیے کردار ادا کریں، اسے سمجھائیں۔ بسا اوقات ایسے ہوتا ہے کہ آدمی اپنے اندر پائے جانے والے عیب سے آگاہ تو ہوتا ہے، لیکن وہ اپنے نفس کے سامنے کمزور ہونے کی وجہ سے یا جن وانس میں سے جو شیاطین ہوتے ہیں ان کے بہکاوے میں آنے کی وجہ سے یا دنیاوی اغراض ومقاصد کی وجہ سے آدمی اس عیب سے چھٹکارا حاصل کرنے سے عاجز آچکا ہوتا ہے تو ایسے وقت میں دوسرے لوگوں کی طرف سے اسے معاونت کی ضرورت ہوتی ہے، اگر لوگ اس کی معاونت کریں تو وہ اس عیب سے نجات حاصل کر لیتا ہے، اگر ایسی صورت میں لوگ اس کی مدد نہیں کرتے تو وہ عیب اس کے اندر نا صرف مضبوط ہوتا ہے بلکہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے حتی کہ وہ اس کی شخصیت کا حصہ بن جاتا ہے اس سے کسی صورت میں بھی وہ جدا نہیں ہوتا، اس لیے لوگوں کی طرف سے عدم توجہگی بھی اس غصے کا باعث بن جاتی ہے، پھر جو بھی اس عیب کا تذکرہ ہوتا ہے تو وہ آدمی اس پر غصہ کرتا ہے۔

⑧ کسی کو ایسے وصف سے بلانا جسے وہ اپنے لیے عیب اور گھٹیا پن تصور کرتا ہے

غصے کا باعث بننے والے اسباب میں سے آٹھواں سبب یہ ہے کہ آدمی کو ایسے وصف کے ساتھ موصوف کرنا جس کو وہ اپنے لیے بے عزتی یا عیب تصور کرتا ہو، یہ معاملہ ایسے ہوتا ہے کہ آدمی کو ایسے اوصاف کے ساتھ متصف کیا جائے جن کو وہ اپنے لیے عیب اور نقص محسوس کرتا ہو اور سمجھتا ہو کہ اس سے میری قدر ومنزلت کم ہوتی ہے اور میری بے عزتی ہوتی ہے، جیسا کہ کسی شخص کو کہا جائے:

Marfat.com

اگر تو مرد ہوتا تو پھر فلاں فلاں شخص کو ملتا۔

یعنی آپ اس لیے ہی نہیں ملتے ہو کہ آپ کے اندر مردانگی اور جواں مردی ہی نہیں ہے۔یا پھر آدمی کسی کو یہ کہا جائے:

میرا خیال ہے کہ آپ فلاں آدمی کی طاقت،قوت،لڑائی کا خوف اور ڈر محسوس کرتے ہوئے اسے ملتے نہیں ہیں۔

اسی طرح کے دوسرے الفاظ جب کسی آدمی کو کہے جائیں تو پھر اس کو غصہ آتا ہے۔ پھر یہ چیزیں انسان کے اندر بدلہ وانتقام لینے کا جذبہ پیدا کرتی ہیں جس کے اثرات اس کے اعضا اور جوارح پر بھی پڑتے ہیں، چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جاتے ہیں اور یہی چیز امیہ بن خلف کے میدانِ بدر کی طرف نکلنے کا سبب بنی تھی، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کی نیت سے مکہ آئے اور امیہ بن خلف کے پاس ٹھہرے، امیہ بھی تجارت وغیرہ کے لیے شام جاتے ہوئے جب مدینہ سے گزرتا تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس قیام کرتا تھا، امیہ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: ابھی ٹھہرو، جب دوپہر کا وقت ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں تو طواف کرنا (کیونکہ مکہ کے مشرک مسلمانوں کے دشمن تھے)، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: چنانچہ میں نے جا کر طواف شروع کر دیا، ابھی وہ طواف کر ہی رہے تھے کہ ابوجہل آ گیا، کہنے لگا: یہ کعبہ کا طواف کون کر رہا ہے؟ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بولے کہ میں سعد ہوں، تو ابوجہل بولا:

"تَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ اٰمِنًا وَاَوَيْتُمْ مُحَمَّدًا وَاَصْحَابَهٗ؟ فَقَالَ: نَعَمْ"

تم کعبہ کا طواف خوب امن سے کر رہے ہو، حالانکہ تم نے محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دے رکھی ہے۔انہوں نے کہا: ہاں (دی ہے میں نے پناہ)

اس طرح دونوں میں بات بڑھ گئی، پھر امیہ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ابوالحکم (ابوجہل) کے سامنے اونچی آواز سے نہ بولو، وہ مکہ کا سردار ہے، اس پر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم نے مجھے طواف کرنے سے روکا تو میں بھی تمھاری شام کی تجارت

Marfat.com

خاک میں ملا دوں گا، کیوں کہ شام جانے کا صرف ایک راستہ ہے جو مدینہ سے جاتا ہے جبکہ امیہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے برابر یہی کہتا ہے کہ اپنی آواز بلند نہ کرو، انھیں مقابلے سے روکتا رہا، آخر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو اس پر غصہ آ گیا اور انھوں نے امیہ سے کہا: چل دفع ہو جا اور کہا:

”فَإِنِّیْ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم یَزْعَمُ أَنَّهُ قَاتِلُكَ، قَالَ: إِیَّایَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَاللّٰهِ مَا یَكْذِبُ مُحَمَّدًا إِذَا حَدَّثَ“①

”میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرے متعلق سنا ہے، آپ نے فرمایا تھا کہ تجھے ابوجہل ہی قتل کرائے گا، امیہ نے پوچھا: کیا واقعی؟ تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں (میں نے یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے) تو امیہ کہنے لگا: اللہ کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کوئی بات کہتے ہیں تو وہ جھوٹی نہیں ہوتی۔

پھر وہ اپنی بیوی کے پاس آیا اور آ کر کہا: تمھیں معلوم نہیں کہ میرے یثربی بھائی نے مجھے کیا بات بتلائی ہے؟ اس نے پوچھا: انھوں نے کیا کہا ہے؟ امیہ نے بتلایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بات کہہ چکے ہیں کہ ابوجہل مجھ کو قتل کروائے گا، وہ کہنے لگی: اللہ کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی زبان سے غلط بات نہیں نکالتے۔ پھر ایسے ہی ہوا جب اہل مکہ بدر کی لڑائی کے لیے روانہ ہونے لگے تو انھوں نے امیہ کو بھی بلایا تو امیہ کی بیوی نے کہا کہ تمھیں یاد نہیں رہا کہ تمھارا یثربی بھائی تمھیں کیا خبر دے کر گیا تھا۔ اس یاد دہانی پر امیہ نے چاہا کہ وہ جنگ میں شرکت نہ کرے، لیکن ابوجہل نے کہا کہ تم وادی مکہ کے رئیس ہو، اس لیے کم از کم ایک یا دو دن کے لیے ضرور جانا پڑے گا۔ اس طرح وہ ان کے ساتھ جنگ میں شرکت کے لیے نکلا اور پھر وہ قتل ہو گیا۔

⑨ پرانی عداوتیں اور دشمنیاں یاد دلانا

غصہ دلانے والے اسباب میں سے نواں سبب پرانی عداوتیں اور دشمنیاں یاد دلانا ہے، یہ اس طرح ہوتا ہے کہ ایک آدمی کی دوسروں کے ساتھ عداوت اور دشمنی بڑھ گئی، بعد

① صحیح البخاری: ٣٦٣٢۔

Marfat.com

میں دونوں فریق ہی دیانت داری اور ایمان داری سے اپنے دلوں کو صاف کر لیتے ہیں، آپس میں محبت اور بھائی چارے کے ساتھ رہتے ہیں، صلح نے ان کے دلوں سے ان عداوتوں کو نکال دیا ہے، لیکن وہاں پر کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو ان کے دلوں کو سیاہ کرنے کی کوشش میں ہمہ وقت لگے رہتے ہیں اور ان کے بھائی چارے کو پارہ پارہ کرنا چاہتے ہیں، حسد اور بغض کی بنیاد پر وہ ان کے درمیان دراڑیں ڈالنا چاہتے ہیں تو وہ اس حسد کی آگ میں بھڑکتے ہوئے دونوں طرف پرانی عداوتوں اور دشمنیوں کو یاد دلا دلا کر ان کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتے ہیں جس سے ان کا غصہ بڑھنے لگتا ہے، جیسے اوس اور خزرج کے قبیلوں میں ہوا تھا۔

⑩ غصے والے اثرات سے غفلت و بے پرواہی برتنا

آخر میں یہی بات کہوں گا کہ جب انسان غصے کی وجہ سے مرتب ہونے والے اثرات سے غافل ہوتا ہے تو یہ چیز بھی غصے کا باعث بنتی ہے، انفرادی اعتبار سے بھی اور اجتماعی، دینی اور دنیاوی اعتبار سے بھی یہی صورتِ حال ہے، اگر انسان اس کے اثرات سے غفلت نہ برتے تو اس کے اندر غصہ نہیں آئے گا۔ ہمیشہ غفلت اور لاشعوری برتنے سے ہی غصہ آتا ہے۔

Marfat.com

غصے کے اثرات ونتائج

غصہ کرنے والے لوگوں پر غصہ کے کچھ ایسے اثرات مرتب ہوتے ہیں جو بسا اوقات بڑے ہی نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں اور کچھ ایسے اثرات ہیں جو غصہ کرنے والے آدمی کے دینی اور اسلامی کاموں پر مرتب ہوتے ہیں، اس لیے ان نقصانات سے انسان کو بچ کر زندگی گزارنی چاہیے اور وہ اثرات اور ان کا انجام کار درج ذیل ہے:

① غصے کے وہ اثرات جو غصہ کرنے والے شخص کی ذات پر مرتب ہوتے ہیں

غصہ کرنے والے شخص کی ذات پر غصے کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

① پہلا اثر یہ ہے کہ غصہ کرنے والے شخص کا بدن اور جسم طرح طرح کی مہلک بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے اور غصہ انسان کے دل کے اندر خون کے ابلنے اور جوش مارنے سے پیدا ہوتا ہے، پھر دل اسی برق رفتاری کے ساتھ اس خون کو انسان کی رگ وپے میں دھکیلتا ہے، جیسا کہ یہ بات غصے کے وقت انسان کے چہرے اور آنکھوں کے سرخ ہو جانے کی وجہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے اور جب یہی عمل دل کے اندر بار بار پیدا ہوتا ہے تو رگوں کے اندر خون کی گردش کی تیزی کی وجہ سے تنگی پیدا ہوتی ہے اور اسی تنگی کی وجہ سے بسا اوقات شریانیں پھٹ بھی جاتی ہیں، جس سے انسان کا نرم ونازک بدن شل اور اپاہج ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرمائے، آمین۔

اس طرح غصے کے یہ مضر اثرات انسان کے جسم پر مرتب ہوتے ہیں۔

Marfat.com

۲ غصہ کرنے والے شخص پر دوسرا اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ اس کا دین بھی ناقص ہو جاتا ہے، کیونکہ جب آدمی غصے میں آتا ہے تو وہ غیبت وچغلی کی طرف لے جاتا ہے، حتی کہ بعض اوقات اس طرح بھی ہوتا ہے کہ آدمی کو جس پر غصہ آتا ہے اس کی عزت کو بھی تار تار کر کے رکھ دیتا ہے، اس کا مال سلب کر لیتا ہے اور اس کی خون ریزی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا اور اس گناہ کا نقصان دین کو پہنچتا ہے۔

۳ غصہ کرنے والے شخص پر تیسرا اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ ایسا شخص اپنے نفس پر قابو نہیں پا سکتا ہے، کیونکہ جب آدمی غصے کی کیفیت میں ہوتا ہے تو اس وقت اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور جب آدمی کی عقل پر پردہ پڑ جائے، تو وہ اپنے نفس پر قابو نہیں پا سکتا اور اس وقت اس سے ایسی ایسی حرکتیں صادر ہوتی ہیں جن کا انجام سوائے ندامت وشرمندگی کے اور کچھ نہیں ہوتا اور بسا اوقات تو ایسے ایسے نقصانات کر بیٹھتا ہے کہ جن کا اس کے ذہن میں وہم وگمان بھی نہیں ہوتا، اسی لیے سیدنا سلیمان بن داود علیہ السلام نے فرمایا:

"اِیَّاکَ وَکَثْرَۃَ الْغَضَبِ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الْغَضَبِ تَسْتَخِفُّ فُؤَادَ الرَّجُلِ الْحَلِیْمِ"

زیادہ غصے سے اپنے آپ کو خاص طور پر بچا کے رکھو، کیونکہ زیادہ غصہ بڑے بڑے سنجیدہ، بردبار اور حلیم لوگوں کے دلوں کو ہلکا اور کمزور کر دیتا ہے۔

اور وہب بن منبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

ایک راہب اپنے معبد خانے میں مصروفِ عمل تھا تو شیطان نے اس کو ورغلانے اور پھسلانے کا ارادہ کیا، لیکن وہ اپنے اس مشن میں کامیاب نہ ہو سکا، اس کے پاس آ کر اس کو آواز دی، بلایا اور کہنے لگا: اپنے معبد خانے کا دروازہ کھولو، لیکن اس راہب نے اس کی اس پکار کا کوئی جواب نہ دیا، شیطان نے کہا: دروازہ کھول دو تو اچھے رہو گے، ورنہ اگر میں واپس چلا گیا تو آپ کو بڑی ندامت وپشیمانی اور حسرت کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن اس کے

Marfat.com

باوجود اس راہب نے دروازہ نہ کھولا، بلکہ اس کی طرف نظر التفات نہیں کی۔

کہتے ہیں: جب وہ واپس پلٹا تو اس کو راہب نے کہا: کیا تم سنتے نہیں ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں، ضرور سنتا ہوں تو راہب نے کہا:

مجھے بنو آدم کے اخلاق کے متعلق تو کچھ بتا جاؤ، تا کہ میں ان کے اخلاق کی اصلاح و درستی کر سکوں۔ تو اس نے جواب میں کہا کہ بنی آدم کو کہو کہ وہ غصے میں نہ آیا کریں، کیونکہ جب آدمی غصے میں آجاتا ہے تو ہم اس کو کھلونا بنا لیتے ہیں اور جیسے ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم اسے چلا لیتے ہیں برے برے کام لیتے ہوئے اسے اس طرح الٹ پلٹ کرتے ہیں، جیسے چھوٹے بچے گیند کو مارتے اور الٹ پلٹ کرتے ہیں اس لیے بنو آدم کو چاہیے کہ وہ اپنے غصے پر کنٹرول کریں۔

اور کسی آدمی نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا:

اے میرے بیٹے! غصہ مت کر، کیونکہ غصہ کرنے والے شخص کی عقل درست نہیں رہ سکتی جس طرح زندہ و جاوید شخص کی روح بھڑکتے تنوروں میں ثابت نہیں رہ سکتی اور جن لوگوں میں غصہ کم ہوتا ہے وہ زیادہ عقل مند اور دانا ہوتے ہیں اور جن لوگوں میں غصہ زیادہ ہوتا ہے ان میں عقل کم ہوتی ہے اور اگر یہ غصہ دنیا کے لیے ہو تو یہ جہالت و مکاری ہوتا ہے اور اگر آخرت کی فکر کے لیے ہو تو یہی غصہ علم اور حلم ہوتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے:

"اَلْغَضَبُ عَدُوُّ الْعَقْلِ"

غصہ عقل و دانش کا ابدی دشمن ہے۔

"وَالْغَضَبُ غَوْلُ الْعَقْلِ"

"اور غصہ عقل و بصیرت کو بہکا دیتا ہے۔"

(۴) غصہ کرنے والے شخص پر غصے کا چوتھا اثر یہ ہوتا ہے کہ یہ آدمی کو اس قعر مذلت میں ڈال دیتا ہے جس سے آدمی کو معذرت کرنی پڑتی ہے، غصہ کرنے والے شخص سے

Marfat.com

ایسے ایسے کام ہو جاتے ہیں جن کا ادراک و شعور تک بھی نہیں ہوتا اور آدمی جب اس صورت حال سے دو چار ہوتا ہے تو پھر ایسے کام بھی کر بیٹھتا ہے جن کے کرنے کے بعد اس کو معذرت کرنی پڑتی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے کاموں کے ارتکاب سے منع فرمایا ہے جن کے کرنے کی وجہ سے آدمی اس قعر مذلت میں چلا جائے، جہاں پر اس کو معذرت کرنی پڑے، آپ نے فرمایا:

((اِيَّاكَ وَكُلَّ مَا يُعْتَذَرُ مِنْهُ)) ①

''اپنے آپ کو ہر اس کام سے بچاؤ جس سے معذرت کرنی پڑے۔''

اور بعض لوگوں نے کہا ہے:

''اِيَّاكَ وَالْغَضَبَ فَاِنَّهٗ يَصِيْرُكَ اِلٰى ذِلَّةِ الْاِعْتِذَارِ''

اپنے آپ کو غصے سے بچاؤ کیونکہ غصہ انسان کو ایسے کاموں کی طرف لے جاتا ہے جن سے آدمی کو معذرت کرنی پڑتی ہے۔

⑤ غصہ کرنے والے شخص پر اس کا پانچواں اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو مختلف قسم کے شدید عذابوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، غصہ کرنے والا شخص بہت زیادہ غلطیوں کا ارتکاب کرتا ہے، معاصی اور گناہوں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے اور یہی گناہ اور نافرمانیاں انسان کے لیے دنیا و آخرت کے مختلف عذابوں کو واجب قرار دے دیتی ہیں۔ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا﴾

''اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے منہ پھیرے گا وہ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔'' (الجن: ١٧)

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ (طٰهٰ: ١٢٤)

① سلسلة الصحيحه: ٣٥٤۔

Marfat.com

''اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہوجائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کرکے اٹھائیں گے۔''

اور سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب آپ سے سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے سوال کیا:

مَا يُنْقِذُنِيْ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ؟ قَالَ: «لَا تَغْضَبْ» [1]

(اے اللہ کے رسول!) کون سی چیز ہے جو مجھے اللہ کے غضب سے محفوظ کر سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''غصہ نہ کیا کر۔''

امام عراقی فرماتے ہیں: اس کی سند حسن ہے۔

② غصے کے وہ اثرات جو آدمی کے اسلامی کاموں پر اثر انداز ہوتے ہیں

غصہ کرنے سے انسان کے اسلامی کاموں پر مرتب ہونے والے چند ایک اثرات درج ذیل ہیں۔

① غصہ کرنے والے شخص کی نصرت وتائید کرنے والے دوست واحباب کا دائرہ کار تنگ پڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نفوس انسانیہ میں اس قدر مضبوطی اور قوت رکھی ہے کہ یہ بڑے بڑے اصحاب عقل وخرد، دانش وروں اور مضبوط فیصلہ کرنے والے لوگوں کو بھی اپنے تصرفات میں لے آتے ہیں اور وہ لوگ پھر ان کے اردگرد اور ان کی نصرت وتائید میں پیش پیش ہوتے ہیں اور وہ اپنی بساط اور طاقت کے مطابق ان کی مدد بھی کرتے رہتے ہیں، مگر یہ کیسے ممکن ہے صرف اور صرف محبت اور الفت کے ساتھ ہی یہ سارا کچھ ممکن ہے اور سخت مزاج، ترش رو اور ذرا ذرا سی باتوں پر غیظ وغضب میں آنے والے آدمی سے ہر شخص پہلو تہی اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے اور خاص طور پر وہ لوگ جو دین کا کام کرنے والے ہیں اگر وہ غصہ کرنے والے، سخت طبیعت ہوں اور ذرا ذرا سی باتوں پر ہوا میں اڑنے لگتے ہوں اور ہر آدمی کو فوراً سختی کے ساتھ جواب دینے والے ہوں اور غصہ کے انجام اور عواقب

[1] مسند احمد: ۲/ ۱۷۵۔

Marfat.com

سے نا آشنا ہوں تو لوگ ایسے عالمین کو قطعاً قبول نہیں کرتے اور نہ ہی کوئی ان کی نصرت و تائید کرتا ہے جس سے دینی معاملات میں رخنے اور دراڑیں پڑنی شروع ہو جاتی ہیں اور کوئی ان کی معاونت کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتا جس سے دین کا کام رک جاتا ہے۔

(۲) غصہ کرنے والے شخص کی وجہ سے معاشرے اور قوم کے اندر افتراق پڑ جاتا ہے۔ یہ دوسرا امر ہے جو غصے کی وجہ سے اثر انداز ہوتا ہے جو باہمی اخوت و محبت کے مفقود ہونے کا باعث بنتا ہے اور معاشرتی اور انفرادی وحدت و جمعیت تار تار ہو جاتی ہے، کیونکہ اپنی ذات کے لیے غصے میں آ جانا ایک ایسا عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہیں، بلکہ غیر اللہ کے لیے ہے اور ہر وہ عمل جو رضائے الٰہی کو چھوڑ کر ہو، یعنی غیر اللہ کے لیے ہو تو اس کے نتائج میں محبت و مودت کی امید نہیں رکھی جا سکتی یا پھر وہاں پر یہ سوچ ہو کہ ہمارا باہمی رابطہ مضبوط ہو جائے گا، ہرگز نہیں بلکہ معاملہ اس کے برعکس اور الٹ ہوگا اور پہلی جو تھوڑی بہت محبت و مودت تھی وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔

(۳) عمل اسلامی پر غصہ کی وجہ سے تیسرا اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ دعوت و تبلیغ کا راستہ طویل اور تکالیف بڑھ جاتی ہیں۔ غصہ کرنے کی وجہ سے اسلامی کاموں پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان میں سے تیسرا یہ ہے کہ ایسے شخص کے لیے دین کا کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور دعوت دین کے راستے بڑے طویل اور پر پیچ ہو جاتے ہیں اور دعوت دین کا کام کرتے وقت دشواریاں، تکالیف اور مصائب و آلام بہت زیادہ ہو جاتے ہیں اور یہ ایک فطری امر ہے کہ جب نصرت و تائید کرنے والے دوست و احباب کم ہوں گے اور ساتھ ساتھ وحدت بھی پارہ پارہ ہو گی تو پھر ان دونوں چیزوں کی انتہا یہی ہو گی کہ دعوت دین کا راستہ طویل سے طویل تر ہوتا چلا جائے گا اور اسی طرح مشکلات اور تکالیف کا ایسا سیل رواں ہوگا کہ جس کا تھمنا نا ممکن ہوگا۔

Marfat.com

غصے کا علاج

غصے کی ماہیت، غصے کے متعلق اسلام کے موقف کی حقیقت اور اس پر برانگیختہ کرنے والے اسباب، غصہ کرنے والوں پر اس کے اثرات اور اسلامی کاموں پر اس کے بھیانک نتائج پر بھرپور واقفیت حاصل کر لینے کے بعد اب ہمارے لیے اس کا علاج اور بچاؤ کے طریق کار و تدبیر بڑی ہی سہل اور آسان ہو چکی ہیں اور غصے سے محفوظ رہنے کے مختلف طریقے ہم اختصار کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

(۱) غصے سے بچنے کا پہلا طریقہ

غصے کی آگ میں جلنے والوں یا دینی و دنیاوی اسلامی کاموں پر غصے کے مضر اثرات اور ہلاکت خیز انجام کار کو گہری بصیرت کے آئینے میں دیکھنے سے آدمی اس مضر بیماری سے محفوظ رہ سکتا ہے، کیونکہ یہی فکر انسان کے اندر ایک قسم کی حرکت پیدا کرتی ہے اور پھر یہ حرکت غصے کے طریقہ علاج پر ہی نہیں ابھارتی، بلکہ اس زہر آلود بیماری سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے۔

(۲) غصے سے بچنے کا دوسرا طریقہ

غصے سے بچاؤ کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آدمی لڑائی جھگڑے اور غلط مذاق کرنے سے پرہیز کرے۔ جس آدمی نے ان چیزوں پر ہمیشگی کر لی اس نے اپنے آپ کو غصے سے محفوظ کر لیا ہے۔

(۳) غصے سے بچنے کا تیسرا طریقہ

غصے سے محفوظ رہنے کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ آدمی دوسروں پر ظلم و زیادتی دوسروں

Marfat.com

کے حقوق کو غصب کرنا اور شب خون مارنا اس سے اپنے دامن کو صاف رکھے، کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جو آدمی کو انتقامی کارروائی پر ابھارتی ہے اور جس کے ساتھ ظلم وزیادتی ہو وہ ایک حد تک تو برداشت کرتا ہے پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ انتقام لینے پر تل جاتا ہے اور غصے کی اس بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھانے کے لیے ہر طرح کے ذرائع بھی بروئے کار لاتا ہے۔

④ غصے سے بچنے کا چوتھا طریقہ

غصے سے محفوظ رہنے کا چوتھا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے دل اور قول وکردار سے انانیت، غرور وتکبر اور نخوت جیسی موذی بیماریوں کو نکال کر اپنی شخصیت کو تواضع، عاجزی اور انکساری جیسے عظیم زیور سے آراستہ کرے اور یہ تواضع ایسی قیمتی دولت ہے جن لوگوں کو میسر آجاتی ہے ان کو دیکھ کر بڑے بڑے غصہ کرنے والے معروف لوگ بھی اپنے خطوط سیدھے کر لیتے ہیں اور اپنے دل کی ویران بستیوں کو ان امراض سے بچا لیتے ہیں اور غصے جیسی قبیح حرکت سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیتے ہیں۔

⑤ غصے سے بچنے کا پانچواں طریقہ

غصے سے بچاؤ کا پانچواں طریقہ یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت یا گروہ کا قیام وجود میں لایا جائے جن کی ذمہ داری ہی غصے سے معروف لوگوں کی اصلاح ہی ہو، کبھی ان کو نصیحت کریں، کبھی ان کے اس عمل کا انکار کر کے ان کی عادات چھڑائیں، کبھی ان کو خوف دلا کر اس سے دور کریں، کبھی انھیں ثواب اور اجر کا طمع اور لالچ دیں اور کبھی ان کو تعلقات ختم کرنے کی دھمکی دے کر اس بیماری سے بچائیں۔

ایسی جماعت کا قیام بہت زیادہ لوگوں کے لیے غصے سے نجات کا باعث ہی نہیں، بلکہ یہ جماعت غصے سے محفوظ رہنے کے لیے بہت بڑی مضبوط بنیاد ثابت ہوگی۔

⑥ غصے سے بچنے کا چھٹا طریقہ

غصے سے بچاؤ کا چھٹا طریقہ یہ ہے کہ آدمی لوگوں کو ان منازل پر رکھے جن پر وہ فائز ہیں اور عزت وتوقیر کے حوالے سے ان کا حق ان کو دے اور انھیں ایسے اوصاف سے

Marfat.com

متصف کرنے سے اجتناب کرے جو ان کے لائق اور شایانِ شان نہ ہوں، اگر آدمی اس فارمولے پر بھی عمل پیرا ہو جائے تو وہ غصے جیسی مضر بیماری سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

⑦ غصے سے بچنے کا ساتواں طریقہ

غصے سے بچاؤ کا ساتواں طریقہ یہ ہے کہ آدمی پرانی دشمنیاں اور انتقامی کارروائیوں سے باز رہے، کیونکہ جب آدمی اس سے بچ جاتا ہے تو یہی چیز اس آدمی کو اس پر خطر بیماری میں واقع ہونے سے بچا لیتی ہے۔

⑧ غصے سے بچنے کا آٹھواں طریقہ

غصے سے بچاؤ کا آٹھواں طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنی غصے والی حالت کو تبدیل کرے، مثلاً وضو کرے، غسل کرے، اگر کھڑا ہے تو پھر بیٹھ جائے، اگر بیٹھا ہوا ہے تو لیٹ جائے اور کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، دعا کرے، توبہ استغفار کرے، اللہ تعالیٰ کی مدح سرائی اور حمد و ثنا بیان کرے اور شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔

اسی بات کی طرف نبی کریم ﷺ ہماری راہ نمائی فرمائی ہے، جیسا کہ سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اِسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ عِنْدَهُ جُلُوْسٌ وَاَحَدُهُمَا يَسُبُّ صَاحِبَهُ مُغْضِبًا، قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ، لَوْ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ» فَقَالُوْا لِلرَّجُلِ: اَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُوْلُ النَّبِيُّ ﷺ؟ فَقَالَ: اِنِّيْ لَسْتُ بِمَجْنُوْنٍ"[1]

نبی کریم ﷺ کے پاس دو آدمی جھگڑ پڑے اور ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ان دونوں میں سے ایک دوسرے کو بڑے غیظ و غضب کے ساتھ گالیاں دے رہا تھا اور غصے کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا تو آپ نے

① صحیح البخاری، ٦١١٥۔

Marfat.com

اس کی حالت دیکھ کر فرمایا: ''میرے علم میں ایک ایسا کلمہ ہے اگر یہ شخص وہ کلمہ کہہ دے تو اس سے سارا غصہ چلا جائے گا اور اگر یہ کہہ دے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ تو اس کی ساری کیفیت ہی بدل جائے گی۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس آدمی سے کہا: تم نے سنا نہیں؟ جو نبی کریم ﷺ کہہ رہے ہیں۔ تو اس نے کہا: میں مجنون اور دیوانہ نہیں ہوں۔

اسی طرح ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا وَإِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ فِيْ قَلْبِ ابْنِ آدَمَ، أَمَا رَأَيْتُمْ إِلٰى حُمْرَةِ عَيْنَيْهِ وَانْتِفَاخِ أَوْدَاجِهِ، فَمَنْ أَحَسَّ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ فَلْيَلْصَقْ بِالْأَرْضِ)) ①

''خبردار! یقیناً غصہ ابن آدم کے دل میں ایک آگ کا انگارہ ہے، کیا تم اس کی آنکھوں کی سرخی اور اس کی رگوں کے پھولنے کی طرف نہیں دیکھ رہے اور تم میں سے جو شخص بھی ایسی حالت محسوس کرے اسے چاہیے کہ وہ زمین کے ساتھ چمٹ جائے۔''

اور ابو حرب بن ابو اسود سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا:

((اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَاِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَاِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ)) ②

''جب تم میں سے کسی شخص کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ بیٹھ جائے، اگر غصہ ختم ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر اسے چاہیے کہ وہ لیٹ جائے۔''

---

① سنن الترمذی: ۲۱۹۱۔

② صحیح، سنن أبی داود: ٤٧٨٢۔

Marfat.com

⑨ غصے سے بچنے کا نواں طریقہ

غصہ کرنے والا شخص اپنی اس غصے والی حالت کو یاد کرے کہ اس وقت وہ پاگل، دیوانے اور وحشی جانور کی طرح ہوتا ہے اور یہ چیز انسان کے لائق اور شایانِ شان نہیں ہے، کیونکہ اس کے رب نے اس کو بڑا خوبصورت تخلیق کیا ہے اور انسان کو پوری کائنات کی تمام مخلوقات پر فوقیت عطا فرمائی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتے ہیں:

﴿وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾ (الاسراء: ٧٠)

''اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔''

ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ (التین: ٤)

''ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔''

اگر انسان اپنی اس حالت کو یاد کر لے تو ہو سکتا ہے کہ یہ تذکیر غصہ کے علاج میں معاون ثابت ہو اور آدمی غصے سے محفوظ رہ جائے۔

⑩ غصے سے بچنے کا دسواں طریقہ

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی ضد بھی بنائی ہے تو آدمی غصے کے علاج کے لیے اپنی نفسانی قوت کو بروئے کار لائے جو اللہ تعالیٰ نے غصے کے مخالف اور ضد کے طور پر بنائی ہے اور وہ مجاہدۃ النفس ہے یعنی مادہ برداشت ہے اور انسان کو چاہیے کہ وہ اس کی طرف اپنی نظر کو مرکوز رکھے، کیونکہ یہی مجاہدہ قوت و شجاعت کی روشن اور واضح دلیل ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

«لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ» [1]

[1] صحيح البخاري: ٦١١٤۔

Marfat.com

''پہلوان وہ نہیں جو اپنے مدمقابل کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان اور وہ شخص ہے
جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے۔''

ایسے انداز اور اسلوب سے آدمی غصے کا علاج بڑی ہی آسانی سے کر لیتا ہے، بلکہ اس ہلاکت خیز بیماری سے بچ سکتا ہے۔

⑪ غصے سے بچنے کا گیارہواں طریقہ

غصے سے محفوظ رہنے کا گیارہواں طریقہ یہ ہے کہ آدمی اس اجر وثواب کو مدنظر رکھے جو اللہ تعالیٰ ایک مسلمان کو نفس پر قابو پانے کی وجہ سے اور غصے کو پی جانے اور برداشت کر لینے کی وجہ سے عطا فرماتے ہیں، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓىِٕرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ یَغْفِرُوْنَ﴾(الشوریٰ:۳۷)

''اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں
اور جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ سَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾

(آل عمران: ۱۳۳، ۱۳٤)

''اپنے پروردگار کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔''

Marfat.com

اور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

«مَنْ كَتَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلَى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ يُزَوِّجُهُ مِنْهَا مَا شَاءَ» [1]

''جس شخص نے غصے پر قابو پالیا، حالانکہ وہ اپنے اس غصے کو نافذ کرنے کی طاقت بھی رکھتا تھا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوقات کے سامنے بلائیں گے اور اسے اختیار عطا فرمائیں گے کہ جس بھی حورِعین سے اس کا جی چاہتا ہے اس سے شادی کر لے۔''

وہ شخص جس کے سامنے اتنے بڑے اجر وثواب روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں اس کے لیے غصے پر قابو پانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

⑫ غصے سے بچنے کا بارھواں طریقہ

غصے کے علاج کا بارھواں طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنی تمام تر زندگی قرآن وحدیث کے مطابق گزارنے کی کوشش کرے، کیونکہ انھیں دونوں چیزوں کے ساتھ ہی انسان کو راستہ متعین کرنے کی بصیرت ملتی ہے اور یہی دو چیزیں انسان کی تقویٰ والی تربیت کرتی ہیں اور یہی دونوں چیزیں انسان کی غصے سے نجات اور چھٹکارے میں مدومعاون ثابت ہوتی ہیں۔

⑬ غصے سے بچنے کا تیرھواں طریقہ

آدمی تاریخ کے دریچوں سے ایسی شخصیات کو مدنظر رکھے جو غصہ پر قابو پانے اور حلم ودرگزر کے زیور سے آراستہ تھیں، جیسا کہ سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ، عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر لوگ ہیں ان شخصیات کو سامنے رکھنے بھی انسان کافی حد تک اپنے غصے پر قابو پا سکتا ہے۔

① صحیح الجامع: ٦٥١٨؛ الترغیب والترھیب: ٣/ ٢٧٩۔

Marfat.com

⑮ غصے سے بچنے کا چودھواں طریقہ

انسان اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو غیظ وغضب کی بیماریوں سے شفایاب رکھے اور اس دل کے اندر اپنی رضا، رحمت اور اللہ کے بندوں پر شفقت کرنا ڈال دے، کیونکہ دعا ایک ایسا تیر ہے جو خطا نہیں جاتا، بلکہ دعا ہی عبادت ہے۔

Marfat.com

جن مواقع پر رسول اللہ ﷺ کو غصہ آیا

بلاشبہ نبی کریم ﷺ کی زندگی کے یہ گوشے ہمارے لیے مشعل راہ اور ذریعہ ہدایت ہیں اور ایسے روشن چراغ ہیں جو ہر راہِ ہدایت سے بھٹکنے والے شخص کے لیے ضلالتوں سے نکلنے کا ذریعہ ہیں اور آپ کی سیرت کے یہ پہلو ہر اس شخص کو مخاطب ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غافل ہو چکا ہے اور ہر اس شخص کو مخاطب ہیں جو بڑی ہی دیدہ دلیری کے ساتھ لوگوں کے سامنے اللہ کی نافرمانیاں کرتا ہے اور معصیتوں نے اس کی ملامت والی حس ختم کر کے رکھ دی ہے اس سنگین ترین صورتِ حال کو دیکھ کر کوئی دل ان کے لیے دھڑکنے کو تیار نہیں اور کوئی شخص ان کو برائی سے بچنے کی دعوت دینے کو تیار نہیں، آخر کیوں؟ اس لیے کہ لوگ اس کے غصے اور ترش مزاجی کی وجہ سے اس کے قریب آنے کو تیار نہیں۔

ہم آپ کے سامنے اسوۂ نبوی ﷺ سے بطورِ نمونہ آپ کی پاکیزہ اور نفیس سیرت کے اس ان پہلوؤں کو پیش کر رہے ہیں، جن میں آپ کو غصہ آیا ان موقعوں کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح کر لیں، کیونکہ بسا اوقات ایسے ہوتا ہے کہ بڑے بڑے غافل لوگ، جن کے دل کتاب وسنت کی روشنی سے بالکل خالی ہوتے ہیں، وہ بھی عمل کے رستے پر چل پڑتے ہیں اور ایسے مواقع جہاں پر آپ ﷺ کو انتہائی غصہ آیا آج ہمارے معاشرے میں لوگ بڑی دیدہ دلیری اور ڈھٹائی سے وہ کام کر رہے ہیں، حالانکہ وہ اکثر جانتے بھی ہوتے ہیں کہ یہ گناہ ہے، مثال کے طور پر کتنے ایسے لوگ ہیں جو اپنے گھروں کے اندر تصاویر بڑی ہی سنبھال کر رکھتے ہیں، اسی طرح اپنے گھروں اور دوکانوں کی دیواروں پر آویزاں کرتے ہیں اور پھر بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہیں، حالانکہ وہ

Marfat.com

جانتے ہیں کہ یہ معصیت اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور ایسی چیز یا ایسا عمل ہے جس کی وجہ سے رحمت کائنات ﷺ بھی غصے میں آگئے اور آپ نے اس کے متعلق یہ خبر دی:

((اِنَّ الْمَلَآئِکَةَ لَا تَدْخُلُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ وَلَا صُوَرٌ)) [1]

''جس گھر کے اندر کتا اور تصویریں ہوں اللہ کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔''

اس کے باوجود کتنے مسلمان اس برے عمل اور آپ کی نافرمانی پر اڑے ہوئے ہیں، کتنے مسلمان ایسے ہیں جو نماز باجماعت کا اہتمام نہیں کرتے، حالانکہ وہ جانتے بھی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں کے متعلق جو نماز باجماعت سے پیچھے رہ جاتے ہیں سخت غصے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میرا جی چاہتا ہے میں ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں، لیکن اس کے باوجود لوگ کس قدر غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بڑے گناہ ہیں جن میں پڑ کر بہت سارے لوگ زندگی گزار رہے ہیں، جب کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول وفعل سے ایسی معصیتوں کا ارتکاب کرنے سے منع فرمایا ہے، کوئی ہے جو آپکی اقتدا اور پیروی کرنے والا ہو؟

یہاں پر ایک اور ایسی چیز ہے جس کی اہمیت وافادیت سابقہ چیزوں سے کوئی کم نہیں ہے کہ ہم آپ ﷺ کی اعلیٰ اور بلند پایہ زندگی سے دروس اور عبرتیں حاصل کریں، آپ کے ہر قول، فعل اور زندگی کے ہر جزو سے استفادہ کریں، جیسے ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے غصے والے پہلو کو واضح طور پر دیکھ رہے ہیں اور اس سے مستفاد اور مستنبط مسائل سے آگاہ ہو رہے ہیں اور اپنی شریعت اور منہج کے لیے ان پہلوؤں سے فائدہ اور معاونت لے رہے ہیں۔

[1] صحیح البخاری: ٥٩٦١۔

Marfat.com

تصویریں بنانے والے سخت ترین عذاب سے دوچار ہوں گے

عصر حاضر میں تصویریں بنانا مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے نزدیک بڑا اہم کام ہے، ان کی کوئی خوشی اس وقت تک خوشی نہیں سمجھی جاتی جب تک وہ مصوروں کو اپنے اس پروگرام پر نہ بلالیں اور سیر وسیاحت کے سفروں پر بھی نکلتے وقت تصویر کشی ان کا محبوب ترین مشغلہ ہوتا ہے اور زندگی کے مختلف شعبے ایسے ہیں جہاں پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے، ہماری معیشت ومعاشرت، ذرائع آمدنی اور خرید وفروخت کے معاملات تصویروں کے بغیر ممکن نہیں ہیں، آج ہم اپنے معاشرے کی طرف نظر دوڑائیں تو قدم قدم پر عریاں لڑکیوں کی تصویریں آویزاں ہیں، سائن بورڈ لگے ہوئے ہیں، بڑے بڑے شاپنگ سنٹروں، تجارتی مراکز اور دوکانات کے سامنے مردوں، عورتوں اور بچوں کے سٹیچو کھڑے دکھائی دیتے ہیں اور یہ نظریات افکارات بن چکے ہیں کہ ان کے بغیر ہمارے کاروبار نہیں چلتے، ان کے بغیر ہماری دوکان نہیں چلتی، حتی کہ یہ بیماری اس قدر ہمارے دل ودماغ میں سرایت کر چکی ہے اور اس قدر لوگ ان کے عادی ہو چکے ہیں کہ وہ ان کو گناہ ہی نہیں سمجھتے، اس کبیرہ گناہ کی حرمت کا تصور ہی سوچ وفکر سے مٹ چکا ہے حتی کہ لوگ بڑی خوشی کے ساتھ اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ تصویریں بناتے اور اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی بڑی ڈھٹائی اور سینہ زوری سے کرتے ہیں اور خالق کائنات کے غیظ وغضب اور غصے کو دعوت دیتے ہیں۔

ہر وہ شخص جو اس خطرناک اور سنگین بیماری کا شکار ہے اور اس فعل قبیح سے باز نہیں آتا، اپنی اصلاح اور تربیت نہیں کرتا اور اس پر خطر فعل کو معمولی سمجھ کر زندگی گزار رہا ہے، اس کے سامنے ہم رسول اللہ ﷺ کا اسوہ اور نمونہ پیش کر رہے ہیں کہ ان تصویروں کو دیکھ

Marfat.com

کر نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا تھا، تا کہ اس کبیرہ گناہ کی سنگینی کھل کر ہمارے سامنے آجائے اور ہم اپنی زندگی کے خطوط بدل لیں، یہ وہ خطرناک جرم ہے جس کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ کا چہرہ پر انوار بھی غصے سے متغیر ہو گیا تھا، لیکن آج مسلمان اس معاملے کو انتہائی ہلکا سمجھ کر چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

”دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَفِي الْبَيْتِ قِرَامٌ فِيْهِ صُوَرٌ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهٗ ثُمَّ تَنَاوَلَ السِّتْرَ فَهَتَكَهٗ وَقَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «اِنَّ مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُصَوِّرُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ» ①

نبی کریم ﷺ میرے گھر کے اندر تشریف لائے، وہاں گھر کے اندر ایک پردہ لٹکا ہوا تھا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں، ان تصویروں کو دیکھ کر آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، پھر آپ نے وہ پردہ پکڑا اور اس کو پھاڑ ڈالا۔ ام المومنین فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن ان لوگوں پر سب سے سخت عذاب ہوگا جو یہ تصاویر بناتے ہیں۔“

ایک دوسری روایت میں ہے:

”انها اِشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفَتْ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ وَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ وَإِلٰى رَسُوْلِهٖ مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ قَالَ: «مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟» فَقَالَتْ: اِشْتَرَيْتُهَا لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ» وَقَالَ: «إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَآئِكَةُ» ②

① صحیح البخاری: ٦١٠٩۔ ② صحیح البخاری: ٥٩٦١۔

Marfat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ایک گدا خریدا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گے اور اندر داخل نہ ہوئے تو انہوں (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) نے ان کے چہرے پر کراہت کے اثار دیکھے تو عرض کرنے لگیں: یا رسول اللہ! میں نے جو غلطی کی ہے اس کی اللہ سے اس کے رسول کے سامنے معافی مانگتی ہوں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ گدا کس لیے ہے؟'' تو میں نے عرض کیا کہ آپ کے بیٹھنے اور ٹیک لگانے کے لیے خرید کر لائی ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان مورتیوں کو بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور انھیں کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے پیدا کیا ہے اس کو زندہ بھی کر کے دیکھا۔'' اور فرمایا: ''اللہ کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں تصویریں ہوں۔''

تصویر بنانے پر اس قدر سخت وعید ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نے اپنی زبانِ نبوت سے بیان فرمائی ہے، اس لیے ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو اس گناہ میں لتھڑا ہوا ہے اور تصویر کشی کے ناگزیر معاملے میں ملوث ہے، تصویروں سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اپنے گھر کی دیواروں کے ساتھ لٹکاتا ہے، حالانکہ ان کی کوئی مجبوری بھی نہیں ہے، اس کو چاہیے کہ وہ اپنے خالق حقیقی، مالک ارض وسما سے اپنے اس عظیم گناہ کی معافی مانگے اور اس بات کو بھی اپنے دل ودماغ میں جگہ دے کہ اس گناہ پر مصر رہنے والے شخص پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی زیادہ غصے کا اظہار کیا ہے اور وہ اس بات کو نہ بھولے کہ ایک وقت آئے گا وہ شخص اس آیت کریمہ کا مصداق ضرور ٹھہرے گا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور: ٦٣)

''ان لوگوں کو ڈر جانا چاہیے جو اس (اللہ اور اس کے رسول) کی حکم عدولی کرتے ہیں کہ ان کو فتنے کا سامنا کرنا پڑ جائے یا دردناک عذاب سے دو چار ہونا پڑے۔''

Marfat.com

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① اس حدیث سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ جب دینی امور کی مخالفت ہو رہی ہو تو ایسی صورت میں غصے میں آنا جائز ہے، یہی بات رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا تھا اور نہ ہی کبھی غصہ کیا تھا، لیکن جب حدود اللہ کی حرمت کو پامال کیا جاتا تو اس وقت آپ کا چہرۂ مبارک غصے سے سرخ ہو جاتا اور آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا، یہاں پر بھی آپ کا یہی کردار ہے کہ اس معصیت اور گناہ کے سامنے اللہ کے نبی ﷺ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے، اس قدر شدید غصہ آیا کہ آپ کا چہرہ غصے سے متغیر ہو گیا۔ ہم پر بھی واجب ہے کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کو اپنائیں کہ جب اس طرح کی صورت حال دیکھیں تو اللہ کی خاطر غصے میں آجائیں اور ان کو روکیں نہ کہ خود تصویروں کے دل دادہ بن کر اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کریں۔

② احکامِ شرعیہ کی مخالفت کرنے والے شخص کو استطاعت اور طاقت کے مطابق روکنا واجب ہے، اگرچہ وہ مخالفت جان بوجھ کر اور ارادۃً نہ کی جا رہی ہو، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں تھا کہ وہ ایسے فعل کا ارتکاب کرتی کہ جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہو کیونکہ غلط اور حرام چیز کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کے ارادے کے بغیر جہالت کی بنیاد پر بھی ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود اس وقت لوگوں کو برائی سے روکنا ضروری ہے۔

③ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اپنے اہل وعیال اور بیوی بچوں پر اس قدر کنٹرول ہو کہ ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وعظ کرنے میں کوئی دقت نہ ہو اور گاہے بگاہے ان کو نصیحت کرتا رہے اور احکامِ شرعیہ کا پابند بناتا رہے، تا کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھر کے اندر کوئی ایسی چیز داخل نہ ہو سکے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

Marfat.com

④ یہ فرمانِ نبوی ﷺ اس آدمی کی بات کو رد کرنے کے لیے بڑی قطعی دلیل ہے جو یہ کہتا ہے کہ تصویریں بنانا یہ معمولی چیزوں میں سے ہے، اسلام نے اس پر اتنا سخت موقف نہیں اپنایا جتنا لوگوں نے کر دیا ہے، تصویروں کو معمولی کہنے والوں کو یہ نظر نہیں آتا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کس قدر ڈانٹا اور پھر اس موقع پر جب کہ آپ ایک غزوے سے واپس آئے تھے، جیسا کہ یہ بات دوسری روایات سے ثابت ہوتی ہے آپ نے یہ نہیں سوچا کہ ابھی تو میں سفر سے واپس آرہا ہوں، چلو کچھ دیر ٹھہر کے بات کرلوں گا، نہیں، بلکہ آپ نے ڈانٹا بھی اور تصویروں کو پھاڑ بھی ڈالا اس لیے ایسا موقف اختیار کرنے والے میرے بھائیو! اور تصویروں کے معاملے میں نرمی رکھنے والو! غور وخوض اور تدبر کرو اور اپنے آپ کو غافلوں میں شامل مت کرو۔

⑤ دیوار کے بعض حصے کو یا ساری دیوار کو پردے کے ساتھ ڈھانپنے کا جواز مل رہا ہے۔

⑥ یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے تصاویر کی تمام تر اقسام کی حرمت پر دلالت کرتی ہے، وہ تصویر چھوٹی ہو یا بڑی، سائے دار ہو یا بغیر سائے کے، ہاتھ سے بنی ہوئی ہو یا کیمرے سے، جب وہ ذی روح کی تصویر ہے تو وہ ہر حال میں حرام ہے۔

⑦ تصویروں کے ساتھ مشغول ہونا یا تصویریں بنانا جب وہ ذی روح چیزوں کی ہوں تو وہ حرام ہیں، اسی طرح تصویروں کا کام اور تجارت وغیرہ کرنا بھی حرام ہے، یہ تو اس حدیث نبوی سے روزِ روشن کی طرح عیاں اور واضح ہے۔

⑧ گھروں میں تصویریں رکھنا، دیواروں پر لٹکانا اور نمود ونمائش کے لیے رکھنا کلی طور پر یہ کام حرام ہے۔

⑨ تحقیر شدہ تصاویر استعمال کرنے میں یہ شرط ہے کہ ان کے نشانات کو بدل دیا جائے، تاکہ تصویر کی اصلی ہیئت وکیفیت واضح نہ ہو، بلکہ مسخ ہو جائے جیسے رسول اللہ ﷺ نے اس پردے پر بنائی گئی تصویروں کو ختم کر ڈالا تھا۔

Marfat.com

فوائد

① پہلے جوبات تصویر کے حوالے سے گزری ہے وہ ان تصاویر کے متعلق ہے جن کی کوئی حاجت وضرورت نہیں ہوتی، فقط ذوق وشوق سے بنوائی جاتی ہیں، ہاں وہ تصاویر جن کے بغیر کوئی چاہ کی رہی نہیں ہے جس طرح شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور تعلیمی اسناد وغیرہ جن چیزوں کی حکومتی حوالے سے ضرورت پڑتی ہے اور آدمی ان چیزوں کا محتاج رہتا ہے یا کالج، یونیورسٹی اور بیرون ملک سفری ضرورتوں کے پیش نظر بنوائی جاتی ہیں وہ جائز ہیں، لیکن یہ اباحت کا حکم مقید ہے قطعی ضرورت کے ساتھ، قطعی ضرورت کے علاوہ تصویر کا حکم کلی طور پر حرام ہے۔

② آج کل بعض لوگوں نے اپنے پیروں کی تصاویر خاص طور پر اپنی گاڑیوں، مکانوں اور دُکانوں میں بطور برکت کے لٹکائی ہوتی ہیں اور عقیدہ یہ ہے کہ جناب یہ سب کچھ پیر صاحب کے مرہونِ منت ہے، ان کی نیاز مندی اور عطا ہے تو بھائیو! ایسی کیفیت کو شریعت اسلامیہ نے سراسر کفر اور شرک گردانا ہے، کیونکہ تصویر بنانا تو عام حالت میں حرام ہے اور تصویر بنانے والا شخص لعنتی ہے تو ایسی تصویریں بنانا اور لٹکانا تو بالاولیٰ حرام ہے۔

Marfat.com

ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا اور تصویریں ہوں

اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ اندھی تقلید کے دل دادہ مسلمانوں کی اس ناگفتہ بہ صورتِ حال کے مقابلے میں کیا کہوں جس نے ان کو نفیس ترین اور عمدہ و پاکیزہ زندگی سے نکال کر مغرب کے کافروں کے ساتھ ملا دیا ہے، کس قدر تکلیف دہ اور چونکا دینے والا سلسلہ ہے کہ ایک آدمی کلمہ بھی پڑھتا ہے اور اپنے گھر میں کتے بھی پالتا ہے اور وہ اس بات سے بخوبی آگاہ بھی ہے کہ یہ ایسا معاملہ ہے جس نے اللہ کے رسول ﷺ کو ایک دن سخت غصہ دلا دیا تھا، بلکہ جبریل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے گھر میں داخل ہونے سے رک گئے، سبب یہ تھا کہ آپ کے گھر میں کتا موجود تھا۔

اس لیے جو لوگ مغرب کے کافروں کی پیروی کرتے ہوئے اپنے گھروں میں کتے پالتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اس خطرناک معاملے سے باز آ جائیں، کتے کو پالنے کے متعلق یا جس گھر میں کتا موجود ہو اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور آپ کا فرمان پیش کر رہے ہیں، تاکہ مسلمان اپنے اس قبیح فعل سے باز آ جائیں اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کی مخالفت کر رہے ہیں اس کے سامنے اس کی حقیقت کھل کر واضح ہو جائے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”وَاعَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي سَاعَةٍ يَأْتِيْهِ فِيْهَا، فَجَاءَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَأْتِهِ، وَفِيْ يَدِهِ عَصًا، فَأَلْقَاهَا مِنْ يَدِهِ، وَقَالَ: «مَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَلَا رُسُلُهُ» ثُمَّ الْتَفَتَ،

Marfat.com

فَإِذَا جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيْرِهِ، فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ، مَتٰى دَخَلَ هٰذَا الْكَلْبُ هَاهُنَا؟» فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ، مَا دَرَيْتُ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ، فَجَاءَ جِبْرِيْلُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «وَاعَدْتَنِيْ فَجَلَسْتُ لَكَ فَلَمْ تَأْتِ» فَقَالَ: «مَنَعَنِي الْكَلْبُ الَّذِيْ كَانَ فِيْ بَيْتِكَ، إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ» ①

رسول اللہ ﷺ سے جبریل امین علیہ السلام نے وعدہ کیا کہ میں فلاں وقت میں آپ کے پاس آؤں گا، وہ وقت آ گیا لیکن جبریل علیہ السلام نہیں آئے، آپ کے ہاتھ میں لاٹھی تھی، آپ نے اس لاٹھی کو پھینک دیا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کا پیغام لانے والا (جبریل علیہ السلام) وعدہ خلافی نہیں کرتا۔'' اسی اثنا میں آپ کی نظر اپنی چارپائی کے نیچے پڑی، اس کے نیچے ایک چھوٹا سا کتے کا بچہ تھا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! یہ کتا یہاں پر کب داخل ہوا تھا؟'' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتی کہ یہ کتا کب داخل ہوا؟ آپ نے اس کتے کو نکالنے کا حکم دیا، ابھی کتا نکالا ہی تھا کہ (آسمان سے) جبریل امین علیہ السلام تشریف لے آئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے جبریل! آپ نے میرے ساتھ عہد و پیمان کیا تھا، میں آپ کے انتظار میں بیٹھا رہا، لیکن آپ آئے نہیں؟'' تو جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا: ''مجھے تو آپ کے گھر میں جو کتا تھا اس نے روکے رکھا ہے، کیونکہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا اور تصویریں ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ کا اس مسئلہ میں کیا اسوۂ حسنہ اور سیرت و کردار ہے اس پر خوب غور و خوض اور فہم و بصیرت کے بعد ہر اس مسلمان پر ضروری ہے جس نے بغیر کسی ضرورت کے اپنے گھر میں کتا پالا ہوا ہے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی توبہ کرے

① صحیح مسلم: ۲۱۰۴۔

Marfat.com

اور آئندہ نہ کرنے کا مستقل عزم وارادہ کرے، زیب وزینت اور تفاخر کے لیے کتوں کو پالنا یہ قبیح ترین عادت بے دین مغرب کے کافروں کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہے۔

آج کا مسلمان اس قدر مغربی معاشرے کی تقلید کر رہا ہے کہ اگر وہ کتے پالتے ہیں تو ان نادانوں نے بھی کتے پالنے شروع کر دیے ہیں تو باقی پیچھے کیا رہ گیا ہے؟

نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین سے غفلت برتنے والو! دین حنیف سے پہلو تہی اختیار کرنے والو! مغرب کے نقالو! کیا تمھارے پاس ایسی فہم وفراست اور بصیرت ہے، تمھارے دلوں کے اندر دین اسلام کی طرف پلٹنے کے لیے غیرت وحمیت ہے؟ تو پھر چھوڑو مغرب کی اندھی تقلید کو، پھر چھوڑو یہود ونصاریٰ کے نجاست بھرے معاشرے کو اور اسلام کی صاف شفاف اور نکھری تعلیمات کو اپناؤ اور کتوں سے اپنی جان چھڑاؤ اور دین کے داعیو اور مبلغو! کیا تمھارے پاس ایسی بیدار مغز ذہانت وفطانت ہے کہ جس کو بروئے کار لا کر تم اپنے معاشرے کو مغرب کی ہلاکت خیز تقلید سے بچا سکو۔

اور اگلی بات میں ان کتے پالنے والوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ اے میرے غافل بھائیو! تغافل یا تجاہل عارفانہ سے کام لینے والو! تم بڑی جرأت اور دیدہ دلیری کے ساتھ اس گناہ اور معصیت کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اللہ کے مقرب فرشتوں کی معیت سے محروم کر رہے ہو اور اس عظیم سعادت اور برکت کو اپنے دامنوں میں سمیٹنے سے انکار کر رہے ہو اس لیے اللہ کی خاطر اپنی ان بدعنوانیوں کو چھوڑ یے اور اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی اعلیٰ واقدس سیرت کی روشنی میں اپنی زندگی کے خطوط متعین کیجیے جس کے نتیجے میں آسمان کا رب آپ کو ہر طرح کے غموں اور پریشانیوں سے بھی نجات عطا فرمائے گا اور دنیا وآخرت کی سعادتیں اور بھلائیاں آپ کے مقدر میں ہوں گی ان شاء اللہ

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① اس حدیث نبوی ﷺ سے یہ مسئلہ ثابت ہو رہا ہے کہ جب انسان پر کٹھن حالات اور دشوار ترین گھڑی ہو یا کوئی نقصان ہو گیا ہو یا پھر انسان کو کوئی خطرناک قسم کا غم

Marfat.com

اور دکھ وغیرہ پہنچا ہو تو ایسی صورت میں اس کو چاہیے کہ وہ اس کے سبب کی طرف غور وخوض کرے کہ میرے اوپر اس قدر سخت، پُر پیچ اور سنگین ترین مصیبت کیوں آن پڑی ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے کیا اور کتے کو گھر سے قصداً نکالا اور ایک دوسری روایت میں اس کی صراحت موجود ہے، سیدہ میمونہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پورا دن جبریل علیہ السلام کے نہ آنے کی وجہ سے رنجیدہ خاطر اور پریشانی کے عالم میں رہے، حتی کہ آپ نے چارپائی کے نیچے کتے کا بچہ دیکھا تو اسے باہر نکالنے کا حکم دیا، اس کتے کے بچے کو گھر سے نکال دیا گیا۔

② اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور فرشتے وعدے کی پاس داری میں بہت مضبوط ہیں، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:
﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾ (النساء: ١٢٢) ''اللہ سے بڑھ کر کون قول وقرار میں سچا ہو سکتا ہے۔''
لیکن بسا اوقات کوئی چیز کسی شرط کے ساتھ مشروط ہوتی ہے، جیسا کہ جبریل علیہ السلام کے آنے کا وعدہ کیا تھا نبی کریم ﷺ کے گھر میں کتا تھا جس نے جبریل علیہ السلام کو آنے سے روک دیا، تو جب کتے کو نکال دیا گیا تو جبریل علیہ السلام اسی وقت نبی کریم ﷺ کے گھر تشریف لے آئے۔

③ اس حدیث میں وعدے کو وفا کرنے اور اس کی پاس داری کرنے پر زور دیا گیا ہے اور تاکید کی گئی ہے کہ جب وعدہ کرو تو اس کو پورا کرنے کے لیے ہر ممکنہ کوشش کرو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ جبریل امین علیہ السلام کا انتظار کر رہے تھے حتی کہ وہ وقت متعین آ گیا، لیکن رکاوٹ کی وجہ سے جبریل علیہ السلام پورے وقت پر پہنچ نہ سکے، جونہی یہ رکاوٹ ختم ہوئی، اگرچہ وقت گزر گیا تھا، لیکن وعدے کی پاس داری کرتے ہوئے جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے، اس میں ہر اس شخص کے لیے درس اور نصیحت ہے جو وعدہ کی پاس داری میں سستی وکاہلی سے کام لیتا ہے اور ٹال مٹول کرتا ہے اور بعد میں مصنوعی اور من گھڑت بہانے پیش کرتے ہوئے معذرت کرتا ہے۔

Marfat.com

④ اس حدیث سے اللہ کے نام کی قسم اٹھانے کا جواز ثابت ہو رہا ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو منع نہیں فرمایا تھا۔

⑤ جب آپ سے کسی شخص نے وعدہ کیا ہو اور وہ وقت مقرر پر نہ پہنچ سکے، وقت گزرنے کے بعد آجائے تو آپ اس سے پوچھ سکتے ہیں کہ بھائی آپ کا وعدہ تو اور تھا، لیکن آپ تاخیر سے آئے ہیں؟ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تھا، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب آپ کو اس کا عذر معلوم ہو جائے گا تو آپ کے دل میں جو اپنے اس بھائی کے بارے میں غصہ وغیرہ پیدا ہوا ہے وہ زائل ہو جائے گا۔

⑥ چھٹا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ گھر سے ایسی تمام چیزوں کو نکال دینا چاہیے جن چیزوں کی موجودگی کی وجہ سے اللہ کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جیسے کتا اور تصویریں وغیرہ۔

⑦ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جس گھر میں کتا ہو اس گھر میں فرشتوں کے داخل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کتے بہت زیادہ نجاست اور گندگی کھاتے ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ بعض کتوں کا نام شیطان بھی رکھا گیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے اور فرشتے شیاطین کی ضد ہیں اور کتوں سے انتہائی ناپسندیدہ بدبو اور تعفن اٹھتا ہے اور اللہ کے فرشتے اس کو بہت مکروہ جانتے ہیں، اسی وجہ سے تو کتوں کو پالنے سے منع کیا گیا ہے اور جو اس نہی کے آجانے کے باوجود گھر میں کتا پالتا ہے تو اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس کے گھر کو ان فرشتوں کے داخلے سے محروم کر دیا جاتا ہے جو اس کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے بخشش کی دعائیں کرتے ہیں اور اس گھر اور گھر والوں کے لیے باعث برکت ہوتے ہیں۔

Marfat.com

فوائد

① جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اس گھر میں جو فرشتے داخل نہیں ہوتے وہ ایسے فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکات لے کر آتے ہیں اور گھر والوں کے لیے برکت اور بخشش کی دعائیں کرتے ہیں۔

② وہ فرشتے جو کراماً کاتبین ہیں یعنی بنی آدم کے اعمال کو ضبطِ تحریر میں لانے والے ہیں، وہ ہر گھر میں داخل ہوتے ہیں، وہ بنی آدم سے ایک لحظہ کے لیے بھی جدا نہیں ہوتے، کیونکہ وہ ان کے اعمال کو لکھنے اور ان کو شمار کرنے کا حکم دیے گئے ہیں۔

③ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، مگر اس سے مراد وہ کتے ہیں جن کو گھر میں رکھنا حرام ہے، جن کو رکھنا حرام نہیں جیسے کھیتی وغیرہ اور فصلوں کی حفاظت کے لیے کتے رکھے جاتے ہیں یا جانوروں کی نگہداشت کے لیے پالے جاتے ہیں تو یہ فرشتے کے دخول میں مانع نہیں ہیں اور تصویریں وہ جو بچھونوں اور تکیوں وغیرہ پر ہوتی ہیں یہ بھی فرشتوں کے دخول میں مانع نہیں (تصویروں کے حوالے سے اس بات میں اختلاف ہے)

اسی طرح وہ تصویریں جو شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور تعلیمی اسناد وغیرہ پر ہوتی ہیں یہ بھی فرشتوں کے دخول میں مانع نہیں ہیں۔

Marfat.com

کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟

شریعت اسلامیہ کے سب سے بڑے مقاصد پانچ ہیں، جن میں سے ایک خون کی حفاظت کرنا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اس بات کی بڑی تاکید بیان کی اور فرمایا:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ (النساء: ۹۳)

''اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لیے اس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اس چیز میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ اس چیز کی وجہ سے غصے میں آجاتے تھے جو چیز اللہ تعالیٰ کو غصے میں ڈالتی ہے اور مسلمان کا ناحق خون بہانا بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو غضب ناک کر دیتا تھا، مسلمان کا ناحق قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بڑا اور سنگین جرم ہے کہ ساری کائنات کو تباہ و برباد کر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان معاملہ ہے اور کسی مسلمان کا ناحق خون بہانا یہ بہت بڑا معاملہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ (المائدة: ۳۲)

جو شخص کسی نفس کو بغیر کسی نفس کے بدلے یا زمین پر فساد پھیلانے والے کے، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی ایک جان کو بچالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کی جان کو بچالیا۔''

Marfat.com

یہ ایک مومن اور ایمان دار کی عزت وحرمت ہے جو آسمان والے رب نے اپنے قرآن میں بیان فرمائی ہے اور ایک لا الہ الا اللّٰہ پڑھنے والے کو قتل کرنا کتنا بڑا گناہ ہے، اس کا اندازہ ذیل میں آنے والے واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جس نے نبی کریم ﷺ کو رنجیدہ خاطر ہی نہیں بلکہ غضب ناک بھی کر دیا۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ، قَالَ: فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ، قَالَ: وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ، قَالَ: فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ: لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: فَكَفَّ عَنْهُ الْأَنْصَارِيُّ، فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِيْ حَتّٰى قَتَلْتُهُ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: فَقَالَ لِيْ: «يَا أُسَامَةُ، أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا، قَالَ: «أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ، حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّيْ لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ" ①

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہینہ قبیلے کی ایک شاخ کی طرف مہم کے لیے بھیجا، کہتے ہیں کہ ہم نے اس قوم کو صبح کے وقت جا لیا اور ان کو شکست فاش سے دو چار کر دیا، میں اور میرا ایک انصاری ساتھی جہینہ قبیلے کے ایک شخص تک پہنچے، جب ہم نے اس کا گھیراؤ کر لیا تو اس نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا، تو انصاری صحابی نے یہ سنتے ہی اپنے ہاتھ کو روک لیا، لیکن میں نے اپنے نیزے کے ساتھ اس کو قتل کر دیا، جب ہم واپس آئے اور نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا: ''اے اسامہ! تم نے اس کو لا الہ الا اللّٰہ پڑھنے کے بعد قتل کر ڈالا؟'' میں نے عرض کیا: اے اللہ

① صحیح البخاری: ٦٨٧٢۔

Marfat.com

کے رسول! اس نے تو صرف جان بچانے کے لیے اقرار کیا تھا، آپ نے فرمایا: ''تم نے اس کو لا الہ الا اللّٰہ پڑھنے کے بعد قتل کر ڈالا۔ نبی کریم ﷺ اس جملے کو بار بار دہراتے رہے، حتی کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگئی کہ کاش میں اس سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔

آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ کے غصے کا اس نازک موقع پر اندازہ کریں اور اس میں غور وخوض کریں جس موقع پر ایک مسلمان آدمی کا ناحق خون بہہ گیا اور آپ اس موقع پر فرما رہے تھے:

((اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ مَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ))

''کیا تو نے اس کو لا الہ الا اللّٰہ پڑھنے کے باوجود قتل کر ڈالا ہے۔''

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر یہ الفاظ بار بار دہرائے اور یہ الفاظ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی سماعت پر تھپیڑے لگا رہے تھے، حتی کہ وہ اس قدر غم زدہ اور پریشان ہوئے اور خوف وہراس نے ان کے دل ودماغ کو اتنا پریشان کر دیا کہ وہ تمنا کرنے لگے کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوتا۔

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس نے تو وقتی طور پر اپنے آپ کو بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ)) [1]

''کیا تو نے اس کے دل کو چیر کر دیکھ لیا تھا کہ تجھے معلوم ہوتا کہ اس نے دل سے یہ کلمہ کہا ہے یا نہیں۔''

یعنی تجھے کیسے معلوم ہو گیا۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان الفاظ سے زیادہ کچھ نہیں کہہ رہے تھے:

[1] صحیح مسلم: ۹۷۔

Marfat.com

«فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» ①

''تم کیا جواب دو گے لا الہ الا اللہ کا جب وہ آئے گا قیامت کے دن۔''

ایک مسلمان کے ناحق خون بہہ جانے کا نبی کریم ﷺ کو کتنا دکھ اور افسوس ہوا تھا، لیکن عصرِ حاضر میں کسی مسلمان کا خون بہانا اور مسلمان کو قتل کرنا اتنا عام اور آسان سمجھا جاتا ہے کہ لوگ اس کو جرم اور گناہ ہی نہیں سمجھتے، ایک ایک دن میں کئی کئی لوگوں کا خون بہہ جاتا ہے۔

اخبارات، جرائد، ریڈیو، ٹی وی، نیٹ اور ذرائع ابلاغ ان خبروں سے بھرے پڑے ہیں، مسلمان کا خون اس قدر سستا ہو چکا ہے، ایک ایک دن میں کئی کئی مسلمان لڑائی جھگڑوں اور بم دھماکوں میں موت کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔

فرامین نبویہ ﷺ سننے کے باوجود، قرآن پڑھنے کے باوجود، وعظ وتقریر اور خطابات سننے کے باوجود، کانفرنسیں اور پروگرام سننے کے باوجود بھی لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے، ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① جہاد کے لیے لشکروں اور سرایا کو ترتیب دینا اور مختلف علاقوں پر چڑھائی اور لشکر کشی کرنا یہ وقت کے امام کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

② نبی کریم ﷺ کا اس موقع پر شدید غصے کا اظہار کرنا، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جھڑکنا اور ڈانٹ ڈپٹ کرنا، اس میں امت کو تعلیم دینا اور وعظ ونصیحت میں مبالغہ کرنا مقصود تھا، تاکہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کو قتل نہ کیا جائے، امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا ان الفاظ کو تکرار سے کہنا، عذر کو قبول کرنے سے اعراض کرنا اور اس میں زجر وتوبیخ کرنا اس سے مقصود امت کی رہنمائی کرنا ہے، تاکہ وہ ایسے افعال کی طرف توجہ نہ دیں۔

① صحیح مسلم: ۹۷۔

Marfat.com

اور رسول اللہ ﷺ کے اس سخت ترین وعظ سے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی ذات پر بڑا گہرا اثر ہوا، جیسا کہ امام ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ پورا واقعہ اس بات کا سبب بنا کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حلف اٹھایا کہ وہ اس کے بعد کبھی بھی کسی مسلمان کو قتل نہیں کریں گے اور پھر وہ اپنے اس عزم اور ارادے پر اس حد تک کاربند رہے کہ پوری زندگی کبھی کسی مسلمان کو قتل کرنے کے درپے نہیں ہوئے حتی کہ جب جنگ جمل اور جنگ صفین ہوئی تو اس وقت بھی سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پیچھے رہ گئے، تا کہ میرے ہاتھ سے کوئی مسلمان قتل نہ ہو جائے۔

③ شریعت اسلامیہ کے تمام احکامات انسان کے ظاہر کے ساتھ وابستہ ہیں، کیونکہ سرائر اور پوشیدگی کو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، اس لیے انسان نہ باطن کا مکلف ہے اور نہ ہی باطن کے بارے میں بحث کرنی چاہیے اور اس شرعی حکم میں ان تمام تر ذرائع سے روک دیا گیا ہے جو انسان کے باطن سے متعلقہ ہیں اور ان لوگوں کو روک دیا گیا ہے جو چھوٹے چھوٹے شبہات کی بنیاد پر ایک دوسرے سے انتقام لینا اور اپنے بھائی کو قتل کرنا پسند کرتے ہیں اور خاص کر وہ لوگ جو چھوٹی چھوٹی بدگمانیوں کی بنیاد پر یہ دعویٰ کر دیتے ہیں کہ اس آدمی کا باطن سچا اور صاف نہیں ہے، یہ دعویٰ شرعی طور پر جائز نہیں ہے، اس لیے کہ باطن کو اللہ علیم وخبیر کے علاوہ اور کوئی نہیں جان سکتا۔

④ نبی کریم ﷺ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں قصاص کا فیصلہ نہیں کیا، کیونکہ انھوں نے تو اس کو اس شک کی بنا پر قتل اس لیے کر دیا تھا کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے، اب اس میں شبہ تھا جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس کا فیصلہ نہیں کیا، حدود اور قصاص تو وہاں ہوتے ہیں جہاں پر شبہات وغیرہ نہ ہوں۔

⑤ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والے شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس بات کی تمنا کرے کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوتا، البتہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات

Marfat.com

اس ڈر اور خوف کی وجہ سے کہی تھی جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے شدید غصے کی صورت میں محسوس کیا تھا اور ان کے اس عمل کو اللہ کے رسول ﷺ نے سخت ناپسند قرار دیا تھا۔

⑥ اس حدیث میں مسلمان کے خون کی حرمت وعزت پر تاکید بھی کی گئی ہے۔

Marfat.com

ننگے پاؤں اور ننگے بدن آنے والی قوم کو دیکھ کر

چہرہ نبوت متغیر ہو گیا

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس پر میرے والدین قربان ہو جائیں، آپ کی ہستی مبارک کائنات کے لوگوں میں سب سے زیادہ شفقت کرنے والی اور سب سے زیادہ حلم وبردباری والی ہستی ہے، آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ لوگوں میں سے سب سے زیادہ نیکی کرنے والے تھے اور خاص طور پر قریبی رشتہ داروں کے ساتھ جو آپ کا سلوک اور رویہ ہوتا اس کی تو کائنات میں کوئی نظیر ہی نہیں ملتی، آپ ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھتے تھے، ان کی خوشی کو اپنی خوشی محسوس کرتے تھے، ان کی پریشانیوں اور غموں کو اپنی پریشانی اور غم سمجھتے تھے۔

آپ کی یہ امتیازی حیثیت تھی کہ آپ اپنی امت کے تمام تر امور دینی ہوں یا دنیاوی ان میں ان کے تمام تر ہموم وغموم میں شریک ہونے والے اور ان کے بوجھ اٹھانے والے تھے، آپ کی پوری زندگی ایسے مواقع ومواقف سے بھری پڑی ہے کہ آپ لوگوں کے لیے ہدایت کا سامان مہیا کرنے والے تھے، دوسروں کی دادرسی اور خیر خواہی کا دم بھرنے والے تھے اور ان کی زندگی کو مضبوط بنانے والے تھے اور ان مواقع میں سے جن میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی مشقتوں اور مصیبتوں کو اٹھایا، ان کی تکالیف کا آپ نے خود درد محسوس کیا اور ان کی رحمت، شفقت اور محبت کے ساتھ دادرسی کی، ایک موقع یہ بھی ہے جس میں لوگوں کی غریبی، مسکینی اور حالت زار کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ کے چہرہ پرانوار کے تیور بدل گئے۔

Marfat.com

عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي صَدْرِ النَّهَارِ، قَالَ: فَجَاءَهُ قَوْمٌ حُفَاةٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ أَوِ الْعَبَاءِ، مُتَقَلِّدِي السُّيُوْفِ، عَامَّتُهُمْ مِّنْ مُّضَرَ، بَلْ كُلُّهُمْ مِّنْ مُّضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِمَارَأَى بِهِمْ مِّنَ الْفَاقَةِ، فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ، فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ، فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ: ﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ، ﴿إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ (النساء: ١) وَالْآيَةَ الَّتِيْ فِي الْحَشْرِ: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ (الحشر: ١٨) «تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِّنْ دِيْنَارِهٖ، مِنْ دِرْهَمِهٖ، مِنْ ثَوْبِهٖ، مِنْ صَاعِ بُرِّهٖ، مِنْ صَاعِ تَمْرِهٖ - حَتّٰى قَالَ - وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ» قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهٗ تَعْجِزُ عَنْهَا، بَلْ قَدْ عَجَزَتْ، قَالَ: ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ، حَتّٰى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ، حَتّٰى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَتَهَلَّلُ، كَأَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهٗ أَجْرُهَا، وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ» [1]

منذر بن جریر، اپنے باپ سیدنا جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم دن کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے تو ایک قوم ننگے پاؤں، ننگے بدن، چمڑے کی عبائیں پہنے تلواروں کو لٹکائے ہوئے حاضر

[1] صحیح مسلم:١٠١٧۔

Marfat.com

ہوئی، ان میں سے اکثر بلکہ سارے کے سارے قبیلہ مضر سے تھے تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ اقدس ان کے فاقے کو دیکھ کر متغیر ہو گیا۔ آپ گھر تشریف لے گئے، پھر تشریف لائے تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انھوں نے اذان اور اقامت کہی، پھر آپ نے خطبہ دیا اور اس آیت کی تلاوت کی: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ ﴾ آخر تک (مکمل آیت) اور وہ آیت جو سورۂ حشر میں ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ﴾ اور فرمایا: ''آدمی اپنے دینار، درہم، اپنے کپڑے، گندم کے صاع سے اور کھجور کے صاع سے صدقہ کرتا ہے، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہی ہو۔'' پھر انصار میں سے ایک آدمی اتنی بھاری تھیلی لے کر آیا کہ اس کا ہاتھ اٹھانے سے عاجز ہو رہا تھا پھر لوگوں نے اس کی پیروی کی یہاں تک کہ میں نے دو ڈھیر کپڑوں اور کھانے کے دیکھے اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ اقدس سونے کی طرح چمکتا ہوا نظر آنے لگا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اسلام میں کسی اچھے طریقے کی ابتدا کی تو اس کے لیے اس کا اور اس کے بعد عمل کرنے والوں کا اجر ہو گا ان کے اجر میں کمی کیے بغیر اور جس نے اسلام میں کسی برے عمل کی ابتدا کی تو اس کے لیے اس کا گناہ ہے اور ان کا گناہ جنھوں نے اس کے بعد عمل کیا بغیر اس کے کہ ان کے گناہ میں کچھ کمی کی جائے۔''

یہ حدیث نبوی بڑے بڑے عمدہ اور سنہری اصولوں میں سے ایک اصول ہے جس کو ہمہ وقت یاد رکھنا اور خیال رکھنا چاہیے، تمام لوگوں پر واجب ہے اور خاص طور پر عصر حاضر میں جس میں بہت کثرت کے ساتھ لوگ ہلاک اور تباہ و برباد کر دینے والی فاقہ کشی اور بھوک کا شکوہ کر رہے ہیں، جن بھوکوں، فاقوں اور تنگیوں کو ظلم و ستم کی جنگوں اور لڑائیوں نے دنیا کے ہر گوشے میں اسلام اور اہل اسلام پر مسلط کر رکھا ہے، نبی کریم ﷺ

Marfat.com

کے چہرے پر غصے اور تکلیف کے اثار دیکھے گے جب آپ نے اپنے ان بھائیوں کو فقر و فاقہ، تنگ دستی اور بھوک سے نڈھال حالت میں دیکھا، ان لوگوں کی اس حالت نے رسول اللہ ﷺ کو انتہائی زیادہ پریشان اور غم زدہ کر دیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی کیا کیفیت ہو گی اگر آپ اپنے پیروکاروں کو دیکھ لیں جو اس پر فتن اور کٹھن دور میں آپ کے طریقے اور آپ کی سیرت کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور وہ فاقہ کشی اور بھوک کی وجہ سے صحراؤں اور بے آب و گیا چٹیل میدانوں میں مر رہے ہیں اور ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے بیٹے بھوک و پیاس کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر جاتے ہیں اور ان کے پاس اتنا بھی کھانا نہیں کہ وہ اپنے جگر گوشوں کی زندگیوں کا سامان ہی بنا لیں اور وہ اپنے ان مرنے والے بیٹوں کو اپنے ہاتھوں سے منوں مٹی کے نیچے دفن کر دیتے ہیں اور ان کی قبروں کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتے ہیں اور وہ اپنی مسکینی، فقر و فاقہ اور تنگ دستیوں پر اس قدر روتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو آنا بند ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی بے بسی پر پھر خون کے آنسو روتے ہیں۔

ان کے پاس کوئی حیلہ بہانہ نہیں ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنے بچوں کو اس ہلاکت خیزی سے محفوظ رکھ سکیں، لیکن جب ان کا چارہ نہیں چلتا تو پھر وہ اپنی اولادوں کے دکھوں اور تکالیف کی تاب نہ لاتے ہوئے ان کی طرف پیٹھ پھیر کر سسکیاں بھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کاش یہ سلسلہ اب یہاں ہی رک جائے اور ہمیں کوئی بہتری کا سامان میسر آجائے، اسی پر بھی بس نہیں بلکہ ان کے مسلمان بھائی ہی ان پر ظلم و زیادتیاں کر رہے ہیں اور ان پر بوجھ بنے ہوئے ہیں۔

اللہ کے رسول! آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں اور برکات ہوں۔

اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ کیسے ہم قیامت کے دن حوضِ کوثر پر آپ کے ساتھ ملاقات کریں گے۔

جب کہ حالت یہ ہے کہ ہم نے آپ کی سیرت و کردار اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ دیا ہے اور آپ کے بعد ہم اپنے ہی مسلمان بھائیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا

Marfat.com

شروع ہو گئے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

اے مسلمانو! تمھیں وہ دن یاد رکھنا چاہیے جس دن کوئی تعلق اور رشتہ کام نہیں آئے گا، وہاں ولی، مددگار اور عیوب ونقائص پر پردہ ڈالنے والی ایک ہی ذات ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو اپنے تمام بندوں کو کافی ہو جانے والا ہے۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① اصحابِ ثروت اور مال وزر والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ تنگ دست اور پریشان لوگوں کو تلاش کریں اور ان سے تکلیف، فاقہ کشی اور پریشانی کو دور کرنے کی طرف بھرپور سعی اور کوشش کریں اور اس طرح ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اگرچہ وہ فقیر ہے کہ وہ ایسے بھائیوں کی معاونت کرنے میں جلدی کرے، اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی معاونت کیوں نہ ہو، یہ مسلمانوں کی کفالت اور اسی طرح تقویٰ اور نیکی پر ان کے ساتھ تعاون کے باب سے ہے۔

② رسول اللہ ﷺ کا خوف زدہ ہو جانا اور آپ کے چہرے کا متغیر ہو جانا اور ان فقرا اور حاجت مند لوگوں کی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ کر تکلیف محسوس کرنا اور جو پریشانی ان کو لاحق ہے اس کو ان سے دور کرنا اور ان کو نجات دلانے کی حرص کرنا ہمارے لیے بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح نبی کریم ﷺ نے ان کے درد اور دکھ کو اپنا دکھ تصور کیا، ایسے ہی آپ کے بعد آنے والے حکمرانوں اور اماموں کے لیے بھی اسی طرح کرنا ہی ضروری ہے۔

③ اس حدیث سے ضرورت مندوں اور فقیروں کو خوشی کی حالت میں دیکھ کر نبی کریم ﷺ کا خوش ہونا ثابت ہو رہا ہے اور ان فقیروں کے لیے نفع کی کوشش کرنا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی امت کے دکھوں اور مصائب آلام کو دور کرنے والے تھے اور ان کے غموں کا مداوا کرنے والے تھے۔

Marfat.com

④ نبی کریم ﷺ نے ان ننگے بدن اور ننگے پاؤں والے لوگوں کو دیکھ کر ان کے ساتھ جو تعاون کروایا اور ان کی دادرسی کی اس کی بہترین اور عمدہ حکمت وتوجیہ یہ ہے کہ آپ نے ایسے اس لیے کیا، تاکہ لوگوں کے درمیان محبت پیدا ہو اور ایک دوسرے کے کام آئیں، دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھیں اور غریب، مسکین اور پریشان حال لوگوں کے ساتھ تعاون کریں۔

⑤ پانچواں مسئلہ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ ایک خطیب اور عالم کے لائق اور شایانِ شان یا یوں کہیے کہ خطیب کے لیے ضروری ہے کہ وہ وقت کی مناسبت اور ضرورت کے پیش نظر حالات کے مطابق ہی موضوع اختیار کرے، جیسے حالات ہوں ویسی ہی گفتگو کرے اور لوگوں کے ساتھ انتہائی مناسب انداز سے مخاطب ہو اور جس تعاون اور مدد کا ارادہ رکھتا ہو اس کو پورا کرنے کے لیے ان کو ترغیب دلائے اور تعاون بھر پور حاصل کرے، یہی طریقہ نبوی طریقہ ہے۔

⑥ مسلمان کا زندگی گزارنا اور نیکی کے کاموں کی طرف جلدی کرنا اس سے مومن کا آخرت کے دن پر اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی پر ایمان کا اثر ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو قرآن کی آیات سنا کر ہی اس نیک اور اچھے کام پر ابھارا تھا، یہ بات ان کے ایمان باللہ کی مضبوطی پر دلالت کرتی ہے اور ایک سلجھے ہوئے خطیب کے لیے گفتگو کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ وہ کلام اللہ سے گفتگو کرے، اللہ کے قرآن کی آیات پڑھ کر لوگوں کو سنائے اور جو مسئلہ درپیش ہے وہ ان کے سامنے رکھے۔

⑦ اس حدیث سے صدقہ اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے پر ترغیب دلانا ثابت ہو رہا ہے، اگرچہ تھوڑی چیز ہی اللہ کے راستہ میں خرچ ہو رہی ہو اور تھوڑی چیز کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، یہ جائز نہیں ہے اگرچہ انسان کی نظر میں وہ چھوٹی سی چیز ہے، کیونکہ چیز زیادہ بھی تو تھوڑی سے ہی ہوتی ہے۔

⑧ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے طریقے اور آپ کی سیرت کی طرف جلدی کرنی

Marfat.com

چاہیے، اس کو اپنانا، ماننا، عمل کرنا اور پھر نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہیے۔

⑨ یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کر رہی ہے کہ ایک مسلمان، مومن، خیر، نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک بہترین اسوہ اور نمونہ ہونا چاہیے اور اس بات کی نفی کر رہی ہے کہ ایک مسلمان برے کاموں میں برا نمونہ پیش کرے، تا کہ اس کو قیامت کے دن ایسے لوگوں کا بوجھ نہ اٹھانا پڑ جائے جو اس کے اس کیے ہوئے برے عمل کو اپنا لیں اور اس کے پیروکار بن جائیں۔

⑩ جس نے خیر کے کاموں کی طرف کوشش کی اور راہ نمائی کی تو اس کے بعد میں آنے والے جتنے لوگ اس اچھے کام پر عمل کریں گے تو اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا اس کام کے کرنے والے کو مل رہا ہے اور جس نے کوئی برا کام کیا تو بعد میں آنے والوں میں سے جو بھی یہ برا کام کرے گا اس شروع کرنے والے کو اتنا ہی گناہ ہو گا جتنا کرنے والے کو ہو رہا ہے۔

Marfat.com

دشمن تمہارے اوپر دھاوا بولنے والا ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید اور اس خالق و مالک کی وحدانیت کی طرف دعوت دینا، بہت بھاری اور بڑی مضبوط ہمتوں کو تھکا دینے والا عمل ہے اور اس کام کے لیے ایسے پر عزم، بلند حوصلے، مضبوط ہمت والے آدمیوں کی ضرورت ہے جو اس دعوت کے راستے میں آنے والے سنگین اور پر خطر حالات کا مقابلہ بڑی جفاکشی اور دیدہ دلیری سے کر سکیں اور ان کی زندگی اور موت دعوت الی اللہ کے لیے ہو اور ان کے قلوب واذہان اسی دعوت کے لیے خالی اور فارغ ہوں اور ان کے رگ وپے اور رگ ریشہ میں یہ بات سرایت کر چکی ہو کہ میں نے دعوت توحید کے منہج پر اپنی پوری زندگی آسمان والے رب کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وقف کر دینی ہے۔

اس حالت وکیفیت کے بغیر اللہ رب العزت کی توحید کے داعی اور مبلغ کی دعوت کا لوگوں پر خاطر خواہ اثر مرتب نہیں ہو سکتا۔

دعوت الی اللہ کو پر اثر بنانے کے لیے انسان کی سوچ وفکر کے پیچھے جذبہ ایمانی کی حرارت ضرور ہونی چاہیے، جب ایک داعی اس جذبے سے سرشار ہو کر دعوت دیتا ہے تو پھر تاریکیوں کے منڈلاتے ہوئے بادل، شرک وبدعات کی بھڑکتی آگ ضرور مدہم پڑتی ہے اور معاشرتی فضا صاف ہوتی ہے اور عقیدۂ توحید اور منہج کتاب وسنت روزِ روشن کی طرح عیاں اور واضح ہوتا ہے۔

آیئے اب ہم خطیبوں کے خطیب، رسول اللہ ﷺ کی حالت وکیفیت دیکھتے ہیں جب ہم آپ کے دعوتی منہج کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنے دل کو اس دعوت الی اللہ کے لیے مکمل طور پر خالی رکھا ہوا تھا، اس دعوت کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر رکھی تھی اور آپ جب بھی اپنی قوم میں بطورِ خطیب کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنی

Marfat.com

قوم کی رشد و ہدایت اور اصلاح کے لیے بھرپور راہ نمائی فرمائی ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

”كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا خَطَبَ اِحْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهٗ وَاشْتَدَّ غَضَبُهٗ كَاَنَّهٗ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور سخت غصے کی سی کیفیت ہوتی جیسے کسی لشکر کو انتہائی خطرناک اور ڈرانے والی خبر دینے والا ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ صبح تک دشمن تمھارے اوپر حملہ آور ہونے والا ہے یا شام تک تمھارے اوپر فوج کشی کرنے والا ہے۔

اور آپ فرما رہے تھے:

«بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ» وَيَقْرِنُ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى۔

”میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں ہیں۔“ اور آپ نے اپنی سبابہ اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا (یعنی قیامت بہت جلد آنے والی ہے اس کی تیاری کر لو)۔

اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

«اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ»

”اما بعد! یقیناً بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کی ہے اور بہترین اور اعلیٰ طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور برے ترین اور شدید ترین امور بدعات ہیں اور ہر بدعت ضلالت و گمراہی ہے۔“

اور آپ فرما رہے تھے:

«اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِاَهْلِهٖ وَمَنْ

Marfat.com

تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضِيَاعًا فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ» ①

''اور میرا ہر مومن پر اس کی جان سے بھی زیادہ حق ہے جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے بیوی بچوں اور اہل اعیال کے لیے ہے اور جس نے قرض چھوڑا یا چھوٹے بچے چھوڑے تو وہ قرض مجھ پر ہے اور ان چھوٹے بچوں کی پرورش میری ذمہ داری ہے۔''

اس لیے ہم میں سے کوئی بھی ہو، جب وہ منبر پر کھڑا ہو تو رسول اللہ ﷺ کی یہ حالت وکیفیت اس کے لیے اسوہ اور نمونہ ہے، اس کو چاہیے کہ وہ اس مذکورہ حالت کے مطابق منبر پر کھڑا ہو اور نبی کریم ﷺ کے خطاب کی کیفیت سے رہنمائی حاصل کر کے اپنے لیے راستہ متعین کرے اور طریقہ نبوی کو سامنے رکھے، کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو اسلام اور اہل اسلام پر بوجھ بنے ہوئے ہیں، جب کہ وہ سمجھتے ہیں کہ بہت بڑے مبلغ اور داعی ہیں۔

کہاں ہیں ایسے خطیب جو لوگوں کے درمیان وعظ ونصیحت اور تبلیغ کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو ان کو یہ شعور ہوتا ہے کہ میرے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے، جس کے بارے میں قیامت کے دن مجھ سے سوال کیا جائے گا، وہ ان چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی جان کو بھی بچاتا ہے اور لوگوں کو بھی اللہ کا خوف دلاتا ہے اور اس کے عذابوں سے دوچار ہونے سے بچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تمام لوگوں کے دامنوں کو پکڑ پکڑ کر ہدایت وسعادت کے رستوں پر گامزن کرتا ہے، ایسے خطیب جن کی حالت وکیفیت ایسی ہو، عصر حاضر میں ان کی تعداد بہت کم ہے۔

منبر ومحراب کے وارثوں کی ایک بہت بڑی جماعت ایسی ہے جن کا مطمع نظر اور نقطہ نظر صرف مال کمانا اور مادہ پرستی ہے اور کچھ نہیں ہے، ان کے خطابات اور درس ودروس کے پیچھے سوچ دنیا کا مال کمانا ہے، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

---

① صحيح مسلم: ٨٦٧۔

Marfat.com

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① اس حدیث میں قوم وملت کو وعظ ونصیحت کرنے والے خطیب کی حالت کا بیان ہے اور ان اوصاف کا تذکرہ ہے جو اس تبلیغ کے میدان میں اترنے والے ہر شخص کے لیے ضروری ہیں، آواز کو بلند کرنا، دورانِ خطبہ غصے کی سی کیفیت، موقع محل کے مطابق گفتگو میں نرمی وغیرہ اور یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ خطیب اور مبلغ فکرو نظر، وعظ ونصیحت کی قوت اور موجودہ معاشرے کی حالت کا جس گہرائی سے مشاہدہ کرتا ہے عام آدمی اس طرح کا ادراک نہیں کر سکتا۔

② خطیب پر ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو موجودہ حال کے موافق وعظ ونصیحت کرے اور معاشرے کو درپیش گھمبیر مسائل کو آسان پیرائے میں لوگوں کے سامنے رکھے، سلجھے اور منجے ہوئے خطیب کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کی عقلوں کے مطابق گفتگو کرتا ہے، ایسی لفاظی، ضرب الامثال اور اشعار استعمال کرتا ہے جن کو لوگ بخوبی سمجھ سکیں اور اس موضوں خطرات یا ثمرات کا آسانی سے ادراک کر سکیں۔

③ لوگوں کو منفعت والی اشیا پر ابھارنا اور مشاعروں سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے ان کے دلوں میں تحریک پیدا کرنا اور اپنے بیان کے ساتھ لوگوں کو قریب کرنے کا جواز مل رہا ہے۔

④ خطبے میں اما بعد کے الفاظ استعمال کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

⑤ اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت کے لیے بہت زیادہ حریص اور رحیم ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

⑥ نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم (الفاظ انتہائی قلیل اور ان کا معنی ومفہوم انتہائی وسیع اور بلیغ) عطا کیے تھے، کوئی بھلائی اور خیر کا ایسا کام نہیں جس کے کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ اور امت کو حکم نہ دیا ہو اور کوئی شر اور بری بات ایسی نہیں جس کے کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ

Marfat.com

اور اپنی امت کو روکا نہ ہو، بلکہ ہر وہ وصیت جس کا انسان دنیا اور آخرت میں محتاج ہے رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو بیان کر دیا ہے۔

⑧ غربت و پریشانی کے حالات میں اور اختلافات وانتشارات کے زمانوں میں اصحاب پیغمبر ﷺ کے فہم کے مطابق کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مضبوطی سے تھامنے میں نجات ہے، جب کہ اس بات پر اور کافی احادیث دلالت کرتی ہیں۔

⑨ وراثت کا مشروع ہونا بھی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

⑩ مسلمانوں کے بیت المال سے عاجز و بے بس اور یتیموں کی کفالت کرنا واجب ہے اور ان کا خیال رکھنا موجودہ حکمرانوں اور اماموں کی ذمہ داری ہے۔

⑪ اس حدیث میں قیامت کے قریب ہونے کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آثار پر ہے اور اس میں سونے والے اور قیامت کی تیاری سے غفلت وسستی برتنے والوں کے لیے تنبیہ ہے اور ان لوگوں کو جگایا ہے جو قبر کے کنارے پر پہنچنے سے پہلے بیدار ہی نہیں ہوتے۔

Marfat.com

باجماعت نماز نہ پڑھنے کی سزا

ایک مسلمان کے لیے نمازِ پنجگانہ کی اہمیت اور قدرومنزلت بہت زیادہ ہے، نماز اس قدر عظیم عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے داعیوں کی دعوت بہت زیادہ اس نماز کے ارد گرد گھومتی ہے اور بڑی مشکل سے آپ ایسا آدمی پائیں گے جو نماز کی قدرو قیمت اور اہمیت سے نا آشنا ہو، اگرچہ وہ خود نماز ادا نہ کرتا ہو، لیکن نماز کی اہمیت سے ضرور واقف ہوگا۔

اسرا اور معراج جیسے عظیم معجزے کے وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر نبی کریم ﷺ کو نماز بطورِ تحفہ عطا فرمائی تھی اور قیامت تک جب بھی معراج کا تذکرہ ہوگا اس کے ساتھ نماز جیسے عظیم فریضے کا بھی تذکرہ ہوگا۔

اور جان لو نماز چھوڑنے والا کافر ہے، اس کا خون حلال ہے اور کفر کے جتنے احکامات ہیں سارے اس پر لاگو ہوتے ہیں اور نماز دین اسلام کا ایک بہت بڑا ستون ہے اور اسلام کے لیے اس کی یہی کیفیت اور حالت ہے جیسے پورے جسم کے لیے سر کی حیثیت ہے حتی کہ نماز ایمان کی بہت بڑی علامت اور نشانی بن چکی ہے اور اس کو چھوڑنا یا اس کی ادائیگی میں سستی برتنا منافقت کی علامتوں میں سے بہت بڑی علامت ہے اور ہمارے لیے اس کی روشن دلیل وہ موقع ہے جس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے پیچھے پایا تو آپ کے چہرہ پرانوار پر بہت زیادہ غصہ ظاہر ہو رہا تھا اور غصے کی شدت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے ارادہ فرمایا کہ میں ان پیچھے رہنے والوں کے گھروں کو آگ لگا کر راکھ بنا دوں۔

Marfat.com

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَدَ نَاسًا فِیْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ: «لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنْهَا فَاٰمُرَ بِهِمْ فَيُحَرِّقُوْا عَلَيْهِمْ بِحُزَمِ حَطَبٍ بُيُوْتَهُمْ وَلَوْ عَلِمَ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ يَجِدُ عَظْمًا سَمِيْنًا لَشَهِدَهَا » يعنى صَلَاةَ الْعِشَاءِ۔[1]

وفی روایة البخاری: «وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ»[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو کسی نماز میں گم پایا تو آپ نے فرمایا: ''میں نے ارادہ کر لیا کہ میں کسی آدمی کو حکم دوں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں ان لوگوں کے خلاف نکلوں جو جماعت کے ساتھ شریک ہونے سے پیچھے رہ گئے ہیں، میں حکم دوں کہ لکڑیوں کا ڈھیر لگا کر ان کے گھروں کو جلا دیں اور اگر وہ لوگ جو جماعت کے ساتھ شریک نہیں ہوئے جان لیں کہ انھیں مسجد میں ایک اچھے قسم کی گوشت والی ہڈی مل جائے گی تو ضرور مسجد میں حاضر ہو جائیں۔'' مراد آپ کی عشا کی نماز تھی۔ صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں: ''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے ارادہ کر لیا تھا۔''

اے میرے مسلمان بھائی! نماز کی اہمیت اور تاکید کے بارے میں احادیث، واقعات اور آثار اس قدر کثرت سے موجود ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور کچھ ایسی روایات ہیں کہ وہ اس قدر مشہور ہیں کہ ان کا تذکرہ نہ بھی ہو تو پھر بھی اکثر لوگ ان سے واقفیت رکھتے ہیں اور اس معاملے کی انتہا یہی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کو نماز کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہنا چاہیے اور ہر مسلمان کو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے اور جس طرح شریعت اسلامیہ نے ہمیں اس کو ادا کرنے کا حکم دیا ہے

[1] صحیح مسلم: ٦٥١۔ [2] صحیح البخاری: ٦٤٤۔

Marfat.com

اسی طرح ہی اس کو ادا کرنا چاہیے، حتی کہ ہم اس کی ادائیگی کے ساتھ اس کے اچھے ثمرات حاصل کر سکیں اور فحاشی ومنکرات سے اپنے آپ کو محفوظ کر سکیں۔

اور ہر مسلمان کے تحت اس کی رعایا ہے، کچھ کام کرنے والے لوگ ہوتے ہیں تو اس کو چاہیے کہ وہ اس رعایا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کا خیال رکھے اور ان کو نماز ادا کرنے کا حکم دے اور ان کے ساتھ عداوت اور محبت کا معیار بھی نماز کو بنائے اور ہر اس شخص کے لیے جس کو یہ اپنا ساتھی بنانا چاہتا ہے نماز کو بطورِ معیار اور کسوٹی رکھے، بلکہ جب بھی کسی شخص کے بارے میں جاننا چاہے تو پہلے یہ دیکھے کہ یہ آدمی نمازی ہے یا نہیں؟ مسجد میں جاتا ہے یا نہیں جاتا؟ یہ نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے؟ نماز سے اُنس اور محبت رکھتا ہے؟ جب یہ نماز کو ادا کرنے کے لیے اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس وقت لذت محسوس کرتا ہے؟ نماز کو قائم کرنے کا حق بھی ادا کرتا ہے یا نہیں؟ یہ نماز ایمان کو پرکھنے کے لیے ایک مضبوط پیمانہ ہے اور انسان کو جانچنے کا بہترین میزان اور ترازو ہے۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① نماز با جماعت ادا کرنے سے پیچھے رہنے والوں کی مذمت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اپنے دل میں ایک حقیری سی چیز گوشت کے ٹکڑے کی حرص بسا کر اس اتنے بڑے عمل سے پہلوتہی اختیار کرتے ہیں وہ عمل جو بلند درجات اور عزت واکرام والی منازل کا ضامن ہے۔

② سزا دینے سے پہلے شدید قسم کی ڈانٹ ڈپٹ ہونی چاہیے، کیونکہ اس کا راز یہ ہے کہ جب مفسدت ونقصان دہ پہلو کچھ ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش وغیرہ کے ساتھ ہی دور ہو جائے تو پھر بڑی سزائیں دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔

③ جرائم پیشہ لوگوں کو رنگے ہاتھوں پکڑنے کا جواز مل رہا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جماعت سے پیچھے رہنے والوں کو پکڑنے اور سزا دینے کا اسی وقت ارادہ فرمایا تھا۔

④ حدیث کے سیاق سے یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے جماعت سے پیچھے رہنے والوں کو اس بات کے ساتھ ڈانٹا تھا اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الاحکام میں اس حدیث پر یوں باب باندھا: باب اخراج الخصوم واھل الریب من البیوت بعد المعرفۃ اور کتاب الخصومات میں یوں باب باندھا: باب اخراج أھل المعاصی والخصوم من البیوت بعد المعرفۃ باب ہے جب حال معلوم ہو جائے تو مجرموں اور جھگڑا کرنے والوں کو گھر سے نکال دینا۔ یعنی وہ شخص جس سے کوئی چیز طلب کرنے کا ارادہ ہو یا اس سے کوئی حق لینا ہے تو وہ آدمی اپنے گھر میں چھپ جاتا ہے اور ٹال مٹول کرنے کے لیے اپنے گھر میں رک جاتا ہے تو ایسے شخص کو گھر سے نکالنے کے لیے جو بھی طریقہ استعمال کیا جائے، اس تک پہنچنے کے لیے وہ جائز ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز سے پیچھے رہنے والوں کے گھروں میں آگ پھینک کر ان کو نکالنے کا ارادہ فرمایا تھا۔

⑤ ابن عربی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال لیا ہے کہ جان بوجھ کر نماز کو چھوڑنے والے شخص کو قتل کرنا جائز ہے۔

⑥ اس حدیث سے معقول عذر والے شخص کا جماعت سے پیچھے رہ جانے کا جواز ملتا ہے اور اسی طرح جمعہ کو ادا کرنے سے پیچھے رہنا، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی جگہ پر امامت کے لیے کسی دوسرے کو کھڑا کر کے ان لوگوں کے تعاقب کے لیے جانے کا ارادہ کیا تھا جو جماعت سے پیچھے رہ گئے تھے۔

⑦ امام، اس کے نائب اور محاسب کے لیے جماعت کو ترک کرنے کی رخصت ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو ان کے گھروں سے نکالے جو بلا عذر جماعت کو چھوڑ کر گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

⑧ جب کوئی مصلحت پیش نظر ہو تو اس وقت افضل آدمی کی موجودگی میں مفضول کا امامت کروانا جائز ہے۔

⑨ ابن عربی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ استدلال لیا ہے کہ جس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب ہو، اس جگہ کو مٹا دینا اور ختم کر دینا جائز ہے اور یہی موقف امام مالک رحمہ اللہ کا بھی ہے البتہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے اس موقف کی نفی کی ہے۔

⑩ کسی ایسے معاملے میں جس کے متعلق کوئی شک نہ ہو اللہ قسم اٹھانا جائز ہے اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو مطلق طور پر حلف اٹھانے کے قائل نہیں ہیں۔

⑪ کسی چیز کا معنی ومفہوم واضح کرنے کے لیے مثالیں پیش کرنا بہترین معلم کا اندازِ تعلم ہے۔

Marfat.com

لیکن تم جلدی کر رہے ہو

رسول اللہ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، وہ کیسا عظیم اور پر رحمت دن تھا جب آپ نے ہمیں مصائب و آلام اور پریشانیوں پر صبر و استقامت اور حوصلے کے گر سکھائے اور ہمارے متزلزل دلوں کو ایک ولولے اور جوش کے ساتھ گرما دیا اور یہ درس دیا کہ ہم ان مصیبتوں پر صبر کریں، اسی پر ہی بس نہیں بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں آنے والے دکھوں کو اپنے جسموں پر سہہ کر ایک مٹھاس اور شیرینی حاصل کریں۔

اور جس دن آپ نے ہمیں یہ تلقین کی تھی کہ آج ان ستم ظریفیوں پر صبر استقامت کے پہاڑ بن کر ڈٹے رہو، وہ وقت دور نہیں جب ان اندھیر نگریوں سے صبح روشن طلوع ہو کر رہے گی، ظلم وطغیان کے بادل چھٹ جائیں گے اور فضا صاف ہو کر رہے گی، ان پریشانیوں کے بعد آسانیاں ضرور ملیں گی اور یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ سختیاں بندوں کو نکھار کر سامنے لاتی ہیں، ان مشقتوں سے ہی خوشیاں اور آسانیاں جنم لیتی ہیں اور عصر حاضر میں بھی ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سنائی بشارتیں اور خوش خبریاں ضرور یاد رکھنی چاہیے اور ان کا تذکرہ بھی کرنا چاہیے وہ بشارتیں جو ہمارے عزائم کو قوت و مضبوطی بخشنے والی ہیں اور رشد وہدایت کے راستے ہمارے لیے ہموار کرنے والی ہیں۔

آیئے اب رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو دیکھتے ہیں جو کہ اس دین قیم کے لیے کام کرنے والے ہر شخص کے لیے مضبوطی کا ذریعہ ہے اور جس دین حنیف پر عمل کرنے کی وجہ سے ملنے والی پریشانیوں پر حوصلہ ملتا ہے۔ سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَهُوَ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَقَدْ لَقِينَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ شِدَّةً فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَدْعُو اللَّهَ

Marfat.com

لَنَا، فَقَعَدَ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَجْهُهُ فَقَالَ: «لَقَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ لَيُمْشَطُ بِمِشَاطِ الْحَدِيْدِ مَا دُوْنَ عَظْمِهِ مِنْ لَحْمٍ أَوْ عَصَبٍ مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَلَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرُ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَ مَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ»

میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ اس وقت بیت اللہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہمیں اس وقت مشرکین کی طرف سے بڑے بڑے مظالم اور تنگیوں کا سامنا تھا تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا کیوں نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے، آپ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کا چہرہ پرانوار غصے سے سرخ تھا پھر آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلے (نبی اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے) ان کا حال یہ ہوتا تھا کہ ان کے گوشت اور ہڈیوں کے درمیان لوہے کے کنگھے دھنسا دیے جاتے اور ان پر ظلم وستم کی چکیاں پیسی جاتی تھیں، لیکن کوئی چیز بھی ان کو اس دین سے نہیں پھیر سکی تھی اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضرور غالب کرے گا یہاں تک ایک سوار صنعا (یمن کا دار الخلافہ ہے) سے حضر موت تک اکیلا سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر اور خوف نہیں ہوگا۔''

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں، آپ نے فرمایا:

«قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَيُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيْهَا فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِهِ فَيُجْعَلُ نِصْفَيْنِ وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ، مَا دُوْنَ لَحْمِهِ وَعَظْمِهِ، فَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ، وَاللّٰهِ لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلٰى حَضْرَ مَوْتَ فَلَا يَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ وَالذِّئْبُ عَلٰى غَنَمِهِ وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ» [1]

[1] صحيح البخاري: ٦٩٤٣۔

Marfat.com

''تم سے پہلے نبیوں اور ان پر ایمان لانے والوں کا حال یہ ہوا کہ ان میں سے کسی ایک کو پکڑ لیا جاتا اور گڑھا کھود کر اس میں انھیں ڈال دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور ان کے سر پر رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے تھے اور ان کے گوشت اور ہڈیوں کے درمیان لوہے کے کنگھے دھنسا دیے جاتے، لیکن یہ آزمائش بھی انھیں دین سے روک نہیں سکتی تھیں اور اللہ کی قسم! اس اسلام کا کام مکمل ہو گا اور ایک سوار صنعا سے حضر موت تک اکیلا سفر کرے گا اور رب ذوالجلال کے سوا کائنات کے کسی انسان کا اس کو خوف وخطرہ نہیں ہو گا اور بکریوں پر سوائے بھیڑیے کے کسی لوٹ کھسوٹ کا ڈر نہیں ہو گا، لیکن تم جلدی کر رہے ہو۔''

اللہ کی قسم ! اللہ تعالیٰ دین اسلام کو غالب کر کے چھوڑے گا مشرق سے لے کر مغرب تک، شمال سے لے کر جنوب تک چاروں آفاق جس جس جگہ پر سورج طلوع ہوتا ہے وہاں وہاں تک دین اسلام کا بول بالا ہو گا۔

اے وہ شخص! جس کے مضبوط قویٰ کی عظیم عمارت شکستہ حال اور ویران ہو چکی ہے اور نفسیاتی ہزیمت وشکست کو وہ اپنا مقدر تصور کر چکا ہے تیرے لیے ضروری ہے کہ تو اپنے اس پیچھے ہٹنے والے معاملے میں اللہ کے رسول ﷺ کے غصے کو یاد کر کے دین اسلام پر اس قدر مضبوط ہو جا کہ تیرے سامنے پہاڑوں کی صلابت بھی سرنگوں ہو جائے اور تیرے اوپر لازم ہے کہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور سلف وصالحین کے طریقے کو مد نظر رکھ اور جو مصائب وآلام ان پر آئیں ان کو بھی یاد رکھ جب تیری یہ کیفیت ہو گی تو پھر کٹھن حالات، دشواریاں اور دکھوں تھکاوٹوں کے بڑے بڑے پہاڑ بھی تیرے لیے عبور کرنا آسان ہوں گے۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① دین کی وجہ سے آنے والے مصائب پر صبر کرنے کی مدحت سرائی ہو رہی ہے۔
② انسان اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے غصے میں آئے۔

Marfat.com

③ کمزور اور کم ہمت لوگ قوی اور مضبوط لوگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو اس سے وہ بلند حوصلہ اور طاقت ور ہو جائیں گے۔

④ کفار کے خلاف بددعا کرنا اور کروانا دونوں کا جواز مل رہا ہے۔

⑤ کفار اور مشرکین کی طرف سے آنے والی مصیبتوں اور بلاؤں کا تذکرہ کرنا اور ان کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا، اگر اس میں کوئی مصلحت ہو تو اس میں اللہ کی ذات کا شکوہ اور ناقدری نہیں ہوتی۔

⑥ پہلی امتوں کے مومنین کا تذکرہ کرنا اور ان کی مثالیں بطورِ ضرب المثل پیش کرنے کا جواز مہیا ہو رہا ہے، کیونکہ جب ایسی چیزیں پیش کی جائیں تو اس وقت نفس کو اطمینان ملتا ہے اور انسان جب ایسی دلیلوں کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس میں مزید استقامت اور مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے۔

⑦ مومن اپنے عقیدے پر ڈٹ جاتا ہے، اگرچہ اس کے جسم کے ٹکڑے کر دیے جائیں اور سب سے انوکھی اور نرالی چیز جو مومن کو مصائب وآلام اور تکالیف کے ایام میں مضبوط اور پختہ کر دیتی ہے وہ اس کا صحیح عقیدہ ہے جس کا مقابلہ نہ اسلحے اور ہتھیاروں سے کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو پسِ زنداں رکھ کر زیر کیا جا سکتا ہے۔

⑧ آزمائشیں اور ابتلائیں ایمان کے لوازمات میں سے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الٓمّٓ ○ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ﴾ (العنکبوت: ۱، ۳)

''الم۔ کیا لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیے جائیں گے اور اُن کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ اور جو لوگ اُن سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے اُن کو بھی آزمایا تھا (اور ان کو بھی آزمائیں گے) سو اللہ ضرور معلوم کریں گے اُن کو جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور اُن کو بھی جو جھوٹے ہیں۔''

Marfat.com

⑨ نبی کریم ﷺ کے صحابہ پر بڑی بڑی سخت ترین تکلیفیں آئیں، لیکن انھوں نے اللہ کے راستے میں ان ساری تکالیف کو بڑی زندہ دلی سے برداشت کیا۔

⑩ ایمان کے دشمن آج ہی نہیں بلکہ شروع ہی سے چلے آرہے ہیں اور کافر فاسق اور سرکش لوگ مومنوں کے خلاف ہر دور میں برسرِ پیکار رہے ہیں اور آج بھی اسی طرح اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہے ہیں اور یہی مجرموں کا طریقہ کار ہے۔

⑪ مستقبل اسلام اور اہل اسلام کا ہی ہوتا ہے اور اللہ اپنے دین کی مدد کرنے والے ہیں، اسلام اور اہل اسلام کو عزتوں سے سرفراز فرمائے گا اور کفر اور اہل کفر کو ذلیل ورسوا اور تہہ بالا کر کے چھوڑے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (الصف: ۹)

’’وہی ذات ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے۔‘‘

⑫ مستقبل کے معاملات کے متعلق نبی کریم ﷺ کا خبر دینا اور ان کا حق اور سچ ثابت ہونا یہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کے بڑے مضبوط اور ٹھوس دلائل ہیں۔ اور پھر یہ معاملات اسی طرح حق اور سچ ثابت ہوئے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبانِ نبوت سے بیان فرمائے تھے، پھر دین اسلام چاروں آفاق میں پھیلا اور اسلام اور اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ نے امن وامان اور سلامتی نصیب فرمائی۔

⑬ اسلام امن وسلامتی کا دین ہے اور جس سرزمین پر اسلام رائج کر دیا جائے اور اس کے احکامات کو لاگو کر دیا جائے اور اس کی حدود کو نافذ کر دیا جائے وہ سرزمین امن وامان، سلامتی اور محبت ومودت کا گہوارہ بن جاتی ہے اور غیر لوگوں کو اللہ تعالیٰ بھوک اور خوف وہراس کا لباس پہنا دیتے ہیں اور یہ سارا کچھ ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

⑭ انسان عجلت اور جلد بازی کو پسند کرتا ہے، کیونکہ یہ عجلت سے مرقع ہے جب خیر اس سے کچھ مؤخر ہوتی ہے تو اس وقت اس کا صبر وحوصلہ ماند پڑ جاتا ہے اور اس کا سینہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ضوابط کو پھلانگتے ہوئے تنگی داماں کا شکوہ کرنا شروع کر دیتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرح جلدی نہیں کرتے، کیونکہ اللہ رب العزت بندوں کو بتلانا چاہتے ہیں کہ ہر پھل کے پکنے اور تیار ہونے کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے جس وقت میں خوشے صحیح پک کر تیار ہوتے ہیں اور خوبصورت بھی لگتے ہیں اور اس کے برعکس جلد بازی کی وجہ سے وہ تباہ وبرباد ہو جاتے ہیں۔

اور سلف صالحین میں سے کسی آدمی نے کیا خوب کہا تھا:

"مَنِ اسْتَعْجَلَ الشَّيْءَ قَبْلَ اَوَانِهٖ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِهٖ"

جس نے وقت سے پہلے کسی چیز کی طرف جلدی کی اس کو اس چیز سے محروم ہی ہونا پڑتا ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾

"(اے محمد!) صبر کریں جس طرح اولو العزم رسولوں نے صبر کیا اور ان (کافروں) کے لیے (عذاب) کی جلدی نہ کریں۔" (الأحقاف:۳۵)

اور حدیث کا خاتمہ بھی ان نورانی الفاظ سے ہوا ہے جن کو اس مقدس ہستی نے جو لوگوں کے لیے رحمت بن کر آئی ہے، لوگوں کے اذہان وقلوب میں پیوست کر دیا ہے:

«وَلٰكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ»

"لیکن تم عجلت سے کام لے رہے ہو۔"

نبی کریم ﷺ نے یہ فرمان اس لیے جاری فرمایا تا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں سے ناامیدی ختم ہو جائے اور وہ اپنے اللہ سے پر امید ہو جائیں۔

Marfat.com

تیرے لیے ہلاکت و بربادی ہے

عصر حاضر میں اسلام کے خلاف برسر پیکار لوگ ہر طرف سے طعن وتشنیع کا بہت زیادہ زہر اُگل رہے ہیں اور یہ بیماری ہر خاص وعام کے اندر موجود ہے اور زندگی کا کوئی شعبہ اور میدان ایسا نہیں جس میں ان ظالموں نے اسلام کے خلاف سازشیں نہ کی ہوں اور وہ چیز جو دل کو غمزدہ اور پریشان کرنے والی اور دن رات آنسو بہانے پر مجبور کرتی ہے وہ یہ ہے کہ دشمنانِ اسلام نے اس قدر جرأت کی کہ ان ظالموں نے رسول اللہ ﷺ پر بڑی بڑی تہمتیں لگائی ہیں اور اسی طرح امہات المومنین، صحابہ کرام اور صحابیات مبشرات کے بارے میں بھی اپنی زبان طعن کو دراز کیا ہے اور خصوصاً نبی کریم ﷺ کی تنقیص میں انھوں نے ہر طرح کی ہرزہ سرائی کی ہے۔ (نعوذ باللّٰہ من ذلك)

حتی کہ ان یہودیوں کا معاملہ اس انتہا تک پہنچ چکا ہے کہ انھوں نے معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کی تصویریں بنائی ہیں، آپ کے کارٹون بنائے ہیں، اس کے باوجود مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ سابقہ روایات اور اپنی عادات کے مطابق شاہراؤں پر آئے، احتجاج کیا، نعرے بازی کی اور اپنے گھروں کو چلے گئے، جیسے عام حالات میں مسلمانوں کو کوئی پریشانی ہو تو شاہراؤں اور سڑکوں پر نکلتے ہیں، سراپا احتجاج ہوتے ہیں اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے، لا حول ولا قوة الا باللّٰہ العلی العظیم۔

کیا اسلام کا کوئی ایسا بیٹا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ایسے غصہ کرے جیسے رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذاتِ کے لیے ربِ کائنات کی خاطر کیا تھا اور جس طرح صحابہ کرام نے کیا تھا۔ اے مسلمان! اللہ تیری حالت پر رحم فرمائے۔

Marfat.com

آیئے ذرا دیکھیں مقامِ نبوت کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے غصے کا کیا عالم تھا، چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَاسًا فِي الْقِسْمَةِ، فَاَعْطَى الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِّنَ الْاِبِلِ، وَاَعْطٰى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَاَعْطٰى مِنْ اَشْرَافِ الْعَرَبِ وَآثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ“

جب غزوۂ حنین ہوا تو وہاں پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح یابی سے ہمکنار فرمایا اور بہت زیادہ مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو تقسیم کیا، کچھ لوگوں کو ترجیحاً زیادہ مال اور مویشی ملے، جن میں سے اقرع بن حابس کو ایک سو اونٹ دیا اور اسی طرح عیینہ کو بھی ایک سو اونٹ دیے اور اسی طرح عرب کے بڑے بڑے اشراف اور رؤسا کو بھی اس دن ترجیح دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے وافر مقدار میں مال عطا فرمایا۔

تو اس وقت ایک آدمی نے وہاں پر یہ الفاظ کہے:

”وَاللّٰهِ! اِنَّ هٰذِهِ الْقِسْمَةَ مَا عُدِلَ فِيْهَا وَمَا اُرِيْدَ فِيْهَا وَجْهُ اللّٰهِ“

اللہ کی قسم! یہ تقسیم ایسی ہے جس میں نہ تو عدل کیا گیا ہے اور نہ ہی اللہ کی رضا مندی اور خوشنودی کا ہی ارادہ کیا گیا ہے۔

تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا:

”وَاللّٰهِ لَاُخْبِرَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَاَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَانَ كَالصِّرْفِ“

اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ کو ضرور خبر دوں گا، میں آپ کے پاس آیا اور آپ کو اس کی گفتگو کے متعلق بتایا تو یہ بات سنتے ہی آپ کا چہرہ غصے سے متغیر ہو گیا اور آپ کے چہرے کی کیفیت یہ تھی جیسے سرخ رنگ لگایا ہوا ہوتا ہے۔

Marfat.com

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَسَارَرْتُهُ فَغَضِبَ مِنْ ذٰلِكَ غَضَبًا شَدِیْدًا وَاحْمَرَّ وَجْهُهُ حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنِّیْ لَمْ اَذْكُرْهُ لَهُ"[1]

میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو میں نے چپکے سے ساری گفتگو آپ کو بتائی تو آپ یہ سن کر بہت شدید غصے میں آگئے اور آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور مجھے اس بات پر اس قدر رنج ہوا حتی کہ میں نے تمنا کی کہ کاش! میں آپ کو اس کی خبر نہ دیتا۔

چپکے سے بتانے کی وجہ یہ تھی کہ آپ صحابہ کرام کے مجمعے میں تھے جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۶۱۰۰ میں ہے۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«فَمَنْ یَّعْدِلُ اِذَا لَمْ یَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ»

"اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ عدل وانصاف نہیں کرتے تو پھر کون ہے جو عدل کرے گا؟"

پھر آپ نے فرمایا:

«یَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰی قَدْ اُوْذِیَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ»

"اللہ تعالیٰ موسیٰ (علیہ السلام) پر رحم فرمائے، ان کو اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی، جس پر انھوں نے صبر کا ہی مظاہرہ کیا تھا۔"

یہ حالات دیکھ کر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عزم اور ارادہ ظاہر کیا کہ آج کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی طرف کوئی بات بھی نہیں لے کر جاؤں گا۔[2]

نبی کریم ﷺ اس آدمی کے ان کلمات سے اس قدر غصے میں آگئے۔ کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے:

---

[1] صحیح مسلم: ۱۰۶۲۔

[2] صحیح البخاری: ۳۱۵۰؛ صحیح مسلم: ۱۰۶۲ واللفظ له۔

Marfat.com

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِئْذَنْ لِيْ فِيْهِ أَضْرِبْ عُنُقَهٗ"[1]

اے اللہ کے رسول! اس بدنصیب کے متعلق مجھے اجازت مرحمت فرمائیں، میں اس کی گردن اس کے تن سے جدا کردوں۔

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کیوں؟" عرض کی: اس لیے کہ اس ظالم نے نبوت کے مقدس اور پاکیزہ ترین مقام کے بارے میں ایسی جرأت کیسے کی ہے؟ مسلمانو! سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے پاسبانِ نبوت کہاں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسی جسارت کرنے والوں کی زبانوں کو گدی سے کھینچ لیں اور ان کے سرتن سے جدا کردیں۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① اس حدیث سے امام اور اہل فضل لوگوں کو ایسی خبریں دینے کا جواز مل رہا ہے جو ان کے بارے میں نازیبا کلمات کہے جاتے ہیں، تاکہ وہ کہنے والوں کو ڈرائیں اور خاص طور پر اس زمانے میں جب عام لوگ بڑے بڑے علمائے کے بارے میں اور اس دین کے خادموں کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اس لیے ہر آدمی پر ضروری ہے وہ جہاں بھی اس حقیر اور قبیح وصف کے ساتھ متصف شخص کو پائے وہاں لوگوں کو ان سے ضرور آگاہ کرے اور ان علما کو ضرور خبر دے جن کی یہ تنقیص کر رہا ہے، کیونکہ یہ وہ بدنصیب لوگ ہیں جن کے سینے حسد اور بغض کی آگ کے ساتھ ابل رہے ہیں، جس کی وجہ سے وہ علمائے کرام کی عزت و آبرو کو تار تار کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ یہی علمائے کرام اس کائنات میں ہدایت کا چراغ ہیں اور دنیا کے رہبر و رہنما ہیں۔

② اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ جب اس طرح کی صورت حال ہو کہ کوئی نبوت کے بارے میں زبان درازی کرے تو اس وقت چغلی اور غیبت جائز ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کو منع

[1] صحيح مسلم: ١٠٦٤۔

Marfat.com

نہیں کیا، کیونکہ ان کا ارادہ یہاں پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا تھا اور آپ کو ایسے لوگوں کے متعلق اطلاع دینے کا تھا جو اسلام کے خلاف طعن کرتے ہیں اور منافقانہ چالیں چلتے ہیں، تو ایسی صورت میں چغلی اور غیبت جائز ہے۔

③ کافروں کے مکروفریب سے بچنے کے لیے ان کی جاسوسی کرنا درست ہے، کیونکہ اس مذکورہ شخص نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا تھا جس کی وجہ سے اس کی کوئی عزت وحرمت باقی نہیں بچی تھی، اگر اللہ کے رسول ﷺ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو منع نہ کرتے تو انہوں نے اس ظالم کو قتل کرنے کا عزم مصمم کر لیا تھا۔

④ اہلِ علم اور اہلِ فضل کے بارے میں جب ایسی کوئی بات کہی جائے جو ان میں موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں ان کو شدید غصہ آتا ہے، لیکن اس کے باوجود ان کو صبر اور حلم وبردباری کا مظاہرہ کرنا چاہیے جس طرح نبی کریم ﷺ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اقتدا کرتے ہوئے کیا تھا اور یہی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا طریقہ تھا۔

⑤ عطیات دینے میں بعض لوگوں کو بعض سے خاص کر لینا جائز ہے، جب امام کو اس میں کوئی مصلحت نظر آ رہی ہو، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا، تاکہ آپ ایک قوم کے دلوں کو دین اسلام کی طرف مائل کر سکیں۔

⑥ دعوت الی اللہ کے میدان میں یہ بھی شرعی سیاست ہے، معاشرے کے بڑے بڑے سرکردہ اور عزت وعظمت والے لوگوں کو دین کی طرف مائل کرنے کے لیے جو مال وہ پسند کریں دے دیں، کیونکہ ان کے ہدایت لانے کی وجہ سے اسلام کو بہت ساری بھلائیاں مل سکتی ہیں اور اہل اسلام کے لیے بھی اس میں بہت سارے فوائد پنہاں ہیں، پھر دین اسلام کے لیے اپنے منصبوں کے مطابق بڑی بڑی خدمات پیش کر سکتے ہیں، جو عام لوگ نہیں کر سکتے۔

⑦ ہر زمانے میں انبیاء اور ان کے متبعین کے دشمن موجود رہے ہیں جو ان کو طعن وتشنیع کا ہدف بناتے ہیں، ان کی باتوں کو رد کرتے ہیں اور ان معاملات میں شکوک وشبہات کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

⑧ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کی خیر خواہی کرنا واجب ہے، جس طرح سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

⑨ نبی کریم ﷺ بھی بشر تھے، مختلف مواقع پر اشیا کا اثر اسی طرح ہی لیتے تھے جس طرح دوسرے بشر اثر محسوس کرتے ہیں، جب کوئی چیز آپ کو ناپسند ہوتی یا آپ کو کسی چیز سے غصہ آتا یا آپ کو کوئی خوشی میسر آتی تو آپ کے چہرہ پر انوار سے بھی پہچان لیا جاتا تھا اور اس میں ان لوگوں کے عقیدے کا رد ہے، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو مقامِ نبوت سے اٹھا کر الوہیت کے مقام پر فائز کرنے کی کوشش کی ہے، وہ آپ سے مدد طلب کرتے ہیں، آپ کے لیے نذریں مانتے ہیں، ذبیحے کرتے ہیں، جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے بڑی سختی سے ڈرایا ہے۔

⑩ لوگوں میں سب سے بڑے عادل، سب سے زیادہ دل میں اللہ کا خوف رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے وہ رسول وانبیاء ہی ہیں، صلوات اللّٰہ وسلامه عليهم۔

Marfat.com

تم میں نفرت دلانے والے بھی ہیں

نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ کو دو چیزوں یا دین کے دو امور کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے جو آسان اور ہلکا ہوتا اس کو اختیار کر لیتے تھے اور اسی حوالے سے آپ کا فرمان گرامی ہے:

((اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُّشَادَّ اَحَدُکُمُ الدِّیْنَ اِلَّا غَلَبَهٗ))

''یقیناً دین اسلام آسان ہے اور تم میں سے جو شخص بھی اس کے اندر سختی پیدا کرتا ہے ایک وقت آتا ہے کہ وہ سختی اس پر غالب آ جاتی ہے۔''

اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ جب آپ سے حجۃ الوداع کے موقع پر مختلف سوالات ہوئے تو آپ نے ان کے جواب میں متعدد بار یہ کلمات کہے:

((اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ))

''کرلو کوئی حرج والی بات نہیں۔''

یہ کلمات آپ ﷺ نے حج کے بارے میں متعدد مرتبہ دہرائے، جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ دین اسلام کے اندر اصل یہ ہے کہ دین آسان ہے، اس کے اندر سختی اور جبر نہیں ہے۔

شریعت اسلامیہ کا یہ قاعدہ ہے:

''اِنَّ الْمُشَقَّةَ تَجْلِبُ التَّیْسِیْرَ''

یقیناً مشقت آسانیوں کو کھینچ کر لے آتی ہے۔

اور اس بات سے ہم سب بخوبی آگاہ ہیں کہ نرمی اور آسانی جس چیز کے اندر آ جاتی ہے اس کو مزین اور خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی ختم ہو جائے وہ چیز عیب

Marfat.com

دار ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے کلام سے ثابت ہونے والی ان نصوصِ صحیحہ کے بعد بھی ہم کچھ ایسے لوگوں کو پاتے ہیں جو اپنی ذات پر بھی اور دوسرے لوگوں پر بھی سختی کرتے ہیں اور وہ اس خوش فہمی کا شکار ہیں کہ وہ بہت اچھے کام سرانجام دے رہے ہیں، حالانکہ وہ درست پہلو سے ہٹ چکے ہیں اور ہدایت کے طریق سے پہلو تہی اختیار کر چکے ہیں، اپنی خواہشات کے دل دادہ اور سنت نبوی ﷺ سے بہک چکے ہیں۔

اس لیے عزیز بھائیو! ہم آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا ایک نمونہ پیش کر رہے ہیں تاکہ آپ کو دین اسلام کے اندر سختی اور تشدد کے انجام سے بخوبی آگاہی ہو سکے، اگرچہ اس سختی کے پیچھے آپ نیک ارادہ ہی کیوں نہ رکھتے ہوں۔

سیدنا ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ① اِلَی النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ، مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فَمَارَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ غَضِبَ فِي مَوْعِظَةٍ قَطُّ أَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنكُمْ مُّنَفِّرِيْنَ، فَأَيُّكُمْ أَمَّ النَّاسَ، فَلْيُوْجِزْ فَإِنَّ مِنْ وَّرَآئِهِ الْكَبِيْرَ، وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ» ②

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول! فلاں آدمی جو ہمیں لمبی نماز پڑھاتا ہے میں اس کی وجہ سے فجر کی نماز میں جماعت سے پیچھے رہ جاتا ہوں، اس دن رسول اللہ ﷺ جس قدر غصے میں تھے میں نے اس سے بڑھ کر کسی وعظ میں آپ کو غصے کی حالت میں نہیں دیکھا تو آپ ﷺ نے (اپنے اس خطبہ میں) فرمایا: ''اے لوگو! تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو لوگوں کے دلوں میں نفرت ڈالنے والے ہیں جو بھی تم میں سے لوگوں کی امامت کروائے اس کو چاہیے کہ وہ نماز ہلکی پڑھائے،

① بعض نے کہا کہ ''رجل'' سے مراد حرام بن ملحان ہیں۔ ② صحیح مسلم: ٤٦٦۔

Marfat.com

کیونکہ اس کے پیچھے بوڑھے، بچے اور حاجت وضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔"

موجودہ زمانے میں لوگوں میں سے جس شخص کا منہج ہی لوگوں کے دلوں میں نفرت ڈالنا ہے، اور اس کا گمان یہی ہے کہ وہ سیدھے راستہ پر چل کر دین کا کام کر رہا ہے، جب کہ اس نے ابوالقاسم ﷺ کی سنت مطہرہ کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اور یہ بری عادت جس شخص کا وطیرہ اور شعار بن چکی ہے۔ عوام اور اسلام دشمن عناصر اس کو رسول اللہ ﷺ کے دعوتی منہج کے خلاف بطورِ زینہ یا سیڑھی کے استعمال کرتے ہیں اور ایسے نفرت ڈالنے والے لوگوں کی مثالیں پیش کر کے دلیل پکڑتے ہیں۔

اسلام کی دعوت کا اہتمام کرنے والے ہر شخص پر ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو دعوت دینے کا طریقہ کار سیکھے، تاکہ وہ کسی ایسی چیز میں واقع نہ ہو جائے جو رسول اللہ ﷺ کی ناراضی اور آپ کے غصے کا موجب ٹھہرتی ہو، جب دعوت کا طریقہ اچھا اور کتاب وسنت کے مطابق ہوگا تو پھر دعوت کے نتائج وثمرات بھی بڑے عمدہ اور اچھے ہوں گے اور لوگ دنیا وآخرت کی سعادت کو اپنے دامن میں سمیٹ لیں گے اور توفیق اسی کو ملتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اور ذلیل ورسوا وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل ورسوا کر دے۔

اے بندے! اللہ تعالیٰ سے ڈر کر زندگی گزار، اللہ آپ کو جانتے ہیں۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① جو چیز مسلمانوں پر تنگی کا باعث بننے والی ہو یا ان کے دلوں میں نفرت ڈالنے والی ہو یا ان کے لیے آزمائش وفتنہ بننے والی ہو، اس کے بارے میں مسلمانوں کے حاکم یا سلطان کو خبر دینے کا جواز مل رہا ہے اور علمائے کرام نے اس کو غیبت میں شمار نہیں کیا۔

② جب اللہ تعالیٰ کے شعائر اور حرام کردہ چیزوں کی بے حرمتی اور بے عزتی کی جائے یا مسلمانوں کو تنگ کرنے اور تکلیف پہنچانے والے کام کیے جائیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی کے لیے غصہ کرنا مستحب ہے۔

Marfat.com

③ جماعت سے لیٹ آ کر نماز ادا کرنے کا جواز مل رہا ہے جب جماعت کے وقت مسجد میں حاضر ہو کر نماز ادا کرنے میں کوئی عذر ہو۔

④ ان افعال، اقوال اور اشاروں کی حرمت ثابت ہو رہی ہے جن کی وجہ سے دین کے بارے میں نفرت پیدا ہو۔

⑤ دینی حوالے سے غلطی کرنے والے شخص سے عام لوگوں کی موجودگی میں مخاطب ہونا اور غلطی کی نشان دہی کرنا مستحب عمل ہے، تاکہ باقی لوگ اس غلطی سے محفوظ رہیں، کیونکہ حکمت و دانائی یہی ہے کہ غلطی کا علاج اور اس کی اصلاح ہو تاکہ لوگ کسی بڑے نقصان کی طرف نہ چلے جائیں۔

⑥ اس حدیث سے چھٹا مسئلہ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ امام کے ذمہ مقتدیوں کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کی حالت کا خیال رکھ کر امامت کروائے، کیونکہ نماز ادا کرنے والوں میں بوڑھے، بیمار، بچے اور حاجت والے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں، اس لیے امام پر ضروری ہے کہ وہ اس وقت نماز میں تخفیف والا پہلو مدنظر رکھے، نماز لمبی نہ پڑھائے، اس سے مراد یہ قطعاً نہیں ہے کہ نماز کے ارکان، واجبات اور مستحبات وغیرہ کو کم کر دے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کے اندر قراءت کم کرے۔

بعض لوگوں کا موقف یہ ہے کہ جب مقتدی لمبی قراءت پر راضی ہوں تو اس وقت لمبی قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ معاملہ بھی مشکل سے خالی نہیں ہے، کیونکہ بسا اوقات ایسے ہوتا ہے کہ جماعت کھڑی ہو چکی ہے بعد میں لوگ شامل ہو گئے جو مذکورہ اوصاف کے حامل ہیں، لہٰذا نماز میں لمبی قراءت کرنا مطلقاً مکروہ ہے الا کہ جب فرضی نماز ہو اور وہاں صرف مقامی لوگ ہی شامل ہونے والے ہوں، باقی لوگوں کے شامل ہونے کا شائبہ نہ ہو تو اس وقت مقتدیوں کی رضا مندی سے امام لمبی قراءت کر سکتا ہے، یہ موقف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا ہے۔

⑦ جس مسجد میں با جماعت نماز ادا کی جاتی ہے اس مسجد میں عذر کی بنیاد پر اکیلا اور منفرد شخص نماز ادا کر سکتا ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کا اپنی بیویوں سے علیحدہ ہونا

آپ ﷺ کی عظمت، بلندی اور شان کا یہ عالم ہے کہ کائنات کی کسی بھی ہستی کو حتی کہ آپ کے نکاح میں اور آپ کی آغوش نبوت میں زندگی گزارنے والی آپ کی بیویوں کے بھی شایانِ شان اور لائق نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی مخالفت کرنے کی جرأت کریں۔

آپ کی بعض بیویوں سے ایسا معاملہ سرزد ہوا جس معاملے نے رسول اللہ ﷺ کو سخت غصے میں ڈال دیا، جس کی وجہ سے آپ نے اپنی تمام بیویوں سے ایک مہینے کے لیے علیحدگی اختیار کر لی اور آپ نے یہ ارادہ کر لیا کہ میں ایک مہینے سے پہلے ان میں سے کسی کے پاس نہیں جاؤں گا، اسی معاملے کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے وحی بھی نازل فرمائی۔

اس عظیم موقف اور سنہری واقعہ کو جو اپنے اندر بڑے بڑے عظیم فوائد سمیٹے ہوئے ہے، اس کتاب میں ہر مسلمان کے لیے پیش کر رہے ہیں، صحیح بخاری کی حدیث ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا عَلَى أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَيْنِ قَالَ اللَّهُ لَهُمَا: ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾(التحريم: 4) حَتَّى حَجَّ وَحَجَجْتُ مَعَهُ، وَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِإِدَاوَةٍ فَتَبَرَّزَ، ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ مِنْهَا فَتَوَضَّأَ، فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

Marfat.com

مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّتَانِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ (التحريم:٤)؟ قَالَ: وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، هُمَا عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيثَ يَسُوقُهُ۔

عرصہ دراز سے میرے دل کی یہ تڑپ اور تمنا تھی کہ میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی ان دو بیویوں کے متعلق دریافت کروں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ (اللہ تعالیٰ نے میری اس سوچ اور حرص کو پورا کیا کہ) ایک دفعہ انہوں نے حج کیا اور میں نے بھی آپ کے ساتھ ہی فریضہ حج ادا کیا، ایک جگہ پر وہ قضائے حاجت کے لیے راستہ سے ہٹ گئے تو میں بھی ایک برتن میں پانی لے کر ان کے ساتھ راستہ سے ہٹ گیا، پھر جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر واپس پلٹے تو میں نے ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالا، پھر انھوں نے وضو کیا تو میں عرض کیا کہ اے امیر المومنین! رسول اللہ ﷺ کی وہ کون سی دو بیویاں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ تو انہوں نے فرمایا: اے ابن عباس! تجھ پر حیرت ہے، وہ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوری تفصیل کے ساتھ مجھے یہ روایت بیان فرمائی۔

قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ، وَهُمْ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ، وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَيَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِمَا حَدَثَ مِنْ خَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ أَوْ غَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْأَنْصَارِ إِذَا قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَأْخُذْنَ مِنْ

Marfat.com

أَدَبِ نِسَآءِ الأَنْصَارِ، فَصَخِبْتُ عَلَى امْرَأَتِيْ فَرَاجَعَتْنِي، فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِيْ، قَالَتْ: وَلِمَ تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ؟

انہوں نے کہا: میں اور میرے ایک انصاری پڑوسی جو امیہ بن زید سے تعلق رکھتے تھے اور ہم عوالی مدینہ میں رہتے تھے، ہم نے آپس میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی باری قائم کر رکھی تھی، ایک دن وہ حاضری دیتے اور دوسرے دن میں حاضر ہوتا تھا، جب میں حاضر ہوتا تو اس دن کی تمام خبریں جو وحی وغیرہ کے متعلق ہوتیں لاتا اور اپنے اس پڑوسی کو بیان کرتا اور جس دن وہ حاضر ہوتے تو وہ بھی ایسے ہی کرتے تھے، ہم قریشی لوگ اپنی عورتوں پر غالب تھے، لیکن جب ہم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہاں انصار اپنی عورتوں سے مغلوب تھے، ہماری عورتوں نے بھی انصار کی عورتوں کا طریقہ سیکھنا شروع کر دیا، ایک دن میں نے اپنی بیوی کو ڈانٹا تو اس نے میرا ترکی بہ ترکی جواب دینا شروع کر دیا تو میں نے اس کے اس طرح جواب دینے پر ناگواری اور غصے کا اظہار کیا تو اس نے کہا کہ میرا جواب دینا آپ کو برا کیوں لگتا ہے۔

فَوَاللّٰهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ لَيُرَاجِعْنَهُ، وَإِنَّ إِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ، فَأَفْزَعَنِيْ ذٰلِكَ وَقُلْتُ لَهَا: قَدْ خَابَ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكِ مِنْهُنَّ، ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ، فَنَزَلْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا: أَيْ حَفْصَةُ، أَتُغَاضِبُ إِحْدَاكُنَّ النَّبِيَّ ﷺ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، فَقُلْتُ: قَدْ خِبْتِ وَخَسِرْتِ، أَفَتَأْمَنِيْنَ أَنْ يَّغْضَبَ اللّٰهُ لِغَضَبِ رَسُوْلِهِ ﷺ فَتَهْلِكِيْ؟ لَا تَسْتَكْثِرِي النَّبِيَّ ﷺ وَلَا تُرَاجِعِيْهِ فِيْ شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيْهِ، وَسَلِيْنِيْ مَا بَدَا لَكِ.

اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی بیویاں بھی آپ ﷺ کو جواب دے دیتی

Marfat.com

ہیں اور بعض تو آپ سے ایک دن رات الگ رہتی ہیں، یہ بات سن کر میں کانپ اٹھا اور کہا کہ ان میں سے جس نے بھی ایسے کیا ہے وہ یقیناً نامراد ہو گی، پھر میں نے اپنے کپڑے لپیٹے اور مدینہ کی طرف چل دیا اور میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا اور ان سے کہا کہ اے حفصہ! کیا تم میں سے کوئی رسول اللہ ﷺ سے ایک دن رات ناراض میں رہتی ہے؟ تو انھوں نے کہا: جی ہاں! کبھی ایسے ہو جاتا ہے، پھر میں نے کہا: تم نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال لیا ہے اور نامراد ہوئی ہو، کیا تمھیں اس بات کا کوئی ڈر نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے غصے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم پر غصے ہو جائے اور پھر تم تنہا ہی ہو جاؤ گی، خبردار! نبی کریم ﷺ سے مطالبات نہ کیا کرو اور نہ ہی کسی معاملے میں آپ کو جواب دیا کرو اور نہ ہی آپ کو چھوڑا کرو، اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھ سے مانگ لیا کرو۔

وَلاَ يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُرِيدُ عَائِشَةَ - قَالَ عُمَرُ: وَكُنَّا قَدْ تَحَدَّثْنَا أَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ الْخَيْلَ لِغَزْوِنَا، فَنَزَلَ صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَوْمَ نَوْبَتِهِ، فَرَجَعَ إِلَيْنَا عِشَاءً فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيْدًا، وَقَالَ: أَثَمَّ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: قَدْ حَدَثَ الْيَوْمَ أَمْرٌ عَظِيْمٌ، قُلْتُ: مَا هُوَ، أَجَاءَ غَسَّانُ؟ قَالَ: لَا، بَلْ أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَأَهْوَلُ۔

اور تجھے دھوکا نہ ہو، تیری پڑوسن تجھ سے زیادہ حسین ہے اور رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیاری ہے۔ اس سے انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مراد لیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس زمانہ میں ہم لوگوں میں اس کا چرچا تھا کہ غسان کے لوگ ہم سے جنگ کرنے کے لیے گھوڑوں کی نعل بندی کر رہے ہیں (تیاری کر رہے ہیں) میرے ساتھی (انصاری) اپنی باری کے دن (رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ کے پاس) گئے، عشا کے وقت واپس ہوئے، میرے دروازے پر زور سے دستک دی اور کہا: کیا عمر گھر میں ہیں؟ میں گھبرا کر باہر نکل کر آیا، تو انھوں نے بیان کیا کہ ایک بڑا حادثہ ہوگیا، میں نے پوچھا کیا غسان کے لوگ آ گئے؟ انھوں نے کہا: نہیں، بلکہ اس سے بھی بڑا اور سخت حادثہ ہوا ہے۔

طَلَّقَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَاءَهُ، -فَقُلْتُ:خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ، قَدْ كُنْتُ أَظُنُّ هٰذَا يُوْشِكُ أَنْ يَكُوْنَ، فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ، فَصَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَشْرُبَةً لَهُ فَاعْتَزَلَ فِيْهَا۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے، میں نے کہا: حفصہ تو گھاٹے اور نقصان میں رہی، مجھے تو پہلے ہی گمان تھا کہ ایسا ہونے والا ہے میں نے اپنے کپڑے پہنے اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی، آپ بالا خانے میں تشریف لے گئے اور وہاں تنہائی اختیار کر لی۔

وَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِيْ، فَقُلْتُ: مَا يُبْكِيْكِ أَلَمْ أَكُنْ حَذَّرْتُكِ هٰذَا، أَطَلَّقَكُنَّ النَّبِيُّ ﷺ؟ قَالَتْ: لَاأَدْرِيْ، هَا هُوَ ذَا مُعْتَزِلٌ فِي الْمَشْرُبَةِ، فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ، فَإِذَا حَوْلَهُ رَهْطٌ يَبْكِيْ بَعْضُهُمْ، فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيْلًا، ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا أَجِدُ، فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِيْ فِيْهَا النَّبِيُّ ﷺ، فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهُ أَسْوَدَ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ الْغُلَامُ فَكَلَّمَ ﷺ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: كَلَّمْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ، فَانْصَرَفْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا أَجِدُ فَجِئْتُ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ، فَرَجَعْتُ فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا أَجِدُ، فَجِئْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ

Marfat.com

لِعُمَرَ، فَدَخَلَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ فَقَالَ: قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ، فَلَمَّا وَلَّيْتُ مُنْصَرِفًا، قَالَ: إِذَا الْغُلَامُ يَدْعُونِي، فَقَالَ: قَدْ أَذِنَ لَكَ النَّبِيُّ ﷺ.

میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھی، میں نے پوچھا: کیوں رو رہی ہے؟ کیا میں نے تجھے پہلے ہی نہیں ڈرایا تھا، کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ نے طلاق دے دی؟ انہوں نے کہا: معلوم نہیں، آپ ﷺ اس وقت بالا خانے میں ہیں، میں باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا تو دیکھا کہ منبر کے گرد لوگ بیٹھے ہیں اور بعض رو رہے ہیں، میں ان کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھ گیا پھر مجھ پر میرے خیال نے غلبہ کیا تو میں اس بالاخانے کے پاس آیا جس میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے میں نے آپ کے ایک سیاہ لڑکے سے کہا کہ عمر کے لیے اجازت مانگو، تو وہ لڑکا اندر گیا اور نبی کریم ﷺ سے گفتگو کی، پھر باہر آیا تو کہا کہ میں نے آپ کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا، لیکن آپ خاموش رہے، چنانچہ میں لوٹ آیا اور اس گروہ کے پاس جا کر بیٹھ گیا، جو منبر کے پاس تھا، پھر مجھ پر رنج نے غلبہ کیا تو میں دوبارہ اس لڑکے کے پاس آیا اور کہا: عمر کے لیے اجازت مانگو، پھر اس نے وہی بیان کیا، میں پھر اس گروہ کے پاس بیٹھ گیا جو منبر کے پاس بیٹھا تھا، پھر مجھ سے نہ رہا گیا اور وہی خیال غالب ہوا تو میں اس لڑکے کے پاس آیا اور کہا کہ عمر کے لیے اجازت مانگو، پھر اس نے اسی طرح بیان کیا، جب میں واپس ہونے کے لیے مڑا، تو یکا یک لڑکے نے مجھے پکارا اور کہا کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی ہے۔

فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيْرٍ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ، قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ، مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ

Marfat.com

وَأَنَا قَائِمٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ فَرَفَعَ إِلَيَّ بَصَرَهُ فَقَالَ: «لَا» فَقُلْتُ: اللّٰهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَسْتَأْنِسُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوْ رَأَيْتَنِيْ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ إِذَا قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ رَأَيْتَنِي وَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا: لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ أَوْضَأَ مِنْكِ، وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ - يُرِيْدُ عَائِشَةَ - فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ تَبَسُّمَةً أُخْرٰى، فَجَلَسْتُ حِيْنَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ، فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ فِيْ بَيْتِهِ

میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا، تو دیکھا کہ آپ خالی بوریے پر لیٹے ہوئے ہیں، آپ کے جسم اور بوریے کے درمیان کوئی بستر نہ تھا اور بوریے کے نشان آپ کے جسم پر پڑ گئے تھے اور چمڑے کے ایک تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، میں نے آپ کو سلام کیا، پھر میں نے کھڑے کھڑے پوچھا کہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؟ آپ نے اپنی نگاہ میری طرف اٹھائی اور فرمایا: ''نہیں۔'' میں (خوشی کی وجہ سے) کہہ اٹھا: اللہ اکبر، پھر میں نے کھڑے کھڑے ہی صرف دل بہلانے کو کہا: یا رسول اللہ! دیکھیں ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے، پھر ہم ایسی قوم کے پاس آئے کہ ان پر ان کی عورتیں غالب تھیں، تو نبی کریم ﷺ مسکرا دیے، پھر میں نے عرض کیا: کاش آپ دیکھتے کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، تو میں نے اس سے کہا: تو اس بات سے بے خبر نہ رہ کہ تیری سوتن تجھ سے زیادہ حسین ہے اور نبی کریم ﷺ کو زیادہ محبوب ہے مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھی۔ تو نبی کریم ﷺ دوبارہ مسکرا دیے جب میں نے آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو میں بیٹھ گیا۔

فَوَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ فِيْ بَيْتِهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ، غَيْرَ أَهَبَةٍ ثَلَاثَةٍ،

Marfat.com

فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى أُمَّتِكَ، فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا، وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ، فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ: «أَوَفِيْ هٰذَا أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، إِنَّ أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلُوْا طَيِّبَاتِهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا»

پھر میں نے آپ کے گھر میں نظر دوڑا کر دیکھا تو تین کھالوں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آئی، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ سے دعا کیجیے کہ آپ کی امت پر وسعت کرے اس لیے کہ فارس اور روم والوں کو وسعت دی گئی ہے اور انہیں دنیا (کی نعمت) دی گئی ہے، حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے، نبی کریم ﷺ ابھی تک ٹیک لگائے ہوئے تھے، لیکن اب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ”اے ابن خطاب! کیا تمہیں اس بات میں شک ہے کہ وہ لوگ ایسی قوم ہیں جنہیں ان کی نیکیوں کی جزا دنیاوی زندگی میں ہی دے دی گئی ہے۔“

فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِيْ، فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ نِسَاءَهُ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ حِيْنَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلٰى عَائِشَةَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً، وَكَانَ قَالَ: «مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا» مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حِيْنَ عَاتَبَهُ اللّٰهُ فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَبَدَأَ بِهَا۔

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لیے دعائے مغفرت فرمائیں، نبی کریم ﷺ اس راز کے باعث اپنی بیویوں سے جدا ہو گئے، جو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر ظاہر کر دیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا: ”میں ان عورتوں کے پاس ایک مہینا تک نہیں جاؤں گا۔“ اس لیے کہ آپ کو اس کا بہت زیادہ رنج ہوا تھا جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب کیا، جب انتیس دن گزر گئے تو آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور ان سے ابتدا کی۔

Marfat.com

فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّكَ كُنْتَ قَدْ أَقْسَمْتَ أَنْ لَّا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا، وَإِنَّمَا أَصْبَحْتَ مِنْ تِسْعٍ وَّعِشْرِينَ لَيْلَةً أَعُدُّهَا عَدًّا، فَقَالَ: «اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً» فَكَانَ ذٰلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً، قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى آيَةَ التَّخَيُّرِ، فَبَدَأَ بِيْ أَوَّلَ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ فَاخْتَرْتُهُ، ثُمَّ خَيَّرَ نِسَاءَهُ كُلَّهُنَّ فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ۔[1]

تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ہمارے پاس ایک مہینا تک نہ آئیں گے اور ابھی ہم پر انتیس راتیں ہی گزری ہیں، میں تو ایک ایک دن گن رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مہینا انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔'' اور وہ مہینا انتیس دن ہی کا تھا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ تخییر کی آیت نازل ہوئی تو سب سے پہلے مجھ ہی سے آپ نے پوچھا، تو میں نے آپ کو ہی اختیار کیا پھر آپ نے تمام عورتوں کو اختیار دیا تو ان سب نے وہی جواب دیا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔

اس حدیث میں غصے کے مواقع بڑے ہی واضح ہیں۔ پہلی جگہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہنا کہ اے حفصہ! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات تک پریشان اور غصے کی حالت میں رکھا تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہاں، تو انہوں نے کہا: تم نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال لیا ہے اور نامراد ہوئی ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غصے میں آ گئے تو تم ہلاک اور تباہ و برباد ہو جاؤ گی۔

دوسری جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے انتیس راتیں جدا رہنا اور آپ کا یہ کہنا کہ میں ایک مہینے تک تمھارے پاس نہیں آؤں گا، یہ سارا معاملہ آپ کے غصے کی وجہ سے تھا۔

تیسری جگہ غصہ کی وجہ ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بار بار اجازت مانگنے کے باوجود بالا خانے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی تھی، پھر تیسری مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اجازت ملی تھی۔

[1] صحیح البخاری: ۵۱۹۱۔

Marfat.com

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① کسی عالم سے اس کے بعض گھریلو معاملات کے متعلق سوال کرنا جائز ہے یہ اس وقت ہے جب کوئی مسئلہ دریافت کرنا مقصود ہو۔

② اگر انسان کو یہ خدشہ لاحق ہو کہ اگر میں نے اس عالم سے یہ سوال کیا تو ان کو غصہ آ جائے گا تو عالم کی عزت وتوقیر اور ہیبت کو مدنظر رکھتے ہوئے انتظار کرے، جب عالم لوگوں سے جدا ہو تو پھر اس سے سوال کرے۔

③ اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ غم وغصہ اور پریشانی بڑے بڑے باوقار لوگوں کے اندر جلد بازی پیدا کر دیتی ہے، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول اس کی واضح دلیل ہے: پھر میرے دل میں جو قلق واضطراب تھا وہ مجھ پر غالب آ گیا اور میں یکے بعد دیگرے آپ کے دروازے پر تین مرتبہ گیا۔

④ جتنے معاملات زیادہ اہم ہوں گے اتنا ہی ان کے اندر خطرہ اور خوف وہراس بھی زیادہ ہوگا۔

⑤ اس حدیث سے اس چیز کا جواز بھی مل رہا ہے کہ آدمی جب کسی دوست کے گھر میں داخل ہو تو اس کے گھر کے مختلف حصوں کو دیکھنا جائز ہے جب اسے اس بات کا علم ہو کہ میرا دوست میرے اس عمل کو ناپسند نہیں کرے گا۔

⑥ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تھوڑی ہی کیوں نہ ہوں، ان کو حقیر نہیں جاننا چاہیے اور جو شخص یہ کوتاہی کر بیٹھے اسے اللہ سے استغفار کرنا چاہیے اور اہلِ فضل وعلم سے بھی استغفار کرنے کی دعا کروانی چاہیے اور ایثار وقناعت شعاری کو اپنا وطیرہ بنا کر ان لوگوں کی طرف نظر التفات نہیں کرنی چاہیے، جن کے پاس اس فانی دنیا کے مختلف امور یا ناز ونعم جمع ہوں۔

⑦ رازداری کی بات کو پوشیدہ نہ رکھنے والے شخص کو سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کا جواز بھی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

Marfat.com

⑧ امام، قائد یا لیڈر کو غصہ وغیرہ آ جائے تو اسے چاہیے کہ وہ لوگوں سے اوجھل ہو جائے اوران کی طرف واپس اس وقت آئے جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے اور کسی بھی قوم کا رہبر ورہنما جب ان سے اوجھل ہو جائے تو لوگوں کو اس کے پاس اجازت کے بغیر نہیں جانا چاہیے، اگرچہ جو داخل ہونے والا ہے وہ اس کے نزدیک کتنا ہی قدرومنزلت اور بلند مقام پر فائز کیوں نہ ہو۔

⑨ جب آدمی کی بیوی سے ایسی کوتاہی سرزد ہو جائے جس سے اس کے میکے والوں کو ڈانٹا جا سکتا ہو تو اس وقت بھی سسرالیوں کے ساتھ نرمی والا معاملہ ہی کرنا چاہیے۔

⑩ بسا اوقات خاموش رہنا کلام کرنے سے زیادہ بہتر اور افضل ہوتا ہے، کیونکہ اگر اللہ کے رسول ﷺ غلام کو حکم صادر فرماتے کہ عمر کو واپس لوٹا دو تو پھر دوبارہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے جا کر اجازت طلب کرنا جائز نہ ہوتا، نبی کریم ﷺ خاموش رہے جس کی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بار بار اجازت طلب کرنے کے لیے دروازے پر چلے جاتے تھے جس کی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ آپ کی خاموشی اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی نہیں تو تھوڑی دیر تک اجازت مل جائے گی۔

⑪ عورت پر سختی کرنے کی شریعت اسلامیہ نے مذمت فرمائی ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اپنی قوم کا عورت سے سختی والا رویہ چھوڑ کر انصار کا نرمی والا رویہ اپنا لیا تھا۔

⑫ جب گھر والوں کو اطلاع دینے کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو تو دروازے پر دستک دینا جائز ہے۔

⑬ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی علم تفسیر کے حصول کے لیے حرص ثابت ہوتی ہے۔

⑭ باپ اپنی بیٹی کے گھر اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر جا سکتا ہے اور اس کے گھر کے اور خاص طور پر اس کے شوہر کے متعلق حالات دریافت کر سکتا ہے۔

⑮ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حصولِ علم میں حرص واضح ہو رہی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حالات کو یاد رکھنے کی تڑپ ثابت ہو رہی ہے۔

⑯ حقوق اللہ کے علاوہ اگر عورت اپنے شوہر کے حق میں کوئی کوتاہی سے کام لیتی ہے یا

Marfat.com

پھسل جاتی ہے تو ایسے حالات میں شوہر کو صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔

⑰ ہر نعمت جو انسان دنیا میں لے لیتا ہے وہ آخرت کی نعمتوں سے اس نے جلدی لے لی ہے اور اگر دنیا میں ان لذتوں اور شہوتوں سے پہلو تہی اختیار کرتا ہے تو پھر یہ ساری نعمتیں آخرت کے لیے ذخیرہ کر دی جاتی ہیں، اسی وجہ سے بعض لوگ دنیا میں فقیری کو امیری پر ترجیح دیتے ہیں۔

⑱ آدمی جب اپنے کسی ساتھی کو دیکھے کہ غم زدہ ہے تو اس سے ایسی گفتگو کرے کہ جس سے اس کے غموں کے بادل چھٹ جائیں اور وہ خوش وخرم ہو جائے، جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایسی گفتگو کی جس سے نبی کریم مسکرا دیے۔ کسی بڑے آدمی سے اجازت طلب کر کے ایسے کرنا مستحب ہے جس طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

⑲ وضو کرتے وقت کسی دوسرے سے معاونت لینا جائز ہے اور اسی طرح چھوٹے کا بڑے کی خدمت کرنا جائز ہے، اگرچہ چھوٹا حسب ونسب کے اعتبار سے بڑے سے بلند مرتبے والا ہو۔

⑳ قسم اٹھانے والے سے جب کوئی ایسا معاملہ سرزد ہو جس سے یہ محسوس ہو کہ یہ آدمی اپنی قسم کے معاملے کو بھول گیا ہے خاص طور پر جس کے ساتھ تعلق بھی ہو تو ایسے شخص کو یاد دلا دینا چاہیے، جس طرح ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خدشہ لاحق ہوا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیس دن پورے کرنے کی بجائے انتیس دنوں کے بعد ہی آ گئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہیں تو ام المومنین نے تذکیر کرتے ہوئے عرض کی کہ اللہ کے رسول! آپ نے تو مہینا پورا کرنا تھا، آپ انتیسویں دن ہی آ گئے ہیں تو آپ نے فرمایا: ''عائشہ! مہینا انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔''

㉑ جب کسی آدمی کے پاس وقت کی کمی ہو جس کے باعث وہ مسلسل کسی عالم سے پڑھنے کے لیے وقت نہ نکال سکتا ہو تو پھر کسی عالم کی مجلس میں بیٹھنے کے لیے کسی دوسرے آدمی کے ساتھ باری باندھنا بھی جائز ہے۔

Marfat.com

کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سفارشی بنتے ہو؟

یہود ونصاریٰ کے وضع کردہ قوانین وضوابط کو نافذ کرنے والے اسلامی ممالک اور مسلمان جنھوں نے اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے بدلے میں ان کے بنائے ہوئے قوانین کو رائج کیا ہوا ہے ان ممالک کی طرف دیکھیں کیسے مختلف قسم کے انتشارات، فسادات، قتل وغارت، عزتوں کی پامالی، چوری چکاری، ڈاکہ زنی، زنا کاری وبدکاری جیسے خطرناک جرائم ان ممالک میں عام ہیں اور طرح طرح کی پریشانیوں سے دوچار ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حدود کو چھوڑ دیا ہے، جس کے نتیجے میں انھیں ان حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

ہم آپ کے سامنے وہ موقع بیان کرتے ہیں جب سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حدود میں دخل اندازی کرنا چاہی اور رسول اللہ ﷺ سے سفارش کرنا چاہی تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کو کس قدر غصہ آیا، اس کا اندازہ صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث سے لگایا جا سکتا ہے، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

> قریش والوں کو اس عورت کے معاملے نے بڑا رنجیدہ خاطر اور پریشان کیا ہوا تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فتح مکہ کے وقت چوری کی تھی (انھوں نے سوچا کہ اب اس کا ہاتھ کٹے گا تو پوری برادری اور پورے قبیلے کی ناک کٹ جائے گی، ذلت ورسوائی اور بے عزتی ہوگی، تو کوئی سفارش ڈال کر یہ معاملہ حل کروا لینا چاہیے)

فَقَالُوْ: وَمَنْ يُكَلِّمِ وَفِيهَا رَسُولَ ﷺ فَقَالُوْا: وَمَنْ يَجْتَرِئُ

Marfat.com

عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَأُتِيَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَكَلَّمَهُ فِيهَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: «أَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ؟»

تو اس سلسلے میں انھوں نے باہمی مشاورت کی کہ سفارش کے لیے کس کو کہا جائے؟ طے یہ پایا گیا کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے بڑے محبوب ہیں، ان کے علاوہ کوئی اس کی ہمت نہیں کر سکتا تو جب اس عورت کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا، تو سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے بارے میں بات کی (کہ یا رسول اللہ! یہ مخزومیہ قبیلے کی عورت ہے اگر اس پر حد لگی تو ان کی عزت و آبرو خاک میں مل جائے گی، لہٰذا اس عورت پر حد قائم نہ کریں، جب سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات کی) تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ غصے کی شدت کی وجہ سے متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا:

"کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کر رہے ہو۔"

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جب چہرہ نبوت کے تیور بدلے ہوئے دیکھے تو بہت زیادہ غم زدہ ہوئے اور عرض کرنے لگے:

"اِسْتَغْفِرْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ"

اے اللہ کے رسول! میرے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کریں۔

فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ، قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَاخْتَطَبَ، فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ:

جب شام کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا جیسے اس کی شان کے لائق ہے بیان فرمائی اور پھر آپ نے فرمایا:

«أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمِ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْا عَلَيْهِ

Marfat.com

الْحَدَّ، وَإِنِّيْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا »

''اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد یقیناً تم سے پہلے لوگوں کی ہلاکت وبربادی کی وجہ یہ تھی کہ جب ان میں سے کوئی اعلیٰ قبیلے والا (امیر آدمی) چوری کرتا تھا تو وہ اس پر حد نہیں لگاتے تھے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کر بیٹھتا تھا تو اس پر فوراً حد لگاتے تھے اور مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر محمد کی لخت جگر فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔''

ثُمَّ أَمَرَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ، فَقُطِعَتْ يَدُهَا۔[1]

پھر جس عورت نے چوری کی تھی، آپ نے اس عورت کے بارے میں حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

قارئین کرام! سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے سفارش کرنے کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ کو اس قدر غصہ آیا تھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ آج جس قدر شریعت اسلامیہ کی ناقدری ہو رہی ہے اور مسلمانوں کی زندگیاں اللہ تعالیٰ کی حدود اور شریعت سے ہٹ چکی ہیں اور انسانوں کے وضع کردہ نظام جو کہ سراسر ان کی اپنی خواہشات کے مطابق ہے، جس نظام میں زنا کو حلال قرار دیا گیا، ہر طرح کے فسق وفجور کا حامی اور خشکی اور تری کے اندر فساد برپا کرنے والا، اگر آج رسول اللہ ﷺ ہوتے تو اس نظام کو دیکھ کر اور مسلمانوں کی اس حالت کو دیکھ کر آپ کے غصے کا کیا عالم ہوتا، لیکن افسوس صد افسوس کہ آج مسلمان غفلت وبے حسی کی چادر تان کر سوئے ہوئے ہیں اور زمین پر اللہ کے نظام کو نافذ کرنا تو دور کی بات ہے اس سے کوسوں دور ہٹتے جا رہے ہیں۔

اور ورطۂ حیرت میں ڈال دینے والی بات یہ ہے کہ بعض کافر لوگ شریعت کے احکام کو لاگو کرنے کے لیے آواز بلند کرتے ہیں، خاص طور پر وہ احکامات جو عورتوں کے متعلقہ

[1] صحيح البخاري: ٣٤٧٥؛ صحيح مسلم: ١٦٨٨ واللفظ له۔

Marfat.com

ہیں، جب کہ مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ یہ خود ہی اسلام کے احکامات کے خلاف برسر پیکار ہیں اوران کی سوچ یہ ہے کہ عورت کو آزادی کی زندگی دی جائے، آزادی نسواں کے لیے وہ بڑی سرتوڑ کوششیں اور کاوشیں کر رہے ہیں کہ عورت مردوں کے شانہ بشانہ چلے اور اس کو مرد کے برابر حقوق ملیں اور حقیقی بات یہ ہے کہ یہ عورت کی آزادی نہیں ہے، بلکہ اس کو ذلت ورسوائی کے گہرے گھڑے میں ڈال کر دفن کر دینے والی بات ہے۔

یہ حدیث مبارکہ خاص طور پر ان کے لیے ہے اسلام کے نظام کو ظالمانہ نظام اور حقوق انسانی کا غاصب نظام قرار دیتے ہیں اور یہ سطور ان طاغوتی طاقتوں کے لیے ہیں جو اللہ کی شریعت کا استہزا اور مذاق اڑاتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ میں کسی بھی انسان کا رکھ رکھاؤ نہیں اور نہ ہی کسی کی شرف ومنزلت اس کے جرم کو معاف کرواسکتی ہے، بلکہ یہاں تک فرما دیا گیا ہے کہ اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حد سے بچ نہ سکتی تھی۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل وفوائد

① حدود اللہ میں سفارش کرنا حرام ہے۔

② جب امام کے پاس ایسا معاملہ پہنچ جائے جس پر حد لگتی ہے تو اس وقت امام پر واجب ہے کہ وہ حد لگائے اور سفارش کرنے والوں کی سفارش کو قبول نہ کرے۔

③ کسی مجرم کا شرف اور حسب ونسب اس سے حد کو ساقط نہیں کر سکتا، کیونکہ احکام شرعیہ تمام لوگوں کے لیے یکساں ہیں، امیری وغریبی کا کوئی تفاوت نہیں ہے۔

④ اگر امام حدود کے نفاذ میں لوگوں کے درمیان فرق کرے تو یہ ایسا ظلم ہے جس کی وجہ سے قوم تباہ وبرباد ہو جاتی ہے، اس لیے وہ لوگ جو مسلمانوں کے امور کے ذمہ دار ہیں ان کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اپنے قریبی یا اپنے محبوب سمجھ کر رشتہ داروں، اپنے ساتھیوں یا معاشرے میں جو لوگ صاحب شرف وقدر سمجھے جاتے ہیں، جن پر حد واجب ہو چکی ہو، ان سے صرفِ نظر کریں، نہیں بلکہ ان پر حد قائم کرنا واجب ہوتا ہے۔

Marfat.com

⑤ جو اللہ تعالیٰ کی حدود میں نرمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا ان لوگوں کے لیے جن پر حد واجب ہو چکی ہوتی ہے ان کی سفارش کرتے ہیں ایسے لوگوں کے ساتھ بہت سخت رویہ اپنانا چاہیے۔

⑥ جب چوری کرنے والے پر حد قائم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں، اس صحابیہ نے بھی توبہ کی تھی اور اس کی توبہ انتہائی اچھی اور شاندار تھی۔

⑦ سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ میں مبالغہ پیدا کرنے کے لیے کسی بلند قدر آدمی کی مثال پیش کرنا جائز ہے، جیسا رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مثال دے کر بات کو مزید پختہ کر دیا تھا اور پھر یہ ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بھی بہت زیادہ تھی۔

⑧ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت ظاہر ہو رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ان سے کتنی محبت تھی اور اس سے بھی بڑھ کر صحابہ کرام کے درمیان یہ بات معروف تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پیارے ہیں اور اسی طرح سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے باپ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے بھی رسول اللہ ﷺ کو والہانہ محبت تھی۔

⑨ سابقہ امتوں کے حالات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے، جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے منہج کی مخالفت کی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا اور ان کو طرح طرح کے عذابوں سے دوچار کر دیا۔

⑩ حلف اٹھانا جائز ہے اگرچہ طلب نہ بھی کیا گیا ہو اور کسی مطلوب امر کی عظمت یا کسی معاملے کی سنگینی کو واضح کرنے کے لیے قسم اٹھانا بھی مستحب عمل ہے۔

⑪ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی ہیبت اور قدر و منزلت کا یہ عالم کہ کوئی صحابی رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی طرح کی بھی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

Marfat.com

خبردار! جھوٹی بات کرنا اور جھوٹی گواہی دینا

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں عباد الرحمٰن کو جن اوصافِ حمیدہ سے متصف فرمایا ہے ان متعدد اوصاف میں اللہ کے مقرب اور برگزیدہ بندوں کا ایک یہ بھی عظیم وصف ہے کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ نے ربّ کائنات کے اس فرمان:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾
(الفرقان:۷۲)

کی بڑی پیاری تفسیر بیان کی ہے۔

رحمان کے بندوں کا بلند تر وصف یہ ہے کہ وہ حرام قول وفعل سے مکمل طور پر اجتناب کرتے ہیں اور ایسی محافل ومجالس سے بھرپور پہلو تہی اختیار کرتے ہیں جن میں حرام اقوال وافعال کا ارتکاب ہو، جیسے باطل پر جنگ وجدال کرنا، غیبت وچغلی کرنا، گالیاں دینا، بہتان ترازیاں کرنا، اللہ کی آیات بینات کا استہزا اور مذاق اڑانا، گانے گانا، شراب وکباب کی مجلسیں سجانا، ریشمی بستروں پر لیٹنا اور تصویریں بنانا وغیرہ جیسے سنگین جرائم سے اپنے آپ کو بچا کر رکھتے ہیں۔

جب کہ کتنے ہی معصوم بے گناہ لوگ جن کے خلاف جھوٹی گواہی دے کر ان کو قتل کروا دیا گیا۔ کتنی ہی جوان بیٹیاں جن کے خلاف جھوٹی گواہیاں دلا کر ان کو زندہ درگور کر دیا گیا۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟)) ثَلَاثًا، قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

Marfat.com

”اے میرے صحابہ! کیا میں تمھیں ایسے گناہ سے خبردار نہ کردوں جو تمام کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے؟“ یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ دہرائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: کیوں نہیں، آپ ضرور بتائیں تو آپ نے فرمایا:

«اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ - وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ- أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ»

”اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔“ آپ اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے، لیکن اب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ”خبردار! جھوٹی بات کرنا، جھوٹی گواہی دینا (بھی اکبر الکبائر میں سے ہے)“

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ۔[1]

آپ مسلسل ان کلمات کو دہراتے رہے، حتی کہ ہم کہنا شروع ہو گئے کہ کاش! آپ خاموش ہو جائیں۔

ابن حجر رحمہ اللہ اپنی کتاب الزواجر میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو شہادۃ الزور کا تذکرہ کرتے ہوئے اس قدر غصہ آیا جتنا غصہ آپ کو اس سے بڑے گناہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی نہیں آیا، یہ بات اس گناہ کی بڑائی پر دلالت کرتی ہے اور اسی وجہ سے بعض احادیث مبارکہ میں اس کو اکبر الکبائر کہا گیا ہے۔

جو شخص اس معاملے میں تھوڑی سی باریک بینی سے کام لیتا ہے اور جھوٹی گواہی کے برے اثرات کو تھوڑا سا غور سے دیکھتا ہے تو وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ معاشرے میں عداوت، بغض، حسد اور کینے کی آگ کے شعلے جو اٹھ رہے ہیں اور جتنی بھی جنگیں، لڑائیاں اور فسادات برپا ہیں سب اسی کے نتائج ہیں اور اسی کی وجہ سے مال وزر اور روپے پیسے ضائع و برباد ہو رہے ہیں۔

[1] صحيح البخاري: ٢٦٥٤۔

Marfat.com

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① گناہوں کی بڑائی مفاسد کے اعتبار سے ہوتی ہے جتنی خرابی زیادہ ہوگی اتنا ہی گناہ بڑا ہوگا۔

② والدین کی نافرمانی اور جھوٹی بات کہنے کی بڑی شدید مذمت کی گئی ہے۔

③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رسول اللہ ﷺ سے محبت واضح ہو رہی ہے اور دوسری بات کہ شاگرد اپنے استاذ کو غصے کی حالت میں دیکھے تو اسے تمنا کرنی چاہیے کہ استاذ محترم کا غصہ اتر جائے۔

④ اہم وعظ و نصیحت کرتے ہوئے بات بار بار دہرانا، تاکہ لوگ بات کو اچھی طرح سمجھ لیں مستحب عمل ہے۔

⑤ خطیب کو دورانِ خطبہ بڑے غصہ سے وعظ و نصیحت کرنی چاہیے، تاکہ لوگ مسائل کو اچھی طرح محفوظ کر لیں اور جس فعل کے کرنے سے منع کیا جا رہا ہے اس سے وہ باز رہیں، کیونکہ یہی رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کار تھا، آپ جب خطبہ دیتے تو اس وقت آپ کی آواز بلند ہو جاتی، چہرہ سرخ ہو جاتا یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی بڑے لشکر سے ڈرا رہے ہیں۔

⑥ یہ حدیث گناہوں کے کبیرہ اور صغیرہ ہونے کی تقسیم پر بھی دلالت کر رہی ہے اور یہ بھی آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ کبیرہ گناہوں سے بچنا صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ﴾

''اگر تم کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تمھیں روکا گیا ہے تو ہم تمھارے گناہوں کو مٹا ڈالیں گے۔'' (النساء: ۳۱)

⑦ اس چیز کا جواز بھی مل رہا ہے کہ استاذ اپنے تلامذہ سے سوال کرتے ہوئے سبق کا آغاز کر سکتا ہے۔

Marfat.com

⑧ یہ تمام امور اکبر الکبائر میں سے ہیں کیونکہ ان کی بنیاد پر بڑے بڑے مفاسد مرتب ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ کی ذات پر بہتان ترازی کرنا ہے اور غیر اللہ کے سامنے ذلیل ورسوا ہونا اور جھکنا ہے اور لوگوں کے درمیان اپنی مرضی کے فیصلے کرنا طاغوت ہے اور یہ بھی شرک ہے۔ یہ بات بھی کسی صاحب عقل وخرد پر مخفی نہیں ہے کہ شرک کرنا، غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ کرنا، نذر ونیاز دینا، استغاثہ کرنا، غیر اللہ سے مدد طلب کرنا، قبروں پر دیے جلانا، قبروں کی زیارت کر کے ان پر جھکنا اور ان کا مسح کرنا، یہ سب شرک کے مختلف امور ہیں اور کتنے ہی مسلمان مما لک ایسے ہیں جو ان مختلف دروازوں سے شرک کے اس گھڑے میں گرے ہوئے ہیں۔

والدین کی نافرمانی بڑے خوبصورت عمل کو ٹھکرانا ہے، والدین کے حقوق کو بھلانا اور انسان کا اپنی اصلیت کو حقیر جاننا ہے۔

اور جھوٹی گواہی دینا اس کے متعلق جس طرح ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہ بڑے بڑے شروں کا مصدر ومنبع ہے جس کی وجہ سے انحراف بھی ہوتا ہے، ظلم وجور اور طغیانی معاشرے کا مقدر بن جاتی ہے، جس سے بڑے بڑے مضبوط معاشرے تباہی وبربادی کے دہانے پر پہنچ جاتے ہیں۔

کبیرہ گناہ کی تعریف

اَلْكَبِيْرَةُ هِيَ كُلُّ ذَنْبٍ شُرِعَ لَهٗ حَدٌّ فِي الدُّنْيَا اَوْ كَانَ عَلَيْهِ وَعِيْدٌ شَدِيْدٌ فِي الْاٰخِرَةِ وَالصَّغِيْرَةُ مَا عَدَا ذٰلِكَ۔

کبیرہ گناہ وہ ہوتے ہیں جن کا ارتکاب کرنے سے شریعت اسلامیہ نے دنیا میں حد قائم کی ہے یا اس کے کرنے کی وجہ سے آخرت میں شدید وعید سنائی ہے اور جو اس کے علاوہ ہیں وہ صغیرہ گناہ ہیں۔

Marfat.com

تم میں سے کوئی شخص قبلہ رخ نہ تھوکے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾

''اور جو اللہ کے شعائر کی عزت وتکریم کرتا ہے یقیناً یہ دلوں کے اندر تقویٰ کی علامت ہے۔'' (الحج: ۳۲)

مسلمان جب اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے، چونکہ نماز اسلام کے شعائر میں سے ایک بلند ترین اور اعلیٰ ترین شعار ہے تو اس وقت انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے دل میں اس کی تعظیم کو بٹھائے اور اپنے اس پروردگار کی بھی تعظیم کو مدنظر رکھے جس کے سامنے کھڑا ہے اور اس مسجد کی عزت وتوقیر پر بھی کاربند رہے جس میں نماز ادا کر رہا ہے اور اسے چاہیے کہ وہ اپنی نماز کے اندر خشوع وخضوع پیدا کرے اور اپنے رب حقیقی کی نافرمانی سے بچے اور جب یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت شعاری میں نماز ادا کر رہا ہوتا ہے تو اس وقت اس کو چاہیے کہ قبلہ رخ منہ کر کے نہ تھوکے، اگرچہ وہ کسی صحرا میں ہی کیوں نہ ہو، ایسا معاملہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے آیا، آپ نے دیکھا کہ مسجد کے اندر قبلہ رخ کسی نے بلغم پھینکا ہوا تھا، جب آپ کی نظر پڑی تو نبی کریم ﷺ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور آپ نے اس ناپسندیدہ عمل سے سختی کے ساتھ منع فرما دیا تھا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُئِيَ فِيْ وَجْهِهِ-وفى رواية- فَغَضِبَ حَتّٰى احْمَرَّ وَجْهُهٗ- فَقَامَ فَحَكَّهٗ بِيَدِهٖ، فَقَالَ: «إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِيْ صَلَاتِهٖ فَإِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ، أَوْ إِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهٖ،

Marfat.com

وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ)) ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ، فَبَصَقَ فِيْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ، فَقَالَ: ((أَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا))[1]

نبی کریم ﷺ نے بلغم دیکھا جو کسی نے قبلہ رخ پھینکا ہوا تھا، وہ آپ پر بڑا گراں گزرا حتیٰ کہ اس کے آثار آپ کے چہرہ نبوت سے بھی دیکھائی دے رہے تھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں: اسے دیکھ کر آپ کو اتنا غصہ آیا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ تو آپ کھڑے ہوئے اور اس کو اپنے ہاتھ کے ساتھ کھرچ دیا، پھر آپ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اس وقت اپنی نماز میں اپنے رب کے ساتھ سرگوشی کر رہا ہوتا ہے یا یوں فرمایا: یقیناً اس کا رب اس کے اور اس کے قبلے کے درمیان ہوتا ہے، تو تم میں سے کوئی شخص بھی اپنے سامنے مت تھوکے، بلکہ اپنے بائیں طرف یا اپنے قدم کے نیچے تھوکے۔'' پھر آپ نے اپنی چادر کے ایک کنارے کو پکڑا اور اس میں تھوکا، پھر اس کو کپڑے کے درمیان رکھ کر مل دیا اور فرمایا: ''یا اس طرح کر لیا کرو۔''

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوکنے کا جو حکم ہے وہ اس وقت ہے جب آدمی مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ پر ہو، جب مسجد میں ہو تو اس وقت اپنے کپڑے کے اندر تھوک کر مل لے، مسجد کے اندر تھوکنے کی اجازت نہیں ہے اور نماز کے اندر کھڑا ہونے والا شخص حقیقی معنوں میں اللہ رب العزت کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، تو اس وقت اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عزت و عظمت کا استحضار ہونا چاہیے، جب اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں جلوہ گر ہو تو اس وقت آدمی دیکھتا ہے کہ میں اپنے رب کے سامنے کیا کچھ کرنے کی سکت اور استطاعت رکھتا ہوں۔

[1] صحیح البخاری: ٤٠٥۔

Marfat.com

اور آدمی جب کسی عزت والے آدمی کے سامنے جاتا ہے تو اس وقت وہ اس کے سامنے بیٹھنے، حرکت کرنے اور کلام کرنے میں بھی بڑی احتیاط برتتا ہے، یعنی اللہ کی مخلوق کے سامنے اتنے تکلفات سے کام لیتا ہے جو کہ انتہائی کمزور وناتواں اور بے بس ہے تو کیا ہمارا رب اس بات کا مستحق نہیں کہ انسان اپنے خالق ومالک کے سامنے حقیقی طور پر ہر کام میں احتیاط برتے نہ کہ مجازی طور پر ایسے کرے۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا واجب ہے اور اگر ممکن ہو تو انسان اپنے ہاتھ سے روکے، کیونکہ یہ زیادہ بہتر ہے۔

② مساجد کی حرمت وعظمت واضح ہو رہی ہے، مزید یہ کہ مساجد کی نفاست وصفائی کرنا واجب ہے اور گندگی ڈالنا جائز نہیں۔

③ نماز میں تھوڑا بہت عمل کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر کے پلو میں تھوکا اور اسے مَل دیا اور اس کے ساتھ امت کی راہنمائی فرمائی۔

④ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں لوگوں کی نظروں میں چھوٹی ہوں یا بڑی، جب ان کی اہانت کی جائے تو اس وقت مومن اور ایمان دار کو غصہ آنا ضروری ہے۔

⑤ نماز بندے اور رب کے درمیان سرگوشی ہوتی ہے۔

⑥ راجح قول کے مطابق تھوک وغیرہ طاہر اور پاک ہے۔

⑦ شریعت اسلامیہ نے دائیں طرف کو بائیں طرف پر فوقیت اور بلندی دی ہے۔

⑧ نبی کریم ﷺ نے مسجد کی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی بلغم کو صاف کر کے نیکیوں کا جذبہ ابھارا۔

⑨ یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی قدرومنزلت پر دلالت کرتی ہے اور جو آپ نے تھوک صاف کیا یہ آپ کی سیرت کا عاجزی اور تواضع والا پہلو روشن کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی عظمت وشرف کو اور چار چاند لگا دے، آمین۔

Marfat.com

نماز میں خشوع پیدا نہ کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾

''یقیناً مومن فلاح پا گئے، وہ جو اپنی نماز میں عاجزی (خشوع اختیار) کرتے ہیں۔'' (المومنون:۱، ۲)

علامہ سعدی رحمہ اللہ قرآنِ کریم کی ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کامیاب ہو گئے، سعادتوں کو سمیٹ لے گئے، ہر مقصد کی چوٹی تک رسائی حاصل کر لی ان لوگوں نے جو ایمان دار ہیں، یعنی جو اللہ پر ایمان لے آئے، اللہ کے رسولوں کی تصدیق کی اور جن کی صفات عالیہ کے اندر یہ عمل شامل ہے کہ وہ نمازیں خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری اور مکمل انہماک اور توجہ سے ادا کرتے ہیں۔

نماز میں خشوع وخضوع کی تعریف یہ ہے کہ انسان جب اپنے رب کے سامنے کھڑا ہے تو اس وقت اس کا دل حاضر ہو، اپنے رب کے قرب کے حصول کے لیے اور اس کا دل، اس کا نفس اور اس کی روح اس سے مکمل طور پر سکون حاصل کرے، مختلف قسم کی حرکات کرنے سے نماز میں باز رہے، ادھر اُدھر جھانکنا اور التفات کرنا اس سے بچے اور اپنے رب کے سامنے بڑا مؤدب ہو کر کھڑا ہو جائے اور نماز کے شروع سے آخر تک جو کچھ کر رہا ہے اور جو کچھ کہہ رہا ہے اس کے بارے میں اس کو مکمل استحضار ہو، تاکہ اس سے مختلف قسم کے پیدا ہونے والے وساوس، اشکالات اور ردی قسم کے افکارات کے بادل چھٹ جائیں اور یہی چیز نماز کی اصل روح اور اس کا مطلوب ومقصود ہے۔

Marfat.com

اور وہ نماز جس کے اندر دل حاضر نہ ہو، خشوع وخضوع نہ ہو، ایسی نماز پر اگرچہ ثواب ملتا ہے، لیکن اتنا ہی جتنا اس کے دل نے سمجھا اور خشوع سے نماز ادا کی۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا بَالُ اَقْوَامٌ یَّرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَآءِ فِيْ صَلَاتِهِمْ» فَاشْتَدَّ قَوْلُهٗ فِيْ ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ: «لَيَنْتَهِيَنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْلَتُخْطَفُنَّ اَبْصَارُهُمْ» ①

''ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز کے اندر اپنی نگاہیں آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں۔'' آپ نے اس سے نہایت سختی سے روکا۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ''ان لوگوں کو اپنے اس فعل سے باز آ جانا چاہیے، ورنہ ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔''

یہاں پر آپ کے فرمان کی شدت اور آپ کا اس قدر سخت اندازِ گفتگو، اس سے نماز کے اندر خشوع وخضوع کی اہمیت واضح ہو رہی ہے اور جس آدمی نے اس کے خلاف کیا اس کو سخت وعید سنائی ہے، جب بھی نماز کے اندر یہ کوتاہی ہوگی تو اس وقت آدمی اسی شدید وعید کا مستحق ٹھہرے گا۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے کی بہت بڑی دلیل ہے اس اعتبار سے کہ جب بھی اللہ کے شعائر کی بے حرمتی ہوئی اس وقت چہرۂ نبوت غصے سے سرخ ہو جاتا تھا۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① نماز میں نگاہوں کو آسمان کی طرف اٹھانا حرام عمل ہے اور اس کی حرمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی شدت سے واضح ہو رہی ہے اور اس کی آنکھوں کی بصارت کو سلب کر لینے اور اُچک لینے کی شدید وعید سے واضح ہو رہی ہے۔

② نگاہوں کو آسمان کی طرف اٹھانا نماز میں خشوع وخضوع کے منافی عمل ہے، چونکہ مسلمان پر واجب ہے کہ وہ نماز خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری سے ادا کرے

① صحیح البخاری: ۷۵۰؛ سنن أبی داود: ۹۱۳۔

Marfat.com

اور اس کے سارے اعضا اپنے رب کے سامنے ذلیل ہوں اور نماز میں نگاہوں کا آسمان کی طرف اٹھانا، یہ قبلہ جس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کر رہے ہیں اس سے پھر جانے کا باعث ہے۔

③ کسی کام کی حرمت کا پتہ چل جانے کے باوجود آدمی وہ کرتا ہے تو اس پر اس کا مؤاخذہ ہوگا۔

④ نماز کی حالت کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے اندر غور وخوض کرتے وقت اور دعا کرتے وقت نگاہوں کو آسمان کی طرف اٹھانا مستحب عمل ہے۔

⑤ مَا بَالُ اَقْوَامٌ يَفْعَلُوْنَ كَذَا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس طرح کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ دعوتی میدان میں یہ اسلوب اپناتے تھے اور ہمیں بھی اسی اسلوب کو لازم پکڑنا چاہیے۔ یعنی آپ نے کبھی کسی آدمی کی حد بندی نہیں کی تھی کہ اپنے کسی خطبہ میں یا وعظ ونصیحت کرتے ہوئے کسی خاص آدمی کا تذکرہ کیا ہو کہ یہ عیب اس کے اندر پایا جاتا ہے، بلکہ آپ عمومی طور پر بات کہہ دیتے تھے، دعوتی میدان میں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے سلسلے میں یہ اسلوبِ دعوت انتہائی مؤثر اور کامیاب ہے۔

⑥ لوگوں کی تعلیم وتربیت اور اس کے اہتمام پر رسول اللہ ﷺ کی حرص واضح ہو رہی ہے۔

⑦ ایک مبلغ اور داعی کو جب ایسے حالات سے دو چار ہو جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہو رہی ہے تو اس کو سخت لہجہ اپنانا چاہیے، شرعی طور پر یہ جائز عمل ہے۔

Marfat.com

اے اللہ! ان قریشیوں سے تو خود ہی نپٹ لے!

نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کے شب و روز ایذا رسانیوں اور تکلیفوں کے کانٹوں پر چل کر گزارے اور مکر و فریب کے انگاروں اور بغض و عناد کے شراروں پر چل کر آپ نے گمراہوں کے لیے رشد و ہدایت کے راستے تلاش کیے اور حدود اللہ میں ظلم و طغیان کی حدوں کو چھونے والوں کی راہ نمائی فرمائی، حتی کہ آپ نے جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گم لوگوں کو علم و عرفان کے باب صفا سے گزارا، بدعقیدگی اور ستم رانیوں پر تلے ہوئے ٹیڑے لوگوں کو سیدھا کیا، خوف و ہراس کی دلدل میں پھنسے ہوئے لوگوں کو امن و سکون مہیا کیا اور دوسری طرح طرح کی گھبراہٹوں سے دوچار لوگوں کو اطمینان کی چادر میں ڈھانپ دیا۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسلام کی بالادستی اور اس کی آبیاری کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بڑی بڑی مشقتوں کو برداشت کیا ہے اور ان مشقتوں میں سے ایک مشقت جو آپ کے دین متین کی تبلیغ کے رستے میں قریش مکہ کی طرف سے پہنچی وہ ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ عِنْدَ الْبَيْتِ، وَأَبُوْجَهْلٍ وَأَصْحَابٌ لَهُ جُلُوْسٌ، وَقَدْ نُحِرَتْ جَزُوْرٌ بِالْأَمْسِ، فَقَالَ أَبُوْ جَهْلٍ: أَيُّكُمْ يَقُوْمُ إِلٰى سَلَا جَزُوْرِ بَنِيْ فُلَانٍ، فَيَأْخُذُهُ فَيَضَعُهُ فِيْ كَتِفَيْ مُحَمَّدٍ ﷺ إِذَا سَجَدَ؟ فَانْبَعَثَ أَشْقَى الْقَوْمِ فَأَخَذَهُ، فَلَمَّا سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ، قَالَ: فَاسْتَضْحَكُوْا،

Marfat.com

وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَمِيْلُ عَلٰى بَعْضٍ وَأَنَا قَائِمٌ أَنْظُرُ، لَوْ كَانَتْ لِيْ مَنَعَةٌ طَرَحْتُهُ عَنْ ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَالنَّبِيُّ ﷺ سَاجِدٌ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتّٰى انْطَلَقَ إِنْسَانٌ فَأَخْبَرَ فَاطِمَةَ، فَجَاءَتْ وَهِيَ جُوَيْرِيَةٌ، فَطَرَحَتْهُ عَنْهُ، ثُمَّ أَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَشْتِمُهُمْ"

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے نزدیک نماز ادا کر رہے تھے اور وہاں پر ابو جہل اور اس کے ساتھی بھی بیٹھے ہوئے تھے اور ایک دن قبل ایک قبیلے نے اونٹ ذبح کیا تھا تو ابو جہل کہتا ہے تم میں سے کون شخص ہے جو فلاں قبیلے کے اونٹ کی اوجھڑی لا کر محمد (ﷺ) کے کندھوں کے درمیان عین اس وقت رکھے جب وہ سجدہ کر رہے ہوں، ان میں سے ایک بدترین اور شقی ترین انسان اٹھا اور وہ اس اونٹ کی اوجھڑی لے کر آیا، جب نبی کریم ﷺ نے سجدہ کیا تو اس نے اس وقت اس اوجھڑی کو آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دیا اور پھر قہقہے لگا کر ہنسنا شروع ہوئے اور ہنستے ہوئے وہ ایک دوسرے کے ہاتھوں پر ہاتھ مارتے اور ایک دوسرے پر گر رہے تھے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس وقت کھڑا دیکھ رہا تھا (میں اس وقت بچہ تھا) میرے پاس اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں اس کو آپ کے کندھوں سے اٹھا سکوں، نبی کریم ﷺ سجدے میں ہی پڑے تھے اپنے سر کو نہیں اٹھا رہے تھے، اسی اثنا میں ایک آدمی گیا اس نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی کہ آپ کے والد محترم کے ساتھ مشرکین مکہ نے یہ سلوک کیا ہے، یہ سن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھاگتی ہوئی آئیں اس وقت وہ لڑکی تھیں اور آ کر اوجھڑی اپنے والد محترم کے کندھوں سے ہٹا کر مشرکین مکہ کی طرف متوجہ ہوئیں اور ان کو برا بھلا کہنا شروع ہوئیں۔

"فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ صَلَاتَهُ رَفَعَ صَوْتَهُ ثُمَّ دَعَا عَلَيْهِمْ وَكَانَ إِذَا دَعَا دَعَا ثَلَاثًا وَإِذَا سَأَلَ سَأَلَ ثَلَاثًا"

Marfat.com

جب نبی کریم ﷺ نے نماز مکمل فرمائی تو آپ ﷺ نے بلند آواز کے ساتھ ان کے لیے بددعا کی اور جب آپ دعا فرماتے تو اس وقت کلمات کو تین تین مرتبہ دہراتے تھے اور جب سوال کرتے تو سوال بھی تین تین مرتبہ ہی کرتے تھے۔

پھر آپ نے فرمایا:

«اَللّٰھُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ » ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا سَمِعُوْا صَوْتَهٗ ذَهَبَ عَنْهُمُ الضِّحْكُ، وَخَافُوْا دَعْوَتَهٗ۔

”اے اللہ! قریش والوں سے تو خود ہی نپٹ لے!“ آپ نے تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے، جب انھوں نے آپ کی آواز کو سنا تو ہنسنا بند ہوئے اور آپ کی بددعا سن کر انتہائی زیادہ خوف زدہ ہو گئے۔

پھر آپ نے فرمایا:

«اَللّٰھُمَّ، عَلَیْكَ بِأَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ، وَشَیْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ، وَالْوَلِیْدِ بْنِ عُقْبَةَ، وَأُمَیَّةَ بْنِ خَلَفٍ، وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِيْ مُعَیْطٍ» - وَذَكَرَ السَّابِعَ وَلَمْ أَحْفَظْهُ -

”اے اللہ! تو ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط۔ راوی حدیث کہتے ہیں: ایک ساتویں بندے کا تذکرہ کیا جس کا میں نام یاد نہیں رکھ سکا۔ اے اللہ! ان سب کو تباہ وبرباد کر دے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”فَوَالَّذِيْ بَعَثَ مُحَمَّدًا ﷺ بِالْحَقِّ، لَقَدْ رَأَیْتُ الَّذِیْنَ سَمّٰی صَرْعٰی یَوْمَ بَدْرٍ، ثُمَّ سُحِبُوْا إِلَی الْقَلِیْبِ - قَلِیْبِ بَدْرٍ“[1]

مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا! میں نے بدر والے دن ان لوگوں کو دیکھا جن کے خلاف آپ نے بددعا فرمائی تھی وہ بدر

[1] صحیح مسلم: ۱۷۹۴۔

Marfat.com

کے میدان میں مارے گئے اور اوندھے کر کے بدر کے کنویں میں ڈال دیے گئے۔

یہ موقع بھی ان سخت گیر موقعوں میں سے ایک ہے جہاں رسول اللہ ﷺ کو دین قیم کی دعوت کی وجہ سے از حد ستایا گیا اور اس میں ہمارے لیے بھی نمونہ ہے کہ جو بھی اس راستے کا راہ رو بنتا ہے اس کے لیے مصائب وآلام اور تکلیفوں کا آنا بہت زیادہ ضروری ہے اور یہ ممکن نہیں کہ انسان یہ رستہ اختیار کرے اور پھر اسے آزمایا نہ جائے۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① مکہ مکرمہ میں دعا کی تعظیم اور مسلمانوں کے نزدیک بیت اللہ اور اس میں کی جانے والی دعا کی تعظیم اور زیادہ ہے۔

② کفارِ مکہ کا آپ کی بددعا سے خوف زدہ ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ آپ کی صداقت کو جانتے تھے، لیکن حسد نے ان کو اس کام پر ابھارے رکھا کہ وہ آپ پر ایمان نہ لا سکے۔

③ آپ نے ایذائیں پہنچانے والوں کے ساتھ بھی بڑے حلم کا مظاہرہ کیا ہے۔ ابو داود الطیالسی رحمہ اللہ کی روایت کے الفاظ ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو اس دن کے علاوہ کبھی کسی کے خلاف بددعا کرتے نہیں دیکھا، اس وقت وہ اس بددعا کے مستحق ٹھہر چکے تھے، کیونکہ انھوں نے آپ کے ساتھ یہ سلوک اس وقت کیا جب آپ اپنے رب کی عبادت کر رہے تھے۔

④ دعا کے کلمات کو تین تین مرتبہ دہرانا مستحب عمل ہے۔

⑤ ظالم کے خلاف بددعا کرنے کا جواز مل رہا ہے، لیکن بعض لوگوں نے کہا کہ اس کا محل کافر ہیں، اگر ظالم مسلمان ہو تو اس کے لیے توبہ واستغفار اور ہدایت کی دعا کرنا مستحب عمل ہے۔

⑥ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی صغرسنی کی عمر میں اپنے شرف کی وجہ سے قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو برا بھلا کہا اور انھوں نے جواب نہ دیا، اس سے ان کی قوتِ نفس کی مضبوطی ظاہر ہوتی ہے۔

Marfat.com

⑦ کوئی بھی برا عمل کرنے والا آدمی سبب بننے اور معاونت کرنے والوں سے زیادہ بڑا مجرم ٹھہرتا ہے، اسی لیے عقبہ کو قوم کا بدترین اور شقی ترین شخص کہا گیا، حالانکہ ابوجہل اور دیگر بھی تکلیف پہنچانے میں ساتھ تھے، لیکن چونکہ عقبہ نے یہ کام کیا تھا اس لیے اس کو اشقی القوم کہا اور اسی وجہ سے وہ سارے جنگ میں قتل کر دیے گئے اور عقبہ کو صحابہ نے باندھ کر مارا تھا۔

⑧ اسی واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے جس شخص کو نماز کے اندر کوئی حادثہ پیش آ جائے جو اس کو نماز کے انعقاد سے روک دے تو اس شخص کی نماز باطل نہیں ہوتی اور اگر نجاست ہو تو اس کو اسی وقت زائل کر دیں تو نماز کی درستی پر اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔

⑨ نبی کریم ﷺ مستجاب الدعوات تھے، آپ نے ان لوگوں کے خلاف بددعا فرمائی اور وہ سارے کے سارے ہی قتل کر دیے گئے، یہ بھی آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔

⑩ آزمائش اور تکالیف یہ پرانا طریقہ کار چلتا آ رہا ہے اور آپ کو بھی تکلیفیں دی گئیں، لیکن آپ نے صبر کیا اور تکلیفیں دینے والوں سے درگزر کیا، ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو دیکھ کر اسی وسعت کا مظاہرہ کرنا چاہیے، اس لیے اللہ نے فرمایا:

﴿الٓمّٓ ① اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ○ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ﴾

''الم۔ کیا لوگوں نے گمان کر رکھا ہے کہ وہ چھوڑے جائیں گے وہ ایمان بھی لے آئیں اور ان کو آزمایا نہ جائے، ایسی بات ہرگز نہیں، تحقیق ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا تاکہ سچے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جان لے اور جھوٹے بھی پہچان لے۔'' (العنکبوت: ۱، ۳)

Marfat.com

ہم اپنے اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ﴾

''اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے متعلق سوال مت کرو کہ اگر وہ تمھارے سامنے ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں بری لگیں۔'' (المائدۃ: ۱۰۱)

علامہ سعدی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو ایسی چیزوں کے متعلق سوال کرنے سے منع فرما رہے ہیں جو چیزیں ان کے لیے اگر بیان کر دی جائیں تو وہ ان کو بری بھی لگیں اور انھیں غمزدہ بھی کر دیں جس طرح بعض مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے آبا کے بارے میں سوال کیا اور یہ بھی پوچھا کہ وہ جنت میں ہیں یا جہنم میں تو یہ ایسی چیزیں ہیں جن کو سائل کے لیے اگر بیان کر دیا جائے تو سائل کے لیے اس میں خیر اور بھلائی نہیں ہوتی جس طرح غیر واقع امور کے متعلق سوال کرنا ہے اور ان سوالات کی طرح جن کے کرنے کی وجہ سے شرعی طور پر تشدید مرتب ہو سکتی ہے اور پوری امت کے لیے اس میں حرج ہوتا ہے اور لایعنی چیزوں کے بارے میں سوال کرنے کی طرح اور ان سے ملتے جلتے سوالات کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔

البتہ ایسے سوالات جن کے کرنے سے ایسی کوئی چیز مرتب نہیں ہوتی اور معمولات زندگی میں تو اس کی ضرورت پیش آتی ہے انھیں پوچھنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

Marfat.com

[illegible]

(۱) صحیح البخاری: ۱۲۹۱۔ (۲) صحیح البخاری: ۷۲۹۴۔

Marfat.com

ہونے پر راضی ہیں اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہیں، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ کہے تو رسول اللہ ﷺ اس وقت خاموش ہو گئے۔"

عصر حاضر میں یہ کیفیت بہت زیادہ طالب علموں کی علمائے کرام کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح جاہل لوگوں سے بھی ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو سائل سے اعراض اور منہ پھیرنے کی طرف دعوت دیتی ہے، اس لیے کہ یا تو سوال ہی ایسی چیزوں کے علم کے بارے میں ہوتا ہے جن کے اندر نہ نفع کا پہلو ہوتو ہے نہ نقصان ہی کا یا پھر فرضی سوال ہوتے ہیں جن کا واقع ہونا محال ہوتا ہے یا پھر بہت کثرت کے ساتھ سوالات کرتے ہیں جس سے عالم اعراض کر لیتا ہے یا کسی بندے کو عاجز اور بے بس کرنے کے لیے استہزا کے انداز میں سوالات کرتے ہیں یا اس کے علاوہ دیگر ایسی صورتیں ہیں جن میں مسئول بسا اوقات حرج محسوس کرتا ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسی پھسلا دینے والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے اور علمائے حق کو پہچانتے ہوئے ان کے بلند مقام کا احترام ملحوظ خاطر رکھے اور شریعت اسلامیہ میں ایسی چیزوں سے ڈرتا رہے جو اس کے دین کو فتنے میں ڈال دیں۔ العیاذ باللّٰہ۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① وہ اہم چیز جس کی ضرورت زیادہ اہم ہو اس کی طرف جلدی مصروف و مشغول ہونا چاہیے نہ کہ اس کی طرف جس کی فی الحال ضرورت ہی نہیں۔

② ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ جو چیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے آئے اس کے بارے میں تحقیق کرے اور پھر جب وہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ثابت ہو جائے تو پھر اس کو سمجھنے اور اس کی مراد سے واقف ہونے کی خوب کوشش کرے اور پھر اس کے ساتھ عمل کرنے کی بھرپور سعی کرے اگر اس کا تعلق عملیات کے ساتھ ہے۔

حکم ہے تو اس کے ماننے اور اگر نہی ہے تو اس کو چھوڑنے میں ہر طرح کی محنت کو

Marfat.com

صرف کرے اور اگر اس کا تعلق عقائد کے ساتھ ہے تو پھر اس کی تصدیق کرے اور اس کے حق ہونے کا عقیدہ رکھے اور اگر کچھ زائد وقت مل جائے تو پھر اس وقت کو احکام کی پہچان اور تعارف پر صرف کرے اور اس کے پیچھے بھی عمل کرنے کا جذبہ کارفرما ہونا چاہیے۔

اور اگر اوامر و نہی کو سننے کی ہمت اور سکت ہو تو پھر ان کو سن کر ان کے تقاضا کے مطابق عمل کرے اور ان احکامات کو سن کر اعراض مت کرے، کیونکہ یہی وہ چیز ہے جو اس نہی کے تحت داخل ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«دَعُوْنِیْ مَا تَرَکْتُکُمْ فَاِنَّمَا اَھْلَكَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ سُؤَالُھُمْ وَاخْتِلَافُھُمْ عَلٰی اَنْبِیَآئِھِمْ فَاِذَا نَھَیْتُکُمْ عَنْ شَیْءٍ فَاجْتَنِبُوْہُ وَاِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ فَاْتُوْا مِنْہُ مَا اسْتَطَعْتُمْ»

”مجھے اسی چیز پر چھوڑ دو جس پر میں نے تم کو چھوڑا ہے، یقیناً تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں سے سوالات کرنے اور اختلاف میں پڑ جانے کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں اور جب میں تمھیں کسی چیز سے روک دوں تو اس سے اجتناب کرو اور اگر میں کوئی کام کرنے کا حکم دوں تو اسے اپنی استطاعت کے مطابق کرو۔“

③ صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے حالات کی طرف بڑی کڑی نظر رکھتے تھے اور آپ کے غصے سے بہت زیادہ ڈرتے تھے اور بعض دوسری روایات میں ہے کہ صحابہ کرام جب رسول اللہ ﷺ کا غصہ دیکھتے تو رو پڑتے تھے۔

④ طالب علم کو اپنے استاذ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھنا چاہیے۔

⑤ جس چیز سے فتنوں کے ظہور کا خدشہ ہو اس چیز کے وجود کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا چاہیے۔

⑥ اس حدیث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت واضح ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اللہ کو جاننے والا ہوں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ (الحشر:۷)

''رسول اللہ (ﷺ) جو تمھیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے تمھیں منع کر دیں اس سے باز آ جاؤ اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ سخت پکڑ والے ہیں۔''

علامہ سعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یہ حکم ان تمام احکامات کو شامل ہے جن کا تعلق عقائد و نظریات یا عملیات کے ساتھ ہے اور اس کا ظاہر و باطن ہمیں یہی درس دے رہا ہے کہ جو کچھ بھی رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں بندوں پر ان کو لازم پکڑنا اور اتباع و فرماں برداری کرنا واجب ہے اور آپ کے فرمان کی مخالفت کرنا کسی صورت جائز نہیں ہے اور کسی چیز کے حکم پر آپ کا نص قائم کر دینا یونہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نص قائم کی ہے، کسی شخص کے لیے اس میں رخصت نہیں ہے اور نہ ہی اس کو چھوڑنے کے لیے کسی آدمی کے لیے کوئی عذر ہے اور اس کے اندر وہ امور بھی داخل ہیں جن کے بارے میں بعض لوگوں کا یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ اس امر کی قدرت نہیں رکھتے جب کہ ان کے پاس اس سے بھی زیادہ قوت و طاقت ہوتی ہے، اس لیے ہم پر رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی بجا آوری اور آپ کی پیروی کرنا واجب ہے۔ اور ایسے ہی کاموں پر اللہ تعالیٰ

Marfat.com

سے آدمی اجر اور ثواب پاتا ہے اور ہم نبی کریم ﷺ کے حکم کی پیروی کرنے کے پابند ہیں اور ہمیشہ ہم کو آپ کے اوامر پر ہی کار بند رہنا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی مسلم ہے کہ آدمی جب اعمال کرتا ہے تو ان اعمال پر مداومت اور ہمیشگی کا پتہ اس وقت انسان کو چلتا ہے جب بوڑھا ہو جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کا ہر فرمان ایسا ہے جو انسان کی بساط اور طاقت کے مطابق ہے اور کوئی حکم ایسا نہیں کہ جس پر انسان عمل نہ کر سکے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

"كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَمَرَهُمْ، أَمَرَهُمْ مِّنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيْقُوْنَ، قَالُوْا: إِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، فَيَغْضَبُ حَتّٰى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهٖ، ثُمَّ يَقُوْلُ: «إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ أَنَا» [1]

رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو کسی کام کا حکم دیتے تو وہ ایسا ہی کام ہوتا جس کے کرنے کی لوگوں میں طاقت ہوتی تو اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم تو آپ جیسے نہیں ہیں آپ کی تو اللہ تعالیٰ نے اگلی پچھلی لغزشیں معاف فرما دی ہیں اس لیے ہمیں اپنے سے کچھ زیادہ عبادت کا حکم دیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ غصے میں آگئے حتی کہ خفگی اور غصے کے آثار آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہو رہے تھے تو اس وقت آپ نے فرمایا: "میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں (تم مجھ سے بڑھ کر عبادت نہیں کر سکتے)۔"

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

[1] صحيح البخاري: ٢٠۔

Marfat.com

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام اور اپنی امت کو ان اعمال کے کرنے کا حکم دیتے جن کا کرنا ان کے لیے آسان ہو اور جن کاموں کے بارے میں آپ کو ڈر ہوتا کہ یہ کام کرنے سے لوگ عاجز آ جائیں گے یا دوام اور ہمیشگی نہیں کر سکیں گے تو پھر ایسے کام کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے، آپ نے ہمیشہ امت کے لیے ان ہی کاموں کا چناؤ کیا جن میں تخفیف ہوتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے ایسے کام کرنے کی اجازت طلب کی کہ جن کے اندر مشقت زیادہ تھی اور ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ ہم یہ اعمال کر کے بلند درجات حاصل کر لیں گے اور اس وقت صحابہ کرام نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ کا مقام و مرتبہ اور آپ کی عظمت تو بہت بلند ہے اس لیے ہمیں آپ سے بھی زیادہ اعمال کرنے چاہییں تو اس وقت آپ کو شدید غصہ آیا تھا۔ آپ نے ایک اور حدیث میں اپنی کثرت عبادت کی وجہ سے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

«اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا» ①

''کیا میں اپنے اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں۔''

اس لیے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام اور اپنی امت کو ایسے کاموں کا حکم دیا ہے جو ان کے لیے آسان ہوں اور جن کاموں پر وہ دوام اور ہمیشگی اختیار کر سکیں جیسا کہ آپ کا فرمانِ گرامی ہے:

«اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَدْوَمُهَا» ②

''اللہ تعالیٰ کی طرف محبوب ترین عمل وہ ہے جس پر مداومت اور ہمیشگی ہو۔''

اور یہ چیز آج ہمارے درمیان موجود ہے اور بالفعل موجود ہے، کتنے ایسے مسلمان ہیں جو اطاعت و فرماں برداری کرتے ہوئے کسی کام کو بڑی چستی اور مضبوطی کے ساتھ شروع کرتے ہیں، پھر کچھ ہی عرصہ گزرنے کے بعد وہ مداومت اور ہمیشگی نہیں کر پاتے اور اکتاہٹ کا شکار ہو کر اس کام کو چھوڑ دیتے ہیں۔

① صحیح البخاری: ۱۱۳۰۔ ② صحیح مسلم: ۷۸۳۔

Marfat.com

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① نیک اور صالح اعمال آدمی کو قعرِ مذلت سے نکال کر اعلیٰ درجات پر کھڑا کر دیتے ہیں اور انہی اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

② یقیناً انسان جب انتہا درجے کی عبادت کرتا ہے اور عبادت کے ثمرات دیکھتا ہے تو اس وقت آدمی عبادات پر مواظبت اور ہمیشگی اختیار کرتا ہے، نعمتوں کی بقا کے لیے اور اپنے رب کا زیادہ شکریہ ادا کرنے کے لیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴾ (محمد: ١٧)

"وہ لوگ جو ہدایت کے راستے پر گامزن ہوئے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت میں زیادہ کر دیتے ہیں اور ان کو تقویٰ جیسی عظیم نعمت سے مالا مال کر دیتے ہیں۔"

ایک دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴾ (العنکبوت: ٦٩)

"وہ لوگ جو ہمارے لیے کوشش ومحنت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے رستے پر ضرور گامزن کر دیتے ہیں۔"

③ شریعت اسلامیہ جب کوئی حد مقرر فرما دے وہ رخصت ہو یا عزیمت مسلمان کو وہاں پر ٹھہر جانا چاہیے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ جو عمل سہل اور آسان ہو اور شریعت کے موافق ہو اس پر عمل کرنا زیادہ اولیٰ ہے اس عمل سے جو مشقت والا ہو اور شریعت کے خلاف ہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ جس طرح عزیمت پسند کرتے ہیں اسی طرح ہی رخصت کو پسند فرماتے ہیں، اس لیے جب بھی کوئی رخصت ملے اسے ضرور خوش دلی سے قبول کرنا چاہیے۔

④ عبادت میں زیادہ اولیٰ میانہ روی اور ہمیشگی ہے، نہ کہ ایسا مبالغہ جو انسان کو عاجز و بے بس کر دے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: "اے عبداللہ! مجھے خبر دی گئی ہے کہ آپ پورا دن روزے

Marfat.com

کی حالت میں ہوتے ہیں اور رات کو قیام کرتے ہیں۔'' میں نے کہا: یا رسول اللہ! بات ایسے ہی ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُوْمَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَإِنَّ ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ» فَشَدَّدْتُ، فَشُدِّدَ عَلَيَّ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أَجِدُ قُوَّةً قَالَ: «فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ» قُلْتُ: وَمَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟ قَالَ: «نِصْفَ الدَّهْرِ» فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ بَعْدَ مَا كَبِرَ: يَا لَيْتَنِيْ قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ ﷺ''[1]

ایسے نہ کیا کرو، روزہ رکھو بھی اور چھوڑو بھی، رات کو قیام بھی کرو اور سویا بھی کرو، کیونکہ آپ کے جسم کا آپ پر حق ہے، آپ کی آنکھوں کا بھی آپ پر حق ہے اور آپ کے مہمانوں کا بھی آپ پر حق ہے اور تیرے لیے یہی کافی ہے کہ ہر مہینے کے تین روزے رکھ لیا کرو، کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا، اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔'' لیکن میں نے اپنے اوپر سختی کی، پس مجھ پر سختی کر دی گئی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے اندر قوت اور طاقت پاتا ہوں، اس پر آپ نے فرمایا: ''پھر اللہ کے نبی داود علیہ السلام کا روزہ رکھ لیا کرو اور اس سے آگے نہ بڑھ۔'' میں نے عرض کیا: سیدنا داود علیہ السلام کا روزہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن چھوڑتے تھے۔'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ جب بوڑھے اور ضعیف ہو گئے

[1] صحیح البخاری:۱۹۷۵۔

Marfat.com

تو اس وقت فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی رخصت قبول کر لیتا تو آج مجھے ان پریشانیوں کا سامنہ نہ کرنا پڑتا۔

⑤ صحابہ کرام کی عبادت میں رغبت اور خیر و بھلائی کے کام زیادہ کرنے پر تنبیہ ہے اور آپ حیرت واستعجاب سے دیکھیں گے جب صحابہ کرام کی سیرت کو پڑھیں گے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری جتنی بھی انواع ہیں ان سب میں بہت زیادہ محنت اور کوشش کرنے والے تھے۔

⑥ جب کسی شرعی امر کی مخالفت ہو رہی ہو تو اس وقت غصے میں آنا جائز ہے اور ایک اہل ماہر آدمی جو تمام تر سمجھ بوجھ اور فہم وبصیرت رکھتا ہو اس کے باوجود معنی کو سمجھنے میں کمی کوتاہی برتے تو اس کو اس بات پر متنبہ کرنا چاہیے۔

⑦ ضرورت کے پیشِ نظر انسان اپنی فضیلت وبرتری کو تحدیث نعمت کے طور پر بیان کر سکتا ہے تاکہ ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو امن میں رکھ سکے جو اپنے حسب ونسب پر فخر کرتے ہوئے اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں جب کہ ہر آدمی اپنی ذاتی حقیقت کو جانتا ہے۔

⑧ اس چیز کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مرتبہ انسانیت میں کمال درجے کا ہے، کیونکہ آپ نے پہلی حکمت کی طرف اپنے اس قول کے ساتھ اشارہ کیا ہے: «اَعْلَمُكُمْ» اور دوسری حکمت کی طرف «اَتْقَاكُمْ» کے الفاظ کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

⑨ نبی کریم ﷺ کا اپنی امت پر رحمت اور شفقت کا تذکرہ ہے کہ آپ اپنی امت کو ایسے اعمال کرنے کا حکم دیتے تھے جو اعمال آسان ہوتے اور ایسے کاموں کے کرنے کا حکم دیتے جو کام کرنے کی وہ طاقت رکھتے اور اللہ کے فضل وکرم سے اس کی بڑی ساری مثالیں کتاب وسنت سے مل سکتی ہیں، یہی بات آپ کے قول وفعل سے مشہور ہے۔

اور سابقہ حدیث میں بھی یہی ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حکم دیتے تو ایسے

Marfat.com

کاموں کا حکم کرتے جن کے کرنے کی صحابہ کرام طاقت رکھتے تھے اور اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ والی روایت جو پہلے گزر چکی ہے اس میں آپ کا فعل بیان ہوا کہ جب آپ کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے تھے۔

⑩ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا مقام ومرتبہ بہت بلند ترین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی لغزشوں سے درگزر کر دیا ہے۔

Marfat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان ترازی کا پریشان کن حادثہ

واقعہ افک یعنی ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان ترازی کا یہ واقعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت اور مسلمانوں کے لیے بہت بڑی آزمائش تھا۔

اس بہت بڑے حادثے اور سانحہ کے موقع پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال درجے کی حکمت ودانائی اور عقلمندی کا مظاہرہ فرمایا تھا جس کی مثال انسانی تاریخ میں کہیں بھی نہیں ملتی کہ آپ نے ایسے ایسے مصائب وآلام کے سامنے بھی جلد بازی سے کام نہیں لیا، ایسے حالات میں عمومی طور پر انسان ایسے ایسے کام کر بیٹھتا ہے کہ جب حقائق کی نقاب کشائی ہوتی ہے تو اس وقت انسان کو ندامت وپشیمانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بہت بڑے حادثے کے موقع پر دکھ اور رنج کی وجہ سے بہت شدید غصے میں آئے، لیکن اپنے نفس کی زمام کو اس قدر مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے کہ اس پورے واقعہ کا سامنا آپ نے بڑی گہری حکمت ودانائی اور کمال درجے کے اخلاقِ کریمہ سے کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر قیامت تک رحمتیں اور بخششیں نازل فرمائے۔

یہ واقعہ تو بہت طویل ہے لیکن میں کوشش کروں گا کہ ان موقعوں کو واضح کروں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ ظاہر ہوتا ہے جو آپ کو اس ہلا دینے والی مصیبت اور آپ کے اہل بیت کو تڑپا دینے والی پریشانی کی وجہ سے آیا تھا، لیکن یہ حادثہ جس قدر المناک اور سنگین تھا اسی قدر خیر اور بھلائیوں سے بھی معمور تھا، حتیٰ کہ یہ واقعہ قرآن کے حروف بن کر عرشِ معلیٰ سے آپ کے قلب اطہر پر اترا جس کی قیامت تک تلاوت کی جائے گی۔

Marfat.com

یہ قصہ ہم آپ کے لیے بالکل اسی طرح بیان کرتے ہیں جس طرح صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پر جانے کا قصد فرماتے تھے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے جس کا نام قرعہ میں نکلتا اس کو ساتھ لے جاتے تھے ایک مرتبہ قرعہ میں میرا نام آیا اور آپ مجھے اپنے ہمراہ لے گئے اس وقت کی بات ہے جب پردے کی آیات نازل ہو چکی تھیں، چنانچہ میں پردہ کے ساتھ اونٹ کے ہودج میں سوار کرائی جاتی اور اتاری جاتی تھی غرض کہ جب ہم جنگ سے فارغ ہو کر واپس لوٹے اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات کو آپ نے چلنے کا حکم دیا تو میں رفع حاجت کی غرض سے گئی اور لشکر سے دور نکل گئی واپس آئی اور جب سوار ہونے کے لیے اپنی سواری کے قریب آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرا ہار جو خزف یمنی کا تھا وہ کہیں ٹوٹ کر گر گیا ہے میں فوراً واپس لوٹی اور ہار تلاش کرنے لگی اس میں مجھے دیر ہو گئی۔ جن لوگوں کے سپرد مجھے ہودج پر سوار کرنے کا کام تھا انھوں نے ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور سمجھے کہ شاید میں اپنے ہودج میں بیٹھی ہوں اس زمانے میں عورتیں ہلکی ہوتی تھیں کیونکہ غذا سادی اور غیر مرغن کھائی جاتی تھی اس لیے ہودج اٹھانے والوں کو کچھ پتہ نہیں چلا دوسرا میں بہت کمسن بھی تھی۔ اس کے بعد وہ سب اونٹ لے کر چل دیئے۔ مجھے ہار اس وقت ملا جب کہ لشکر اپنے مقام سے روانہ ہو چکا تھا میں اپنی جگہ پر بیٹھ گئی اس خیال سے کہ جب لوگوں کو میرے رہ جانے کی خبر ہو گی تو وہ ضرور تلاش کرنے کی غرض سے واپس آئیں گے، میں بیٹھے بیٹھے سو گئی۔ سیدنا صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ جو بعد میں ذکوانی کے نام سے مشہور ہوئے وہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہا کرتے تھے تاکہ گری پڑی چیزیں اٹھا کر لے آئیں وہ صبح کو جب قریب پہنچے تو مجھے سوتا ہوا دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ وہ پردہ سے پہلے

Marfat.com

مجھے دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے زور سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا تو میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا منہ چھپا لیا۔ اللہ کی قسم! ہم دونوں نے کوئی بات نہیں کی اور نہ میں نے سوائے اِنَّا لِلّٰہِ کے کوئی بات اس سے سنی۔ انہوں نے اپنی سواری سے اتر کر اس کے دست و پا کو باندھ دیا اور میں اس پر بیٹھ گئی وہ آگے آگے اونٹ کو کھینچتے ہوئے چلے اور ہم دوپہر کے قریب شدت کی گرمی میں لشکر میں پہنچ گئے اور وہ سب ٹھہرے ہوئے تھے۔ پھر جسے تہمت لگا کر ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا اور جو سب سے زیادہ محرک اس حرکت کا ہوا وہ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔

عروہ کہتے ہیں: مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کے پاس جب افک کا ذکر ہوتا تھا، تو وہ اس کا اقرار کرتا تھا اور اس کو سنتا اور بیان کرتا تھا، عروہ کہتے ہیں کہ بہتان لگانے والوں میں سیدنا حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہما اور سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نام ملتے ہیں اور باقیوں کا مجھے علم نہیں، تاہم ان کی ایک جماعت ہے جس کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَ الَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ (النور: 12) یعنی جو ان کا سرغنہ ہے اس کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان سب کا بڑا یہ ہی عبداللہ بن ابی بن سلول ہے، عروہ کہتے ہیں کہ اگرچہ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے تہمت لگائی تھی مگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کو برا کہنا پسند نہیں کرتی تھیں اگر ان کے سامنے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا جاتا تو آپ فرماتیں کہ یہ شعر سیدنا حسان رضی اللہ عنہ ہی نے کہا ہے: میرا باپ دادا اور میری عزت و آبرو سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا بچاؤ ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں مدینہ میں ایک مہینہ تک بیمار رہی اور لوگوں میں تہمت کے متعلق بات چیت ہوتی رہی اور مجھے کسی بھی چیز کا علم نہیں تھا البتہ ایک چیز سے میرا شک بڑھتا رہا اور قدرے اس وجہ سے زور پیدا ہوتا

Marfat.com

رہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس بیماری میں پہلے کی طرح مہربان نہیں دیکھا آپ اندر تشریف لاتے، سلام کرتے اور صرف اتنا دریافت کر کے چلے جاتے کہ ''اب تم کیسی ہو؟'' آپ کے اس طرز عمل سے میری بیماری میں کچھ اضافہ ہوتا تھا مجھے اس طوفان کی کوئی خبر نہیں تھی غرض جب مجھے کچھ صحت ہوئی تو میں سیدنا مسطح رضی اللہ عنہ کی ماں کے ساتھ رفع حاجت کے لیے گئی اور ہم ہمیشہ رات کے وقت جایا کرتے تھے ایک رات کو جاتے پھر دوسری رات کو جاتے یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ہمارے گھروں کے قریب بیت الخلا نہیں بنے تھے اور ہم عربوں کی عادت قدیمہ کی طرح اس کام کے لیے جنگل ہی میں جایا کرتے تھے کیونکہ گھروں میں بیت الخلا کے بنانے سے ہم کو تکلیف رہتی ہے میں اور سیدنا مسطح رضی اللہ عنہ کی ماں جو کہ ابورہم بن مطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھی اور اس کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی تھی اور وہ میرے والد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں اور سیدنا مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب رضی اللہ عنہ اس کا بیٹا تھا میں اس کے ساتھ گئی جب ہم فارغ ہو کر لوٹیں تو اس کا پیر راستہ میں چادر میں الجھا اور وہ گر پڑی اور سیدنا مسطح رضی اللہ عنہ کو برا کہا: میں نے کہا: ارے تم مسطح کو برا کہتی ہو وہ تو جنگ بدر میں شریک تھا اس نے کہا: اے اللہ کی بندی! تم نے اس کی بات نہیں سنی، میں نے کہا: کون سی بات؟ تو اس نے وہ بات بیان کی، یہ سن کر میری بیماری اور بڑھ گئی، میں گھر آئی اور پھر رسول اللہ ﷺ گھر میں آئے تو آپ نے سلام کے بعد مجھ سے پوچھا: ''کیسی ہو؟'' میں نے عرض کیا: مجھے میرے ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت دے دیجیے۔ میرا خیال تھا کہ میں ان کے پاس پہنچ کر اس بات کی تحقیق کرلوں آپ نے اجازت عطا کردی میں گھر آئی اور اپنی ماں سے کہا: ماں یہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: بیٹی تم اس کا بالکل مت غم کرو یہ تو شروع سے ہوتا چلا آیا ہے کہ جب کسی خوبصورت عورت کی سوتنیں

Marfat.com

ہوتی ہیں اور شوہر کو اس سے کچھ زیادہ محبت ہوتی ہے تو اس قسم کے فریب نکلتے رہتے ہیں میں نے کہا: ''سبحان اللہ! (میری سوتنوں سے اس کا کیا تعلق) لوگ ایسی باتیں منہ سے نکالنے لگے انہوں نے مجھے جب یہ بات بیان کی تو میں رات بھر روتی رہی اور صبح ہوگئی نہ آنسو تھمے اور نہ نیند آئی۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب وحی الٰہی آنے میں دیر لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی اور اسامہ رضی اللہ عنہما کو بلایا اور اس معاملے میں مشورہ کیا سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ جو ازواج مطہرات کی پاک دامنی سے واقف تھے کہنے لگے: یا رسول اللہ! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی بیوی ہیں اپنے پاس ہی رکھیے میں ان میں کوئی برائی نہیں دیکھتا، وہ نیک اور پاک دامن ہیں، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے لیے عورتوں کی کیا کمی ہے اور بھی بہت عورتیں موجود ہیں آپ بریرہ رضی اللہ عنہا خادمہ سے دریافت کیجیے وہ سب قصہ بیان کردے گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو طلب کیا اور فرمایا: ''اے بریرہ! عائشہ کی کوئی بے جا بات اگر تجھے معلوم ہو اور دیکھی ہو تو اس کو بیان کر۔'' سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا اس اللہ قدوس کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا! میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی کہ میں اس تہمت کی تصدیق کرسکوں ہاں وہ نہایت کمسن لڑکی ہے اور اس کے بھولے پن کی یہ حالت ہے کہ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے اور بکری آ کر کھا جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کی بات سن کر کھڑے ہوگئے اور منبر پر آ کر آپ نے عبداللہ بن ابی سلول کے متعلق فرمایا: ''مسلمانو! اس شخص سے کون بدلہ لیتا ہے جس نے میری بیوی پر الزام لگایا ہے اور اس بدنامی کو مجھ تک لایا ہے اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی کو نیک اور پاک دامن ہی سمجھتا ہوں اور جس کو اس اتہام میں شریک کر رہے ہیں اس کو اچھا آدمی سمجھتا ہوں کبھی

Marfat.com

میری غیر موجودگی میں میری بیوی کے پاس نہیں گیا۔" یہ کلام سنتے ہی سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی اشہل کے کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کے اس حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ اگر یہ شخص میرے قبیلہ کا ہے تو بھی اس کی گردن مار کر حاضر کرتا ہوں اور اگر یہ ہمارے بھائیوں خزرج قبیلہ سے ہے تو آپ جو حکم دیں گے اس پر عمل کیا جائے گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ سن کر قبیلہ خزرج کا ایک شخص، جس کی ماں سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کی چچا زاد بہن تھی اور اس کے قبیلہ کی تھی اس کا نام سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھا اور وہ خزرج کا سردار تھا کھڑا ہوا اور کہنے لگا: واللہ تو جھوٹا ہے اور کبھی اس کو نہیں مار سکتا اور نہ تیری مجال ہے کہ تو اس کو مارے اور اگر وہ تیری قوم کا ہوتا تو کبھی تو اس کا قتل کرنا گوارہ نہ کرتا، یہ سن کر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے اور وہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی تھے اللہ کی قسم! ہم اس کو ضرور قتل کریں گے تو منافق ہے اور منافقوں کی حمایت کرتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس گفتگو کے بعد اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کے لوگ کھڑے ہو گئے۔ اور لڑنے پر مستعد نظر آنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے ان کو خاموش کروا رہے تھے۔ آخر وہ خاموش ہو گئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں تمام دن روتی رہی نہ آنسو تھمے اور نہ نیند آتی تھی اور میرے ماں باپ بھی کبیدہ خاطر تھے۔ میں دو دن رات برابر روتی رہی نہ آنسو تھمے اور نہ نیند آئی اور میں سمجھنے لگی کہ اب میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ ماں باپ میرے پاس موجود تھے۔ اتنے میں انصار کی ایک عورت اجازت لے کر میرے پاس آئی اور وہ بھی رونے لگی۔ مجھے اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور سلام کے بعد میرے پاس بیٹھ گئے ورنہ ابھی تک اس دن سے پہلے آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ تہمت کے بعد ایک مہینہ تک آپ ٹھہرے رہے اور میرے بارے میں کوئی وحی آپ کے پاس نہیں آئی۔

Marfat.com

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے بعد فرمایا: ''اے عائشہ! مجھے تمہاری نسبت اس قسم کی اطلاع ملی ہے۔ اگر تم بے گناہ ہو تو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری پاک دامنی ظاہر فرما دے گا۔ اگر تم سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو اللہ سے توبہ کرو اور مغفرت چاہو اس لیے کہ بندہ اگر اپنے گناہ کا اقرار کر لے اور پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ جب اپنی بات ختم فرما چکے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے آنسو فوراً بند ہو گئے اور ایک قطرہ بھی نہیں رہا پھر میں نے اپنے والد سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی بات کا جواب دو۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا جواب دوں۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجیے، مگر انہوں نے بھی مجھے یہی جواب دے دیا۔ جب میں نے ان کو جواب سے عاجز دیکھا تو خود ہی جواب دینا شروع کیا۔ حالانکہ میں اس وقت کم عمر تھی اور قرآن بھی بہت کم جانتی تھی۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ نے اس بات کو سنا اور وہ بات آپ کے دل میں جم گئی اور میری طرف سے شبہ پیدا ہو گیا اب اگر میں اپنی بے گناہی بھی بیان کروں تو آپ مجھے سچا نہیں جانیں گے۔ ہاں اگر میں گناہ کا اقرار کر لوں اور میں حقیقت میں اس سے پاک ہوں تو آپ مانیں گے۔ اللہ گواہ ہے اب میری اور آپ کی وہی حالت ہے جو سیدنا یوسف علیہ السلام کے والد (سیدنا یعقوب علیہ السلام) کی تھی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾ (یوسف: ۱۸) اب یہی بہتر ہے کہ اچھی طرح صبر کیا جائے یہ کہہ کر میں نے منہ گھما لیا اور بستر پر خاموش لیٹ گئی کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں اور وہ میری بے گناہی کو ظاہر کر دے گا مگر مجھے یہ خیال نہ تھا کہ میرے معاملے میں قرآن کی کوئی آیت نازل کی جائے گی اور پھر وہ قیامت تک پڑھی جائیں گی

Marfat.com

کیونکہ میں اپنی حیثیت اتنی نہ سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق کلام فرمائے گا ہاں یہ امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں میرے متعلق کچھ معلوم ہوجائے گا جس سے میری بے گناہی ثابت ہوجائے گی۔لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے اٹھے بھی نہ تھے نہ کوئی گھر کا آدمی باہر گیا تھا کہ آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہوگئی اور آپ پر وہ کیفیت طاری ہوگئی جیسا کہ وحی کے وقت ہوا کرتی تھی یہ سختی اس کلام کے وزن کی وجہ سے ہوتی تھی جو آپ پر اترتا تھا کہ سردی کے ایام میں بھی جسم مبارک سے پسینہ ٹپکنے لگتا تھا غرض جب وحی کی حالت گزر چکی آپ نے تبسم فرمایا اور سب سے پہلی یہ بات فرمائی: ''عائشہ! اللہ نے تمہاری پاک دامنی بیان فرمادی۔'' میری ماں نے فوراً مجھے کہا کہ اٹھو آپ ﷺ کا شکریہ ادا کرو، میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کا شکریہ ادا نہیں کروں گی بلکہ اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کروں گی اور اللہ تعالیٰ نے یہ دس آیات اس بارے میں نازل فرمائیں: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ﴾ یعنی جن لوگوں نے تمہارے اوپر یہ بہتان اٹھایا ہے آخر تک اور میرے رب نے میری بے گناہی کو ظاہر فرمادیا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو رشتہ دار کی غربت کی وجہ سے سیدنا مسطح رضی اللہ عنہ کے ساتھ کچھ سلوک کیا کرتے تھے انہوں نے ان کے متعلق کہا کہ اب میں ان کے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کروں گا کیونکہ اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس طرح متہم کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''جو لوگ تم میں بزرگ اور صاحب فضل ہیں وہ اس طرح قسم نہ کھائیں.....'' اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں تو خوش ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے اور پھر وہ سیدنا مسطح رضی اللہ عنہ سے جو سلوک کیا کرتے تھے وہ جاری کردیا اور کہنے لگے: واللہ میں اس سلسلے کو کبھی بند نہ کروں گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تہمت کے ایام میں ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے جو میری

Marfat.com

سوتن ہیں میرا حال دریافت کیا کہ تم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کیسا جانتی ہو اور تم نے ان کو کیسا پایا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے کان اور اپنی آنکھوں کو محفوظ رکھتی ہوں (برائی وغیرہ سے) واللہ میں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نیک اور بہتر ہی سمجھتی ہوں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں زینب میرے برابر کی تھیں۔ اللہ نے ان کی نیکی کی وجہ سے ان کو محفوظ رکھا مگر ان کی بہن سیدہ حمنہ رضی اللہ عنہا نے غلط رستہ اختیار کیا اور وہ بھی تہمت لگانے والوں کے ہمراہ ہلاک ہوگئیں۔ ①

مذکورہ واقعہ سے مستنبط مسائل

① قرعہ ڈالنا جائز ہے حتی کہ عورتوں کے درمیان بھی عورتوں کا سفر کرنا حتی کہ جنگ کے سفر میں بھی شریک ہوسکتی ہیں۔

② عورت کے حجاب کے حوالے سے ہودج گھر کے قائم مقام ہوتا ہے۔

③ عورت کا اونٹ کی پشت پر ہودج میں سوار ہونا جائز ہے اگرچہ اونٹ پر مشقت ہے، لیکن وہ اس کی طاقت رکھتا ہے۔

④ حجاب اور پردہ کر کے عورت اجنبی مردوں کی خدمت لے سکتی ہے اور بدن سے جدا چیز ہودج اور کمرے وغیرہ سے عورت کا اپنے آپ کو چھپا لینا جائز ہے۔

⑤ عورت اپنے شوہر کی خاص اجازت کے بغیر قضائے حاجت کے لیے جا سکتی ہے، صرف اسی اجازت کی بنیاد پر جس کا اعتماد عرفِ عام میں کیا جاتا ہے۔

⑥ عورت کا سفر میں زیورات وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے، نیز اسے اپنے مال کی حفاظت کرنی چاہیے، اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، اس فرمان کے پیش نظر جو آپ نے فرمایا کہ مال کو ضائع مت کرو اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار سونے وغیرہ کا نہیں تھا۔

① صحیح البخاری: ٤١٤١۔

Marfat.com

⑦ لشکر کے بعض افراد کو پیچھے چھوڑنا جو امانت دار ہوں، تاکہ وہ کسی اور پیچھے رہ جانے والے کو ساتھ لے آئیں اور گری ہوئی چیز کی حفاظت کر لیں اور دیگر مصلحتوں کے پیش نظر ایسا کرنا جائز ہے۔

⑧ غمزدہ کی معاونت، رستہ بھولے ہوئے کی دادرسی، ضائع ہونے والے کی حفاظت، اصحاب قدرومنزلت کی عزت وتوقیر اور ان کو سواری پر سوار کرنے میں جذبہ ایثار کا مظاہرہ کرنا اور ان کی خاطر مشقتوں کو برداشت کرنا، اجنبیوں کے ساتھ حسن ادب سے پیش آنا، خصوصاً عورتوں کے ساتھ جب وہ ہوں بھی اکیلی، یہ تمام تر خوبیاں اس واقعہ سے ثابت ہو رہی ہیں۔

⑨ بیوی کے ساتھ نرمی کرنا اور حسن معاشرت کے ساتھ پیش آنا اور جب کوئی ایسی کوتاہی یا کمی بیشی سامنے آئے جو نقص اور بے عزتی کا تقاضا کرتی ہے، اگرچہ وہ کوتاہی موجود نہیں ہے تو ایسے حالات میں آدمی کو بڑی گہری بصیرت کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیے، تاکہ ایسے نہ ہو کہ جب حالات بدلیں تو پھر آدمی کو ندامت وپریشانی کا سامنا کرنا پڑ جائے۔

⑩ بیمار سے اس کی بیماری کے متعلق سوال کرنا، حال دریافت کرنا، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کی گفتگو کے اندر ہی کسی کو چھوڑنے کے کئی ایک مراتب موجود ہیں اور جب چھوڑنے کا سبب واقعی ثابت ہو تو واقعتاً ہی چھوڑ دینا چاہیے، اگر وہ معاملہ مظنون ہے تو نرمی بھی کرنی چاہیے اور اگر معاملہ مشکوک ہے یا محتمل ہے تو پھر اس میں کمی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، نا کہ اس پر عمل کرنا چاہیے، بلکہ جو کچھ اس کے ساتھی کے بارے میں کہا گیا ہے اس کی کوئی پرواہ نہ کرے، کیونکہ یہ بات مروت کو توڑنے والی ہے۔

⑪ کوئی بھی قبیح معاملہ معروف ہو جائے تو اس کی صحت وسقم کو پہچاننے کے لیے اس کے متعلق بھرپور تحقیق کرنی چاہیے اور بات کرنے والے کا خوب تعاقب کرنا چاہیے اور جس پر الزام لگا ہے اگر وہ خیر اور بھلائی کے ساتھ معروف شخص ہے تو پھر

Marfat.com

اس کی خیر خواہی اور دادرسی کرنی چاہیے، جب واقعتاً اس سے کوئی ایسی مخالف چیز ظاہر نہ ہو۔

(۱۲) اپنے عزیز واقارب اور دوست احباب سے گھریلوں معاملات میں مشاورت کرنا اور جس پر الزام لگا ہے اس کے حال کے متعلق بحث کرنا اور اس کے معاملے کو کھولنا غیبت شمار نہیں ہوگا۔

(۱۳) اس حدیث سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ان کے والدین، سیدنا صفوان بن معطل، علی بن ابی طالب، اسامہ بن زید، سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب واضح ہو رہے ہیں۔

(۱۴) جو شخص باطل کے ساتھ مل جائے اور برائی کا ساتھ دے اس کو برا بھلا کہنا درست ہے اور اس برے کام کو اس کی طرف منسوب کرنا درست ہے۔

(۱۵) جھگڑوں کا قلع قمع کرنا، فتنوں سے محفوظ رہنا اور تمام تر فتنوں کے دروازوں کو بند کرنا اور چھوٹی پریشانی برداشت کرکے بڑی پریشانی کو زائل کرنا اور ساتھ ہی تکالیف کو برداشت کرنے کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔

(۱۶) جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قول یا فعل کے ساتھ تکلیف پہنچائی اس کو قتل کر دیا جائے، کیونکہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہی موقف اپنایا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روکا اور منع نہیں کیا۔

(۱۷) جب بہت بڑی مصیبت میں انسان پھنسا ہوا ہو تو اس کو پریشانی سے بتدریج اور آہستہ آہستہ نکالنا چاہیے کہیں اچانک اس قدر زیادہ خوشی اس کو ہلاک ہی نہ کر دے اور یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقہ کار سے لی گئی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کے بارے میں قرآن کی آیات نازل ہوئیں تو آپ نے مسکرا کر اس بات سے آگاہ کیا، پھر آپ نے مجمل طور پر اس خوشخبری سے آگاہ کیا، پھر آپ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قرآن کی آیات کی تلاوت فرمائی۔ حکما نے اس بات پر نص قائم کی ہے کہ جس آدمی کو پیاس نے ستایا ہو تو جب اس کو پانی ملے تو

Marfat.com

اسے ایک ہی سانس میں بہت زیادہ پانی نہیں پینا چاہیے، بلکہ گھونٹ گھونٹ کر کے پینا چاہیے۔

⑱ سختیوں کے بعد آسانیاں ضرور آتی ہیں اور جو اپنا معاملہ اپنے رب کے سپرد کر دیتا ہے اس کی فضیلت بھی اُجاگر ہو رہی ہے اور جو اس چیز کی قوت وطاقت رکھتا ہے، اس پر غم واندوہ کے منڈلاتے بادل ہلکے پڑ جاتے ہیں، جیسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔

⑲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں تھے، جب تک آپ کو اللہ تعالیٰ نہیں بتاتے تھے اس وقت تک آپ کو پتہ نہیں چلتا تھا، ان لوگوں پر افسوس ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

⑳ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کے بیان کے بعد اگر کوئی شخص ان کی برأت میں شک کرتا ہے تو اس شخص نے کفر کیا ہے یا تو وہ اسلام کی طرف دوبارہ رجوع کرے یا پھر وہ جہنمی اور کافر ہو چکا ہے۔

㉑ پاک دامن مرد اور پاک دامن عورت پر فحاشی کی تہمت لگانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور ایسی تہمت حد کو واجب کر دیتی ہے اور اس کی حد اَسّی کوڑے ہے۔

اس کے علاوہ بھی اس واقعہ میں بہت زیادہ فوائد ہیں۔

Marfat.com

میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتا

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ شجاعت و بہادری، عقل و بصیرت، فہم و فراست اور دیگر اوصافِ جمیلہ اور خصائل حمیدہ سے بھری پڑی ہے اور مرورِ ایام اور صدیاں بیت جانے کے بعد بھی ہم رسول اللہ ﷺ کی پر انوار زندگی سے ایسے ایسے بڑے فوائد اٹھا رہے ہیں کہ جن کی وجہ سے بڑے بڑے کٹھن اور تاریک راستے بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتے ہیں اور زندگی کی بڑی بڑی دشوار گزار اور شکستہ دل کر دینے والی گھاٹیوں کو عبور کرنا ہمارے لیے آسان ہی نہیں بلکہ ہم بڑی سلامتی کے ساتھ سے گزر سکتے ہیں، بلکہ آپ کی بابرکت زندگی ہمیں آفتاب عالم تاب کی طرح نورانیت عطا کرتی ہے اور منفعتوں سے لبریز دروس مہیا کرتی ہے اور روشن مستقبل کے رستے متعین کرتی ہے اور یہ ساری چیزیں ہم اس عظیم واقعہ میں بڑی ہی آسانی کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں جس کو ہم ان سطور کے سپرد کر رہے ہیں۔

یہ وہ عظیم موقع ہے جب صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام کی رغبتیں، ان کے جذبات رسول اللہ ﷺ کے موقف کے متضاد آ گئے حتیٰ کہ معاملہ یہاں تک پہنچ چکا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے فرمودات پر عمل کرنے میں بھی تاخیر کرنا شروع ہو گئے، جب آپ ﷺ نے ان کو نحر کرنے اور سر منڈوانے کا حکم جاری فرمایا تو صحابہ کرام اس عمل کو بجا لانے کے لیے تیار نہ ہوئے تو اس وقت نبی کریم ﷺ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشاورت کی، پھر آپ اٹھے اور آپ نے اپنا جانور نحر کیا اور سر منڈوایا۔ جب تلامذہ پیغمبر نے آپ کو غصے اور غم کے عالم میں یہ عمل کرتے دیکھا تو فوراً آپ کے فرمان کی طرف پلٹے اور ندامت و پشیمانی کا اعتراف کرتے ہوئے انھوں نے آپ کے حکم کی پیروی کی، یہ ایک بہت بڑا

Marfat.com

موقف ہے جس کی صورتِ حال بڑی واضح ترین ہے اور یہ سارا کچھ آپ نے اس صلح کے لیے برداشت کیا جس کو صحابہ کرام ظلم و جور سے تعبیر فرماتے تھے، یہ موقع بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بڑا صبر آزما تھا۔

جب مشرکین مکہ کی طرف سے سہیل بن عمرو آیا تو اس نے کچھ شروط پیش کیں جن میں سے ایک شرط یہ تھی:

اس بات پر کہ اے محمد ﷺ! ہماری طرف سے جو شخص تمہارے پاس جائے اگرچہ وہ تمہارے دین پر ہو تب بھی تم اسے ہماری طرف واپس لوٹا دینا، مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ! وہ مشرکوں کے پاس کیوں واپس کر دیا جائے گا، حالانکہ وہ مسلمان ہو چکا ہے، اسی حالت میں سیدنا ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے مکہ کے نشیب سے آئے تھے مسلمانوں کے درمیان آ گئے تو سہل بن عمرو نے کہا: محمد (ﷺ) یہی سب سے پہلی بات ہے جس پر ہم آپ سے صلح کرتے ہیں کہ آپ ابوجندل کو واپس دے دیں جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم نے ابھی تحریر ختم نہیں کی۔ ابھی سے ان شرائط پر عمل کیونکر ضروری ہوسکتا ہے۔'' سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! ہم آپ سے کسی بات پر صلح کبھی نہ کریں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا اس ایک آدمی کی تم مجھے اجازت دے دو۔'' سہیل نے کہا: میں ہرگز اس کی اجازت نہ دوں گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی اجازت دے دو۔'' اس نے کہا: میں نہ دوں گا، مکرز نے کہا: میں اس کی اجازت آپ کو دیتا ہوں، (مگر اس کی بات نہ مانی گئی) سیدنا ابوجندل رضی اللہ عنہ نے کہا: مسلمانو! کیا میں مشرکوں کے پاس واپس کر دیا جاؤں گا، حالانکہ میں مسلمان ہو چکا ہوں کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں نے اسلام کے لیے کیا کیا مصیبتیں اٹھائی ہیں درحقیقت ابوجندل کو اللہ کی راہ میں بہت سخت تکلیفیں دی گئی تھیں،

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا کہ

Marfat.com

کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں میں ضرور سچا نبی ہوں۔'' میں نے عرض کیا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں تم حق پر ہو۔'' میں نے عرض کیا: پھر ہم اپنے دین میں کیوں نرمی برتیں، آپ نے فرمایا: ''میں اللہ کا رسول ہوں اس کی نافرمانی نہیں کرتا وہی ہمارا مددگار ہے۔'' میں نے عرض کیا: کیا آپ ہم سے بیان نہ کرتے تھے کہ ہم کعبہ میں جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ''کیا میں نے یہ کہا تھا کہ تم اسی سال کعبہ میں جاؤ گے اور طواف کرو گے؟'' میں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''تم کعبہ میں (ایک نہ ایک دن) ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے کہا: ابوبکر! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں، میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، یہ بات درست ہے میں نے کہا: پھر کیوں ہم اپنے دین کو ذلیل کریں؟ تو انہوں نے کہا: اے عمر! بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ اپنے پروردگار کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ ان کا مددگار ہے، لہٰذا تم ان کی مخالفت نہ کرو، کیونکہ اللہ کی قسم وہ حق پر ہیں، میں نے کہا: کیا وہ ہم سے بیان نہ کرتے تھے کہ ہم کعبہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے، تو انہوں نے کہا: ہاں کہا تھا مگر کیا تم سے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال کعبہ جاؤ گے؟ میں نے کہا: یہ تو نہیں کہا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر تم کعبہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔

امام زہری رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس گستاخی کے کفارے میں نے کہا: بہت سی عبادتیں کیں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر جب صلح نامہ کی تحریر سے فراغت ہوئی تو رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ''اٹھو سر منڈوالو اور قربانی کرو۔'' راوی کہتا ہے: اللہ کی قسم! کوئی شخص بھی ان میں سے نہ اٹھا، یہاں تک کہ آپ نے تین مرتبہ یہی فرمایا۔ جب ان میں سے کوئی نہیں اٹھا، تو آپ خود سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے یہ سب پورا واقعہ بیان کیا، جو لوگوں سے آپ کو پیش آیا تھا، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ یہ بات چاہتے ہیں تو اچھا ذرا آپ باہر تشریف لے جایے اور ان میں سے کسی کے ساتھ کلام نہ کیجیے، یہاں تک کہ آپ اپنے قربانی کے جانوروں کی قربانی کر دیجیے اور سر مونڈنے والے کو بلایئے تاکہ وہ آپ کے سر کے بال صاف کر دے، چنانچہ آپ باہر تشریف لائے اور ان میں سے کسی سے گفتگو کی، یہاں تک کہ آپ نے سب کچھ پورا کرلیا، یعنی قربانی کے جانور قربان کر دیے اور اپنا سر بھی مونڈ والیا، صحابہ نے جب یہ دیکھا تو اٹھے اور انہوں نے قربانی کی، اس کے بعد باہم ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے، کیفیت یہ تھی معلوم ہوتا تھا کہ فرطِ غم کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔ [1]

دیکھیے صحابہ کرام کی ندامت و پشیمانی کی طرف کہ کیسے ان کو احساس ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تنفیذ میں تاخیر کی وجہ سے حزن و ملال اور غم والم کا عالم یہ تھا کہ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ یہ ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں گے اور یہ بھی صحابہ کرام نے جان بوجھ کر اور قصداً نہیں کیا، بلکہ یہ سارا ماجرہ اس پریشانی کی وجہ سے رونما ہوا جو بیت اللہ سے روکنے کی وجہ سے ان کے قلوب واذہان پر غالب تھی اور اسی طرح صلح کے اندر ایسی شروط تھیں جو بظاہر صحابہ کرام کو یوں باور کروا رہی تھیں کہ یہ مسلمانوں کے ساتھ سراسر ظلم ہو رہا ہے۔

اور اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھیے وہ فرماتے ہیں:

① صحیح البخاری: ۲۷۳۱۔

Marfat.com

میں نے اس روز جو غلطی کی اور جو بات کہی تھی اس سے ڈر کر میں نے بہت اعمال کیے ہیں، برابر صدقہ وخیرات کرتا رہا، روزے رکھتا رہا اور نماز ادا کرتا رہا اسی طرح غلام آزاد کرتا رہا، یہاں تک کہ اب مجھے خیر کی امید ہے۔

اور اس سے بھی پہلے دیکھیے رسول اللہ ﷺ کی طرف کہ کیسا آپ کا حکیمانہ موقف تھا اور کیسے آپ کی آفتاب عالم تاب کی طرح چمکتی دمکتی اور گہرائیوں کی حدوں کو کراس کرنے والی بصیرت تھی اور کیسی بلند وبالا آپ کی ذکاوت تھی اور اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت وتائید کے ساتھ یہ صلح مسلمانوں کے لیے بڑی مضبوط نصرت اور واضح فتح بن کر سامنے آئی۔

مذکورہ واقعہ سے مستنبط مسائل

① امام خطابی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سیدنا ابو جندل رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی علمائے کرام نے دو توجیہات بیان فرمائی ہیں:

ایک یہ کہ مسلمان جب ہلاکت وبربادی کا خطرہ وخدشہ محسوس کرے تو اس کو اپنا ایمان چھپا لینا چاہیے اور اگر وہاں توریہ ممکن نہ ہو تو دل میں ایمان کی شمع روشن کیے ہوئے زبان سے کفر کا کلمہ ادا کر سکتا ہے، اسلام لانے کے باوجود سیدنا ابو جندل رضی اللہ عنہ کا مشرکین کی طرف واپس کرنا اس کو ہلاکت کی طرف دھکیلنا نہیں تھا، جب کہ ان سے خلاصی اور چھٹکارے کا رستہ توریہ کی شکل میں موجود تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے باپ کی طرف اس کو لوٹایا ہے اور غالب یہی ہوتا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو ہلاکت کی طرف نہیں بھیجتا اور اگر اس کو عذابوں سے دوچار کریں یا اس کو پس زنداں کریں تو اس وقت ایمان کو چھپانا بھی جائز ہوگا اور جس کو بندہ فتنہ محسوس کرتا ہے تو وہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے جس پر بندہ اپنے اللہ کے لیے صبر کرتا ہے۔

② عقود میں قول کا اعتبار ہوتا ہے، اگرچہ کتابت اور گواہ لیٹ ہی کیوں نہ ہوں، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو کے لیے اس کے بیٹے کی واپسی کا فیصلہ

Marfat.com

جاری فرما دیا تھا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے بڑی ہی نرمی کے ساتھ اسے فرمایا تھا کہ ابھی تو نوشتہ صلح مکمل نہیں ہوا اور یہ تو صرف اسی امید سے فرمایا تھا کہ شاید وہ آپ کی بات قبول کر لے اور اس وجہ سے بھی کہ باقی قریش اس پر اعتراض بھی نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ وہ سہیل کے بیٹے ہی تو تھے، تو جب اس نے انکار پر ہی اصرار کیا تو آپ نے چھوڑ دیا۔

③ دین اسلام کے سامنے کائنات کے کسی بھی فرد و بشر کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام بزار رحمہ اللہ نے اس روایت کو تخریج کیا ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: دین اسلام پر کسی کی رائے کو کوئی ترجیح نہیں ہے، میں اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کو اپنی رائے کے ساتھ رد کرنے کی کوشش کی ہے، یہ میں نے حق سے ہٹنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، یہ تو میرے اللہ نے مجھے خاص طور پر محفوظ فرما لیا ہے۔

④ علمی حوالے سے بحث مباحثہ کرنا جائز ہے، جب تک حقیقی معنی اور اس کی مراد واضح اور ظاہر نہ ہو جائے اور کلام کو اس کے عموم اور اطلاق پر ہی محمول کیا جائے گا جب تک اس کی تخصیص اور تقیید پر دلیل نہ آ جائے۔

⑤ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بعینہٖ وہی جواب دینا جو نبی کریم ﷺ نے دیا تھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام اصحاب پیغمبر میں اکمل تھے، رسول اللہ ﷺ کے حالات کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، امورِ دین کو زیادہ جاننے والے تھے اور اللہ کے احکامات کی موافقت میں بہت زیادہ سخت تھے۔

⑥ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول عَمِلْتُ لِذٰلِكَ جب انسان سے ایسا کوئی کام سرزد ہو جائے جس کو وہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ کی معصیت اور نافرمانی ہے تو اس کے لیے کثرت سے اعمال کرنا مستحب عمل ہے، کیونکہ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

⑦ اس واقعہ سے مشورے کی اہمیت واضح ہو رہی ہے۔

⑧ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ جب فعل اور قول جمع ہو جائیں تو اس

Marfat.com

وقت خالی فعل زیادہ بلیغ ہوگا۔

(۹) اپنی فاضلہ بیوی سے مشورہ کرنا بھی ثابت ہو رہا ہے۔

(۱۰) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور قدر و منزلت اور عقل و دانش ثابت ہو رہی ہے، حتی کہ امام الحرمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم نہیں جانتے کہ کسی عورت نے اپنی رائے کے ساتھ اشارہ کیا ہو اور وہ درست ہو سوائے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اور اسی طرح بعض لوگوں نے سیدنا شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں مشورہ دیا تھا اس کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

(۱۱) بال منڈوانا، کتروانے سے زیادہ افضل ہے اور محصر شخص جہاں بھی روک دیا جائے وہاں ہی قربانی کر ڈالے گا، اگرچہ وہ حرم تک نہیں پہنچا۔

(۱۲) تابع کے شایانِ شان نہیں کہ وہ ظاہری حالات کو دیکھ کر متبوع پر اعتراض کر دے، بلکہ اس پر تسلیم کرنا ہے، کیونکہ متبوع عام طور پر تمام امور کو زیادہ جانتا ہے وہ تجربہ کی بنیاد پر یا کسی اور وجہ سے اور خصوصی طور پر جب متبوع مؤید بالوحی یعنی جس کی تائید وحی الٰہی سے ہوتی ہو، پھر تو بالکل ہی اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

(۱۳) اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت واضح ہو رہی ہے اور صحابہ کرام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی کرنے میں جلدی کرنا ثابت ہو رہا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: جب انھوں نے یہ صورتِ حال دیکھی تو فوراً کھڑے ہوئے قربانیاں کیں اور ایک دوسرے کے سروں کو مونڈنا شروع ہوئے۔

Marfat.com

فرض کے علاوہ بہترین نماز وہ جو گھر میں پڑھی جائے

اگر ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں اور دیکھیں کتنے گھر ہیں جن کے رہائشی اللہ تعالیٰ کی طرف گڑگڑاتے اور عاجزی انکساری کرتے ہیں تو ایسے گھر ہمیں بہت کم ملیں گے، کیونکہ وہاں رہنے والوں نے ان گھروں کو قبرستانوں کی شکل میں بدل دیا ہے، انھوں نے اپنے گھر کے اندر نہ کبھی نماز ادا کی ہے اور نہ ہی وہاں سے کبھی اللہ کے ذکر کی صدا آئی ہے اور جب اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو شیطان وہاں سے راہِ فرار اختیار کر جاتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

«لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِيْ تُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ» [1]

''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، یقیناً جس گھر میں سورۂ بقرۃ کی تلاوت کی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔''

ذیل میں جو واقعہ پیش کر رہے ہیں اس میں آپ نے گھر میں نفلی نماز ادا کرنے کی اہمیت وفضیلت کا درس دیا ہے اور اس تعلیم کے ساتھ ایک اور درس ملتا ہے، جس سے اپنے رب کی عبادت کی طرف چلنے والا ہر شخص فیض یاب ہوسکتا ہے اور مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ کسی ایسے عمل کے درپے نہ ہو کہ اگر اس کو اس عمل کا مکلف ٹھہرایا جائے تو پھر اس پر عمل کرنے سے عاجز اور بے بس ہو جائے اور یہ چیز ہمارے درمیان بہت زیادہ موجود ہے، ابتدائی طور پر بڑی تندھی سے کام کرتے، مگر کچھ دن گزر جانے کے بعد پھر وہ کام کرنا بڑا

[1] صحيح مسلم: ٧٨٠.

Marfat.com

مشکل اور دشوار ہو جاتا ہے، جب کہ شریعت اسلامیہ نے ہمیں یہی درس دیا ہے کہ جو عمل بھی کریں اس پر ہمیشگی اور مداومت ہو گی، تو ان شاء اللہ اس پر اجر وثواب بھی ضرور ملے گا۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اِحْتَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حُجَیْرَۃً مُخَصَّفَۃً، أَوْحَصِیْرًا، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّيْ فِیْھَا، فَتَتَبَّعَ إِلَیْہِ رِجَالٌ وَجَاءُوْا یُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِہٖ، ثُمَّ جَاءُوْا لَیْلَۃً فَحَضَرُوْا، وَأَبْطَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْھُمْ فَلَمْ یَخْرُجْ إِلَیْھِمْ، فَرَفَعُوْا أَصْوَاتَھُمْ وَحَصَبُوا الْبَابَ، فَخَرَجَ إِلَیْھِمْ مُغْضَبًا، فَقَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَا زَالَ بِکُمْ صَنِیْعُکُمْ حَتّٰی ظَنَنْتُ أَنَّہٗ سَیُکْتَبُ عَلَیْکُمْ، فَعَلَیْکُمْ بِالصَّلَاۃِ فِيْ بُیُوْتِکُمْ، فَإِنَّ خَیْرَ صَلَاۃِ الْمَرْءِ فِيْ بَیْتِہٖ إِلَّا الصَّلَاۃَ الْمَکْتُوْبَۃَ)) [1]

رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے اندر چٹائی بچھا کر اور پردہ لگا کر ایک حجرہ تیار کیا ہوا تھا، آپ اس میں نماز ادا کرنے کے لیے نکلے، لوگ آپ کو تلاش کرتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور آ کر آپ کے ساتھ نماز ادا کرنا شروع ہو گئے، نماز مکمل ہوئی تو تمام لوگ چلے گئے، اگلی رات پھر وہ حاضر ہوئے، تا کہ اللہ کے پیغمبر کے ساتھ نماز ادا کریں تو رسول اللہ ﷺ لیٹ ہو گئے، آپ اپنے گھر سے نہ نکلے، تو لوگوں نے آوازیں بلند کیں اور آپ کے گھر کے دروازے پر چھوٹی چھوٹی کنکریاں مارنا شروع کیں (تا کہ رسول اللہ ﷺ آج پھر نماز کے لیے نکلیں اور ہم آپ کے ساتھ نماز ادا کریں) تو آپ غصے کی حالت میں ان کی طرف نکلے اور آپ نے فرمایا: ''میں تمھارے ساتھ نماز ادا کرتا رہا ہوں، لیکن اب مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں یہ نماز تمھارے اوپر فرض نہ کر دی جائے اس لیے نفلی نماز ادا کرنے کے لیے اپنے

[1] صحیح البخاری: ٦١١٣۔

Marfat.com

گھروں کو لازم پکڑو (گھروں میں نفل ونوافل ادا کیا کرو) کیونکہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جو اپنے گھر کے اندر ادا کرتا ہے۔''

اللہ کے نبی ﷺ اپنے صحابہ پر ایسے معاملے کی حرص کی وجہ سے غصے میں آئے جو عمل ان کے لیے آسان کام نہ تھا اور اگر یہ قیام فرض کر دیا جاتا تو بعض لوگ اس پر عمل کرنے سے عاجز آ جاتے اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ایک اور روایت میں فرمایا:

«وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهِ»

''اگر یہ قیام تمھارے اوپر فرض کر دیا جاتا تو تم اس پر عمل نہ کر پاتے۔''

اور معراج کی رات نماز کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف جاتے رہے حتی کہ پچاس نمازوں میں سے پانچ نمازیں رہ گئیں جس نے اس قصے کے اندر تھوڑا سا بھی غور کیا، اس لیے معاملہ کھل کر واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ کتنا رحمت والا معاملہ ہے کہ اللہ پچاس نمازوں کا اجر وثواب پانچ نمازیں پڑھنے پر عطا فرما دیتے ہیں۔

اور جس شخص نے اس پورے معاملے کے اندر غور وخوض کیا وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ غصہ امت کے لیے بڑی رحمت اور شفقت والا تھا۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① مسجد کے اندر علیحدہ حجرہ بنانا اور پردہ لٹکانا تاکہ لوگوں سے چھپ کر بندہ نماز ادا کر سکے اور اس کے آگے سے کوئی گزر نہ سکے اور دوسری مشغولیات سے بچ کر انسان اللہ کی عبادت میں مصروفِ عمل رہ سکے اور وافر مقدار میں خشوع وخضوع پیدا ہو، تو ایسی صورتِ حال کے پیشِ نظر یہ خیمہ بنانا جائز ہے اور یہ جواز اس وقت تک ہے کہ جب مسجد نمازیوں پر تنگ نہ ہو اور پھر ہمیشہ کے لیے بھی ایسا حجرہ بنانا جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ یہ جگہ رات کو متعین فرماتے تھے اور اس میں نماز پڑھتے تھے، پھر آپ نے رات کے وقت بھی یہ خیمہ بنانا چھوڑ دیا تھا اور آپ نے

Marfat.com

گھر کے اندر نماز ادا کرنا شروع کر دی۔

② مسجد کے اندر نفلی نماز ادا کرنا جائز ہے۔

③ نفلی نماز کی جماعت کروانا جائز ہے۔

④ جس شخص نے امامت کی نیت نہ کی ہو، اس کے پیچھے نماز ادا کرنا اور اس کی اقتدا کرنا جائز ہے۔

⑤ کسی بڑی خرابی کی وجہ اور خوف سے بعض مصالح کو ترک کرنا جائز ہے۔

⑥ رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر بڑے شفیق تھے اور ان کی مصلحتوں کا خیال رکھتے تھے۔

⑦ رعایا کے امور کے ذمہ دار اور وہ لوگ جن کی معاشرے میں پیروی کی جاتی ہے ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان معاملات میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور اقتدا کریں۔

⑧ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ آدمی کی بہترین نماز فرض کے علاوہ گھر میں ادا کی جانے والی نماز ہے، یہ عام حکم ہے، تمام نوافل کے حوالے سے وہ فرض نمازوں کے بعد والے نوافل ہوں یا مطلق طور پر نوافل ہوں، الا کہ وہ نوافل جو شعائر اسلام میں سے ہیں اور وہ عیدین کی نماز، نمازِ کسوف اور نمازِ استقا ہے، اسی طرح تراویح کی نماز ہے۔ یہ نمازیں مسجد کے اندر ادا کرنا جائز ہیں اور با جماعت ادا کرنا اور استقا کی نماز کھلے میدان میں ادا کرنا اور اسی طرح عید کی نماز الا کہ جب کوئی عذر ہو تو مسجد میں جائز ہے۔

⑨ صحابہ کرام کا رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنا کہ آپ کے حکم کے مطابق صحابہ کرام نے فوراً اس اجتماعی عمل کو ترک کر دیا حتی کہ جب فرضیت کا ڈر ختم ہو گیا تو اس وقت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو جمع کیا تھا۔

⑩ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری کے کام جن کے اندر مشقت ہو انسان ان کو نہ چھوڑے بلکہ ان پر مداومت اور ہمیشگی اختیار کرے اور ان نوافل پر بھی مداومت

Marfat.com

کرے، تا کہ اس کا نفس چست رہے اور دل کھل جائے اور اللہ کی عبادت مکمل ہو، ان لوگوں کے خلاف جو مشقت والے کام کرتے ہیں، پھر ایک وقت آتا ہے کہ ان کو چھوڑ دیتے ہیں یا بعض کر لیتے ہیں، بعض چھوڑ دیتے ہیں یا پھر تکلیف کے ساتھ یہ کام کرتے ہیں انشراح صدر سے نہیں کر پاتے تو پھر خیر عظیم سے محروم ہو جاتے ہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عبادت میں افراط وتفریط کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے۔

Marfat.com

ماتھے پر شکن ڈالے اور منہ پھیر لیا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ﴾ (القصص:۵۶)

''(اے محمد!) آپ جس کو دوست رکھتے ہو اُسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔''

علامہ سعدی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ اس بات سے آگاہ فرما رہے ہیں کہ اے محمد! آپ اور آپ کے علاوہ باقی پوری کائنات کسی ایک کو ہدایت کے راستے پر نہیں لا سکتے، اگرچہ جس کو آپ ہدایت کے راستے پر لانا چاہتے ہیں وہ آپ کا محبوب ترین ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ امر مخلوق کی قدرت سے بالاتر ہے، ہدایت کی توفیق اور دل کے دریچوں میں ایمان کو پیدا کرنا یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت سے ہمکنار فرما دیتا ہے اور وہ زیادہ جانتا ہے کہ ہدایت کے لیے بہتر کون ہے، جو بہتر ہوتا ہے اس کو اللہ اس نور سے منور فرما دیتے ہیں اور جو ہدایت کی عظیم چوٹی پر چڑھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ اس کو ضلالت وگمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ہی چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں:

Marfat.com

﴿ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾(الشوری: ۵۲)

''(اے محمد!) آپ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔''

ہدایت کو رسول اللہ ﷺ سے ثابت کیا جا رہا ہے، تو یہ صرف ہدایت کے راستے کو بیان کرنے اور اس کی طرف راہ نمائی کرنے کے معنی میں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو دیکھ کر ایک دن ترش روئی اور ناگواری کا مظاہرہ فرمایا تھا جو صحابی آپ سے کسی معاملے کے متعلق سوال کرنے کے لیے آیا تھا اور آپ کفار قریش کو دعوت دینے میں مصروف تھے، جب وہ صحابی آیا تو آپ نے اس سے بے توجہی کا مظاہرہ کیا اور دوسری طرف رخ کیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عتاب سنائی اور اس واقعہ کے اندر بھی داعیان کے لیے بہت بڑا درس ہے کہ جو نصیحت کا طلب گار ہو اس سے روگردانی نہیں کرنی چاہیے اور خاص طور پر اس وقت جب دعوت ایسے لوگوں کو دی جا رہی ہو جو اس دین حنیف سے اعراض کرنے والے ہوں اور یہ چیز بہت زیادہ داعی اور واعظ بھائیوں کے اندر پائی جاتی ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

"اُنْزِلَ ﴿عَبَسَ وَ تَوَلّٰی﴾ فِی ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمِ الْاَعْمٰی اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَجَعَلَ یَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرْشِدْنِیْ وَعِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَجُلٌ مِّنْ عُظَمَآءِ الْمُشْرِكِیْنَ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَعْرِضُ عَنْهُ وَیُقْبِلُ عَلَى الْاٰخَرِ وَیَقُوْلُ اَتَرٰی بِمَا اَقُوْلُ بَاْسًا فَیَقُوْلُ لَا فَفِیْ هٰذَا اُنْزِلَ۔[1]

سورۂ ﴿عَبَسَ وَ تَوَلّٰی﴾ نابینا صحابی سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اشراف قریش بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا صحابی ہیں تشریف لے آئے اور آ کر نبی کریم ﷺ سے دین کی باتیں پوچھنے

[1] صحیح، سنن الترمذی: ۳۳۳۱۔

Marfat.com

لگے، تو نبی کریم ﷺ نے اس پر کچھ ناگواری محسوس کی اور کچھ بے توجہی سی برتی، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی تھی۔

انسان کے علم میں یہ بات نہیں ہوتی کہ کہاں اس کے لیے خیر ذخیرہ کر دی گئی ہے، بسا اوقات آدمی کسی چیز سے تغافل اور سستی برتتا ہے اور اس میں اس کے لیے بہت زیادہ خیر موجود ہوتی ہے اور بعض اوقات ایک ہزار آدمی کو انسان وعظ ونصیحت کرتا ہے، لیکن وہ پھر بھی اعراض کرنے والے ہی ہوتے ہیں۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① جو شخص خود بخود وعظ ونصیحت کا محتاج اور ضرورت مند بن کر آپ کے پاس آئے اس کی طرف توجہ کرنا زیادہ لائق اور ضروری ہے اور آپ کا ایسے شخص کو دعوت دینے کے درپے ہونا جو شخص خیر اور ہدایت کا متلاشی ہی نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی دین کی طرف رغبت ہے، ایسے شخص کو چھوڑ کر جو حاجت مند بھی ہو اور رغبت رکھنے والا بھی ہو تو یہ آپ کے لائق نہیں، کیونکہ ایسا شخص جو دین کی طرف رغبت نہیں رکھتا، اس کے بارے میں آپ کوئی پابند نہیں کہ اس نے اپنا تزکیہ کیوں نہیں کیا، اگر وہ اپنا تزکیہ نہیں کرتا تو اس کے برے اعمال کی باز پرس آپ سے نہیں ہوگی۔

② یہ حدیث ایک مشہور قاعدے پر دلالت کر رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو کام معلوم ہو اس کو ایسے کام کی وجہ سے نہیں چھوڑا جا سکتا جو انسان کے وہم میں ہو اور ثابت شدہ مصلحت کو ایسی مصلحت کے پیشِ نظر نہیں چھوڑا جا سکتا جو مصلحت انسان کے وہم وگمان میں موجود ہو۔

③ جو طالب علم دین کے علم کی طرف زیادہ محتاج ہو اس کی طرف زیادہ توجہ دینا ایک استاد و مربی کے لیے ضروری ہے، اس پر کئی مشہور احادیث نبویہ دلالت کرتی ہیں۔

④ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا بلند پایہ مقام بیان ہوا ہے اور اس بات پر قرآنِ حکیم کی آیات بینات کا اسلوب دلالت کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

Marfat.com

عتاب بھی سنائی، لیکن اسلوب غائب شخص کا ہی اختیار کیا ہے، تا کہ آپ کو پریشانی لاحق نہ ہو جائے اور پھر جب آپ سے وحشت اور پریشانی زائل ہو گئی تو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ ﴾

یعنی اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے مخاطب کا انداز اپنایا۔

⑤ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کی تادیب کو برابر تمام لوگوں تک پہنچا دیا ہے، حتی کہ جب بھی سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ مجلس کو وسیع فرما لیتے اور ان کو اپنے پہلو میں بٹھاتے تھے اور فرماتے تھے میں اس شخص کی آمد پر اس کو خوش آمدید کہتا ہوں جس کی وجہ سے میرے رب نے مجھے بھی ڈانٹ دیا تھا۔

امام ثوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس واقعہ کے بعد رسول اللہ ﷺ جب سیدنا ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو آپ اس کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اس شخص کو میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خوش آمدید کہتا ہوں جس کی وجہ سے رب نے مجھے ڈانٹ دیا ہے، کیا کوئی حاجت وضرورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دو غزوات کے موقع پر مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا ہے اور رمضان المبارک کی صبح صادق کے لیے آپ نے ان کو موذن مقرر کیا ہوا تھا۔

⑥ رسول اللہ ﷺ پر وحی کو چھپانا محال تھا، وحی الٰہی میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جس کو نبی کریم ﷺ نے چھپایا ہو۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اگر اللہ کے نبی ﷺ وحی الٰہی سے کچھ چھپاتے تو پھر اس سرزنش اور عتاب کو ضرور چھپاتے جو سورۂ عبس وتولیٰ میں نازل ہوئی ہے۔

⑦ حصولِ علم پر حرص اور حصولِ علم کے اسباب کے بارے میں کوشش کرنا اور اہل علم سے علم حاصل کرنا ثابت ہو رہا ہے۔

Marfat.com

⑧ عالم سے علم سیکھنے کے لیے مناسب وقت متعین کرنا اور عالم کے پاس ایسے اوقات میں نہیں جانا چاہیے جن اوقات میں وہ مصروف ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس مصروفیت کی وجہ سے کسی حرج میں واقع ہو جائے۔

⑨ سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ کرام کی عظمت واضح ہو رہی ہے کہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عتاب سنا دی ہے۔

⑩ کفار و مشرکین کو دعوت دینا اور ان کی ہدایت کی حرص رکھنا۔

Marfat.com

آپس میں اختلاف نہ کیا کرو

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۗءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ﴾

''اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو، اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے۔''(آلِ عمران: ۱۰۳)

علامہ سعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایسی چیز کا حکم جاری فرما رہے ہیں جو ان کی تقویٰ پر معاونت کرے اور وہ اجتماعیت اور دین اسلام کو مضبوطی سے تھامنا ہی ہے، کیونکہ مومنوں کا تو دعویٰ ہی ایک ہے کہ وہ جمعیت اور جتھا ہیں ان کے اندر افتراق وانتشار نہیں ہے، یہ تو ایک دوسرے کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں، کیونکہ مسلمانوں کا دین اسلام پر جمع ہو جانا اور دلی طور پر ان کا یکجا ہونا، اس سے ان کے دین ودنیا کی اصلاح ہو جاتی ہے اور بڑی بڑی مصلحتیں ان کا نصیب اور مقدر بن جاتی ہیں جو کہ نیکی اور تقویٰ پر تعاون کی واضح دلیل ہے۔

اور اس بات سے راہِ فرار نہیں کہ اختلافات وانتشارات اور باہمی دشمنیاں نظامِ زندگی کو تباہ وبرباد کر دیتی ہیں اور باہمی روابط اور تعلق داریوں کے پرخچے اڑا دیتی ہیں اور

Marfat.com

نظامِ حیات اپاہج اور کھوکھلا ہو کر رہ جاتا ہے اور معاشرے کا ہر فرد اپنی من مرضی اور شتر بے مہار کی طرح نفسانی خواہشات کا دل دادہ بن جاتا ہے، جس سے معاشرے کو بڑے بڑے نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لیے اختلافات اور باہمی چپقلش ایسی بدترین بیماری ہے جو قوموں کو پارہ پارہ کر دیتی ہے اور طاقتوں و توانائیوں کو رائیگاں اور بے کار بنا دیتی ہے اور وقت جیسی قیمتی نعمت کو ضائع کر دیتی ہے اور جس کی وجہ سے انسانی دل طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو کر فاسد ہو جاتے ہیں، جس سے دل کے اندر موجود خیر و صلاح کے تمام مادے مُردہ ہو جاتے ہیں اور قلوب و اذہان مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور اسی طرح اختلاف معاشرے سے خیر اور اصلاح کے جتنے پہلو ہوتے ہیں ان کو چن چن کر ہلاک اور برباد کر دیتا ہے اور وہ شخص جو آج مسلمانوں کی حالت پر تھوڑا سا غور کرتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ آج مسلمانوں کے اندر وحشت طاری ہو چکی ہے اور اس کا اصل سبب فرقہ بندی اور باہمی اختلافات ہیں اور ہماری اسی چیز سے دشمن فائدہ اٹھا کر آج ہم پر مسلط ہے۔

اس وقت جو موقف ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں یہ وہ جلیل القدر اور عظیم الشان موقف ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بہت ڈرایا ہے اور وہ چیز اختلاف ہی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ خِلَافَهَا فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَعَرَفْتُ عَنْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ۔[1]

میں نے ایک آدمی کو قرآنِ کریم کی آیت کریمہ پڑھتے ہوئے سنا اور نبی کریم ﷺ کو اس کے خلاف پڑھتے ہوئے سنا تو میں اس آدمی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لے کر آیا اور آپ کو ساری خبر دی تو میں نے آپ کے چہرہ نبوت پر غصے کے آثار پہچان لیے (جو اختلاف کی وجہ سے نمودار ہوئے تھے)

[1] صحيح البخاري: ٣٤٧٦۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ① امام مسلم رحمہ اللہ نے اسی روایت کو ایک اور سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

هَجَّرْتُ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا قَالَ: فَسَمِعَ اَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ اِخْتَلَفَا فِيْ آيَةٍ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ ﷺ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ: «بِاِخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ» ②

ایک دن صبح سویرے رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا آپ نے دو شخصوں کی آواز سنی جو ایک آیت میں جھگڑ رہے تھے۔ آپ باہر نکلے اور آپ کے چہرے پر غصے کے اثار تھے۔ آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگ تباہ ہوئے اللہ کی کتاب میں جھگڑا کرنے سے۔''

اور صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں:

«كِلَا هُمَا مُحْسِنٌ، وَلَا تَخْتَلِفُوْا، فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اِخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا» ③

''تم دونوں اچھا پڑھتے ہو۔ آپس میں اختلاف نہ کیا کرو، تم سے پہلے لوگ اسی قسم کے جھگڑوں سے تباہ ہو گئے۔''

داستانوں سے ان کے نام مٹ چکے ہیں، کیونکہ بسا اوقات اختلاف انسان کو ہلاکت اور تباہی کے دھانے پر پہنچا دیتا ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے ڈرایا بھی ہے اور اس کے خلاف ادلہ و براہین بھی مہیا فرمائی ہیں اور ان دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تم سے پہلے لوگ اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس بدبختی سے ہمیں روکا ہے، کیونکہ جب سے مسلمان اختلافات کا شکار ہوئے ہیں اس وقت سے ان پر کفار اور یہود و نصاریٰ نے اپنے آہنی پنجے گاڑ رکھے ہیں اور ان اختلافات کا قلع قمع کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

① فتح الباري: ٩/ ١٢٦۔ ② صحيح مسلم: ٢٦٦٦۔
③ صحيح البخاري: ٣٤٧٦۔

Marfat.com

«اَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَآءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا» ①

"میں (محمد ﷺ) اس شخص کو جنت کے کنارے میں محل کی ضمانت دیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دیتا ہے۔"

کیا ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث یاد نہیں ہے جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑے بڑے تنازعات کے محل تعمیر کر لیتے ہیں اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے چسپاں کر دیتے ہیں، یہ اختلافات ان کی ذاتی خواہشات ہی کے ہوتے ہیں، کوئی شرعی ضابطے کا اختلاف نہیں ہوتا۔

آج جتنی بھی مسلمانوں کی جماعتیں اور تنظیمیں موجود ہیں یہ سب کے سب اختلافات کی آماجگاہ ہیں جو ایک دوسرے کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے اور ایک دوسرے کے خلاف نعرہ بازی، کفر کے فتوے اور اپنی تنظیم کے علما کی قدر دانی اور دوسرے علما کرام کے خلاف زبان درازی، اگر یہ لوگ تھوڑی سی ہوش سے کام لیتے تو ان کے دماغ کے دریچے کھل جاتے اور ان کی عقل پر وہ بات ضرور دستک دیتی کہ جو اصل کتاب وسنت کے معاملات کے اختلافات ہیں ان کا حل علمائے کرام نے بڑے مضبوط پیرائے میں کیا ہے۔ اس لیے ان جماعتوں کو بھی اپنے تمام تر معاملات اور اختلافات میں شریعت اسلامیہ کو مدنظر رکھنا چاہیے اور توفیق اسی کو ملتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر:۹) "ہم نے اس ذکر کو (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔" اس آیت کریمہ کے تحت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب اس آدمی کو رسول اللہ ﷺ کی قراءت کے خلاف تلاوت کرتے سنا تو صبر نہ کر سکے اور فوراً اس کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئے تاکہ آپ کو اطلاع

① حسن، سنن أبی داود: ٤٨٠٠۔

Marfat.com

دیں، اس سے قرآنِ کریم کی حفاظت ثابت ہو رہی ہے صدیاں بیت گئیں، زمانے گزر گئے، لیکن قرآن آج بھی اسی طرح محفوظ ہے جس طرح ساڑھے چودہ سو برس پہلے نبی کریم ﷺ کے سینہ اطہر پر نازل ہوا تھا۔

۲ وہ مشکل ترین مسائل جو طالب علم پر مخفی اور پیچیدہ ہوں ان کے حل اور استفسار کے لیے علمائے کرام جو راسخ فی العلم ہوں ان کی طرف رجوع کرنا چاہیے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

۳ جب بھی کسی دینی معاملے میں اختلاف کا سلسلہ شروع ہو تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے غصہ کرنا جائز ہے۔

۴ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ثابت ہو رہا ہے۔

۵ لڑائی جھگڑے اور جنگ وجدال کو چھوڑنے کی ترغیب اور ان میں واقع ہونے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اختلاف اور جھگڑے انسان کو ہلاکت کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔

۶ اختلافات کوئی نئی بات نہیں، بلکہ یہ ام سابقہ امتوں میں بھی تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُم بِسُنَّتِي» [1]

''یقیناً جو کوئی میرے بعد زندگی گزاریں گے وہ بہت زیادہ اختلافات کا سامنا کریں گے، لیکن تم میری سنت کو لازم پکڑنا۔''

اس لیے ہم سب پر لازم ہے کہ ہم ان اختلافات کا مقابلہ بڑی حکمت عملی کے ساتھ کریں، کیونکہ یہ امر لامحالہ طور پر امت میں رہے اور ہماری زندگیاں انھیں اختلافات کے اندر ہی گزرتی ہیں۔

۷ کسی بھی چیز کے جو غلط ذرائع ہوتے ہیں ان کو بند کرنا اور مفاسد کو روکنے کا قاعدہ معلوم ہو رہا ہے۔

[1] صحيح، سنن أبي داود: ٤٦٠٧۔

Marfat.com

ذوالیدین کیا کہہ رہے ہیں؟

شریعت اسلامیہ نے جہاں پر سجدہ سہو کی آسانی مہیا کی ہے ان میں سے ایک یہ جگہ بھی ہے کہ اگر کوئی مسلمان نماز ادا کرتے وقت کوئی کمی یا بیشی کر بیٹھتا ہے شرط یہ ہے کہ یہ کمی بیشی سہواً اور نادانستہ طور پر ہوئی ہو اور کمی کی صورت میں وہ کمی نماز کا رکن نہ ہو تو ایسی صورت میں سجدہ سہو کرنے سے معاملہ درست ہو جاتا ہے، نماز نہ باطل ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا اعادہ کرنا ہو گا، بلکہ سجدہ سہو سے ہی یہ نقص پورا ہو جائے گا اور یہ دین اسلام میں بہت بڑی آسانی اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔

اور جس واقعہ کو ہم پیش کرنے لگے ہیں اس سے اسی مسئلہ کی حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ، إِمَّا الظُّهْرَ، وَإِمَّا الْعَصْرَ، فَسَلَّمَ فِيْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَتَى جِذْعًا فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، فَاسْتَنَدَ إِلَيْهَا مُغْضَبًا، وَفِي الْقَوْمِ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَهَابَا أَنْ يَتَكَلَّمَا، وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ، قُصِرَتِ الصَّلَاةُ، فَقَامَ ذُو الْيَدَيْنِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَقُصِرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيْتَ؟ فَنَظَرَ النَّبِيُّ ﷺ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا، فَقَالَ: «مَا يَقُوْلُ ذُو الْيَدَيْنِ؟» قَالُوْا: صَدَقَ، لَمْ تُصَلِّ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَرَفَعَ، قَالَ: وَأُخْبِرْتُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّهُ قَالَ: وَسَلَّمَ [1]

[1] صحیح مسلم: ۵۷۳۔

Marfat.com

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کی دو نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی، ظہر کی نماز تھی یا عصر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا اور پھر آپ مسجد کے قبلے کی طرف کھجور کا ایک تنا پڑا ہوا تھا، اس کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور اس وقت آپ سخت غصے کے عالم میں تھے اور لوگوں کے اندر سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، لیکن آپ کی ہیبت اور جلالت کی وجہ سے وہ آپ سے بات کرنے میں ڈر محسوس کر رہے تھے اور لوگ جلدی سے نکلے اور کہنے لگے کہ نماز کم کر دی گئی ہے، پھر اسی اثنا میں ذوالیدین نامی صحابی رسول کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ یہ بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں بائیں دیکھا اور صحابہ کرام سے پوچھا: ''ذوالیدین کیا کہہ رہے ہیں؟'' صحابہ کرام نے کہا: یارسول اللہ! وہ سچ کہہ رہے ہیں، آپ نے واقعی دو رکعتیں پڑھائی ہیں، پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھائیں اور سلام پھیر دیا، پھر آپ نے تکبیر کہی، پھر سجدہ کیا، پھر تکبیر کہی اور سر اٹھایا، پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا، پھر تکبیر کہی اور سجدہ سے سر اٹھایا۔

اور عمران بن حصین کی روایت میں ہے پھر سلام پھیر دیا۔

اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں بھول جانا یہ آپ کی بشریت پر دلالت کرتا ہے، جس طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے تو اس وقت آپ نے فرمایا:

((اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ)) [1]

''میں تمھاری طرح بشر ہوں، جیسے تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں۔''

[1] صحيح البخاري: ٤٠١؛ صحيح مسلم: ٥٧٢۔

Marfat.com

اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو رسول اللہ ﷺ کو اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں اور آپ سے مدد مانگتے ہیں۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① افعال میں انبیائے کرام کا بھول جانا ثابت ہو رہا ہے کیونکہ وہ بھی بشر تھے۔

② وہ افعال جن میں نبی کریم ﷺ بھول گئے اگر امت کے لوگ ان افعال میں بھول جائیں تو ان کے لیے شریعت اسلامیہ نے ایک طریقہ کار پیش کر دیا ہے۔

③ آدمی سلام پھیر دے، نماز سے نکل جائے اسی گمان کی وجہ سے کہ میں نے نماز مکمل کر لی ہے حالانکہ نماز مکمل نہیں ہوئی تو اس سے انسان کی نماز باطل نہیں ہوئی، بلکہ باقی ماندہ نماز پڑھ لے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔

④ نماز میں بھول کر سلام پھیر دینے والے شخص کا کلام کر لینا اس کی صحیح قول کے مطابق نماز باطل نہیں ہوتی۔

⑤ بھول کر بہت زیادہ حرکت کی وجہ سے نماز باطل نہیں ہوتی، اگرچہ وہ حرکت نماز کے علاوہ ہو۔

⑥ متعدد اسباب کی وجہ سے سجدہ سہو متعدد نہیں ہوں گے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے نقص کی وجہ سے دو سجدوں پر ہی اکتفا کیا ہے۔

⑦ اس شخص کے لیے سجدہ سہو کرنا واجب ہے جو بھول کر سلام پھیر لے، تاکہ نماز کا خلل بھی پورا ہو جائے اور شیطان کی ناک بھی خاک آلود ہو جائے۔

⑧ امام کا بھول جانا مقتدیوں کے ساتھ بھی لاحق ہوتا ہے، کیونکہ اس کے بغیر اقتدا کی تکمیل نہیں ہوتی، کیونکہ جو نقص امام کی نماز میں رہ گیا وہ مقتدیوں کی نماز میں بھی ہو گا، لیکن اس کے برعکس کسی مقتدی کی نماز کا نقص امام پر اثر انداز نہیں ہو گا۔

⑨ صحابہ کرام پر آپ کا رعب، آپ کی جلالت اور قدر و منزلت کا عالم یہ تھا کہ جب آپ غصے کی کیفیت میں ہوتے تو صحابہ کرام آپ سے مخاطب ہونے کی جرأت بھی نہیں کر پاتے تھے۔

Marfat.com

⑩ سجدہ سہو احکامات کے لحاظ سے نماز میں کیے جانے والے سجدوں کی طرح ہی ہے، اگر اس سے مختلف ہوتا تو اس کو بیان کر دیا جاتا۔

⑪ اگر ایک آدمی کسی چیز کا دعویٰ کرتا ہے جو بہت زیادہ لوگوں کی موجودگی میں ہوئی ہے تو اس وقت اس اکیلے کی بات پر یقین کرنے سے پہلے دوسرے لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔

⑫ اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ ایک یقین امر کو یقینی کے ساتھ ہی چھوڑا جا سکتا ہے، کیونکہ ذوالیدین اور دیگر صحابہ کرام کو یقین تھا کہ فرض چار رکعات ہیں تو آپ نے دو پر اکتفا کیا تھا، پھر جب آپ نے سوال کیا تو کسی صحابی نے بھی اس امر کا انکار نہیں کیا تھا۔

Marfat.com

وہ پانی طلب کرتے تھے، لیکن ان کو پانی نہیں دیا گیا

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾(المائدۃ:۳۳)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ملک سے نکال دیے جائیں یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا (بھاری) عذاب تیار ہے۔''

علامہ سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عداوت ظاہر کرتے ہیں اور زمین کی پشت پر کفر اور قتل وغارت کے ساتھ فساد برپا کرتے ہیں اور لوگوں کے مال سلب کرتے ہیں اور راستوں میں لوگوں کو ڈراتے ہیں اور اس آیت کریمہ کے متعلق مشہور ومعروف بات یہ ہے کہ اس میں راہ زنوں کے احکامات کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، راہ زن وہ لوگ ہیں جو بستیوں، دیہاتوں میں لوگوں کے درپے ہوتے ہیں، ان کے اموال غصب کرتے ہیں، ان کو قتل کرتے ہیں اور ان کو

Marfat.com

ڈراتے اور خوف زدہ کرتے ہیں اور لوگوں کو راستوں سے دور کر دیتے ہیں جن راستوں پر چل کر لوگ اپنے معاملات سنوارتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ ان کی سزا اور ان پر حد قائم کرتے وقت ان مندرجہ امور میں سے کوئی امر بھی نافذ کیا جا سکتا ہے اور یہ سزا ان کے لیے دنیا میں ذلت و رسوائی کا باعث ہو گی اور آخرت میں عذابِ عظیم کو واجب قرار دے گی اور یہ وعید شدید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ راستوں کو بند کرنا اور لوگوں کو روکنا (نیکی وغیرہ سے) کبیرہ گناہوں میں سے ہے، دنیا و آخرت کی رسوائیوں کا باعث ہے اور مذکورہ کام کرنے والا شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے والا ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عکل قبیلے کا ایک گروہ اور ایک روایت کے مطابق عرینہ قبیلے کا آٹھ آدمیوں پر مشتمل ایک وفد یا ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور آ کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو یہاں کی آب و ہوا ان کے موافق نہ آئی جس کی وجہ سے ان کے جسم نحیف اور کمزور پڑنا شروع ہو گئے، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آ کر کچھ شکوہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا:

«أَفَلَا تَخْرُجُوْنَ مَعَ رَاعِيْنَا فِيْ إِبِلِهِ، فَتُصِيْبُوْنَ مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا » قَالُوْا: بَلٰى، فَخَرَجُوْا فَشَرِبُوْا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا، فَصَحُّوْا، فَقَتَلُوْا رَاعِيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَطْرَدُوا النَّعَمَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَرْسَلَ فِيْ آثَارِهِمْ فَأُدْرِكُوْا فَجِيْءَ بِهِمْ، فَأَمَرَ بِهِمْ فَقُطِّعَتْ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ، وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ، ثُمَّ نَبَذَهُمْ فِي الشَّمْسِ حَتّٰى مَاتُوْا[1]

"تم لوگ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ہمارے اونٹوں کے چرواہوں کے ساتھ

[1] صحیح البخاری: ٦٨٩٩۔

Marfat.com

چراگاہ کی طرف نکل جاؤ اور وہاں پہنچ کر ان اونٹوں کا پیشاب پیو اور ان کے دودھ سے اپنے جسموں کو سراب کرو، اللہ تمھیں شفا عطا فرمائے گا۔'' انھوں نے کہا: کیوں نہیں، ہم ضرور جاتے ہیں، کچھ عرصہ وہاں ٹھہرے جانوروں کا پیشاب اور دودھ پیتے رہے یہاں تک کہ ان کی صحت درست ہوگئی، تو ان (ظالموں) نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر ڈالا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے، رسول اللہ ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے ان کا تعاقب کرنے کے لیے صحابہ کرام کو بھیجا تو صحابہ کرام نے بڑی تگ ودو کے ساتھ ان کو پکڑ لیا، ان کو پکڑ کر لایا گیا پھر آپ نے حکم جاری فرمایا کہ ان کے ہاتھ اور پاؤں کو کاٹ دیا جائے اور ان کی آنکھوں میں سلائیاں گرم کر کے پھیری جائیں، پھر صحابہ کرام نے ان کو اسی کیفیت میں شدید گرمی میں پھینک دیا وہ اسی گرمی میں ہی پڑے رہے حتی کہ وہ وہاں مر گئے۔

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں:

سُمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ، وَأُلْقُوْا فِي الْحَرَّةِ، يَسْتَسْقُوْنَ فَلاَ يُسْقَوْنَ. قَالَ أَبُوْ قِلاَبَةَ: فَهٰؤُلاَءِ سَرَقُوْا وَقَتَلُوْا، وَكَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ، وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

سلائیاں گرم کر کے ان کی آنکھوں میں پھیری گئیں اور ان کو شدید دھوپ میں پھینک دیا گیا، وہ پانی طلب کرتے تھے، لیکن ان کو پانی نہیں دیا گیا تھا۔ ابو قلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے چوری بھی کی، قتل کیے، ایمان لانے کے بعد کفر کیا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کی۔

عصر حاضر میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کی صورتیں عالمی سطح پر انفرادی اور اجتماعی طور پر بڑی واضح ہیں اور اس بات کو بیان کرنے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے کہ سرزمین کفر والحاد یعنی مغربی ممالک جس قدر اسلام کے خلاف برسر پیکار ہیں اس سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ اور کیا ہوسکتی ہے کہ

Marfat.com

پورا مغرب آج اللہ کے نور کو بجھانے کے درپے ہے اور آج ان لوگوں پر یہ قول سچ ثابت ہو رہا ہے:

"اِنَّ الْبُغَاثَ فِیْ اَرْضِنَا یَسْتَنْسِرُ"

ان کو ہماری ہمسائیگی کی وجہ سے عزت و آبرو اور بلندیاں مل گئی ہیں۔

اور وہ لوگ سرداری اور سلطنت و حکومت کے حریص ہیں اور یہ ان کی تڑپ اسی دن سے ہی بنی ہوئی ہے جس دن سے مسلمانوں نے اپنے آپ کو ضائع کر دیا ہے اور دنیاوی جاہ و حشمت کے حریص بن چکے ہیں اور خواہشات نفسانیہ کی دلدل میں پھنس چکے ہیں۔

آج آپ امت مسلمہ کی اجتماعی کیفیت کو دیکھیں تو ورطہ حیرت میں گم ہو جائیں گے کہ یہ امت کس قدر ضائع و برباد ہو رہی ہے اور شریعت اسلامیہ کے سنہری اصولوں کو جو بہترین زندگی گزارنے کے اصول تھے ان کو کفریہ قوانین کے ساتھ بدل ڈالا ہے اور اس سے کم لوگ ہی بچ سکے ہیں جن پر میرا اللہ رحم فرمائے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

آج ملت اسلامیہ کے حالات کو دیکھیں کہ حکمران کیسے اسلام کے قوانین کے پرخچے اڑا رہے ہیں ان کی عقلیں اور قلم اللہ کے رستوں سے ہٹانے کی طرف لگی ہوئی ہیں اور اس کے علاوہ بھی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنے والوں کا معاملہ بڑا واضح ہے اور نبی کریم ﷺ کی زندگی میں اس سزا سے بڑی اور سخت سزا آپ سے نہیں ملتی کہ آپ نے اس سے زبردست سزا کسی کو دی ہو، آپ کا اس قدر سخت سزائیں دینا ہمارے لیے ان جرائم کی سنگینیوں کو واضح کر رہا ہے۔

اور سلام راوی کہتے ہیں: مجھے اس بات کا علم ہوا کہ حجاج بن یوسف نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے آپ نبی کریم ﷺ کی طرف سے دی جانے والی سخت ترین سزا کے متعلق بتائیں تو اس وقت انہوں نے حجاج بن یوسف کو حدیث عرنیین یعنی مذکورہ حدیث بیان فرمائی۔

اور حسن بصری رحمہ اللہ کو اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے فرمایا: میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ حجاج کو یہ سزا بیان نہ کرتے۔

Marfat.com

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① حاکم وقت کے پاس وفود کا آنا اور حاکم کا ان کی مصلحتوں کی طرف توجہ رکھنا ثابت ہو رہا ہے۔

② اونٹوں کے دودھ اور پیشاب کو بطورِ دوا استعمال کرنا شرعی طور پر جائز ہے۔

③ ہر جسم کو جب اس کی طبیعت کے موافق دوا دی جائے تو وہ بہتر ہو جاتا ہے۔

④ ایک آدمی کے قتل میں اگر ایک جماعت بھی شامل تھی تو قصاص میں وہ سارے ہی قتل ہوں گے۔

⑤ قصاص میں مماثلت یہ وہ مثلہ نہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

امام ابن اسحاق اپنی سیرۃ النبویہ میں لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے چرواہوں کا مثلہ بھی کیا اور ان کے ہاتھ پاؤں بھی کاٹ ڈالے تھے اور ان کی آنکھوں کے اندر کانٹے چبھو دیے تھے، جیسا کہ صاحب عون المعبود نے ابن قیم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔

⑥ صحراؤں میں راہزنی کرنے والوں کا حکم ثابت ہو رہا ہے اور جو شہروں اور دیہاتوں میں کرتے ہیں ان کے حکم میں اختلاف ہے۔

⑦ فی سبیل اللہ، اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے لوگوں کے لیے صدقے کے اونٹوں کا دودھ وغیرہ استعمال کرنا اور دیگر اشیا سے فائدہ اٹھانا امام کی اجازت کے ساتھ جائز ہے۔

⑧ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ محارب شخص جو مرتد ہو اس کو پانی پلانا یا دیگر معاملات میں اس کی دادرسی کرنا اور اسی طرح اس کی حرمت کا پاس کرنا جائز نہیں ہے اور جس آدمی کے پاس صرف اتنا پانی ہے کہ وہ طہارت کر سکتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ مرتد کو پانی نہ پلائے اور تیمم نہ کرے، بلکہ اسی پانی کو استعمال کرے، حتی کہ مرتد اگر پیاسا مرتا ہے تو اسے مرنے دے۔

⑨ امام خطابی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ یہ سلوک (ان کو پیاسے ہی چھوڑ دیا، حالانکہ انھوں نے پانی طلب بھی کیا تھا) اس لیے کیا تھا، تاکہ وہ مر جائیں۔

Marfat.com

اللہ کے نبیوں کے درمیان برتری مت دو

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾ (البقرة: ۲۵۳)

''یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی ہے اور بعض کے درجے بلند کیے ہیں۔''

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ اس نے بعض رسولوں کو بعض پر فوقیت اور بلندی عطا فرمائی ہے، اس وجہ سے جو اس نے ان کو وحی کے لیے خاص کر لیا ہے اور لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجنے کے لیے چن لیا ہے اور اللہ کی مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے کے لیے منتخب فرما لیا ہے اور پھر ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت اور برتری عطا فرمائی ہے اور اس برتری کی بنیاد بھی ان اوصاف حمیدہ پر ہے جو ان کو اللہ کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا جیسے سیدنا موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں، ان کو اللہ نے کلام کر کے خاص کیا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کو تمام انبیاء پر درجات اور بلندی عطا فرمائی ہے، جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو فضائل تمام انبیائے کرام میں متفرق طور پر تھے وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ گرامی میں جمع کر دیے ہیں

Marfat.com

اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے مناقب اور بلندیاں عطا فرمائی ہیں جن کی وجہ سے آپ پہلے اور آخری تمام تر اولاد آدم پر فائق اور بلند ہو گئے ہیں اور اس قضیے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ اس نے بعض انبیا کو بعض پر درجات اور بلندی عطا فرمائی ہے، یہاں پر اس شخص کی بات بے فائدہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس حق کو دیکھ کر انبیاء کی قدر و منزلت میں کمی کرنے کی کوشش کرتا ہے، ہر ایک نبی کا ایک مقام ہے جو اللہ نے اس کو عطا فرمایا ہوا ہے اور جس نے اس حد کو تجاوز کیا اس نے ظلم کا ارتکاب کیا ہے اور وہ اس فعل کا مرتکب ہوا ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ایک دفعہ ایک یہودی سودا بیچ رہا تھا تو اس کو اس سودے کے عوض ایسی چیز دی گئی جو اسے ناپسند تھی یا جس کو لے کر وہ راضی نہ ہوا (عبدالعزیز راوی کو شک ہوا ہے) تو اس وقت اس یہودی نے کہا:

لَا وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْبَشَرِ قَالَ: فَسَمِعَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَلَطَمَ وَجْهَهُ،قَالَ:تَقُوْلُ: وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْبَشَرِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَظْهُرِنَا؟ قَالَ فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ إِنَّ لِيْ ذِمَّةً وَعَهْدًا، وَقَالَ: فُلَانٌ لَطَمَ وَجْهِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ؟» قَالَ: قَالَ -يَارَسُوْلَ اللّٰهِ - وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْبَشَرِ وَأَنْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا، قَالَ: فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى عُرِفَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهِ، ثُمَّ قَالَ: «لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ أَنْبِيَآءِ اللّٰهِ، فَإِنَّهُ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَيَصْعَقُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ، قَالَ: ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرىٰ، فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ بُعِثَ، أَوْ فِيْ أَوَّلِ مَنْ بُعِثَ، فَإِذَا مُوْسٰى عَلَيْهِ

Marfat.com

السَّلَامُ آخِذٌ بِالْعَرْشِ، فَلَا أَدْرِيْ أَحُوْسِبَ بِصَعْقَتِهِ يَوْمَ الطُّوْرِ، أَوْ بُعِثَ قَبْلِيْ، وَلَا أَقُوْلُ: إِنَّ أَحَدًا أَفْضَلُ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ» [1]

نہیں، اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانیت پر فوقیت اور بلندی عطا فرمائی ہے، تو ایک انصاری آدمی نے اس کو یہ الفاظ کہتے ہوئے سنا تو اس نے اس کے چہرے پر تھپڑ دے مارا اور کہنے لگا کہ تم کہتے ہو کہ اللہ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانیت پر اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جیسی عظیم تر اور بلند تر ہستی) ہمارے درمیان موجود ہے، تو وہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آ کر کہتا ہے: اے ابوالقاسم! میں یہاں پر ذمی ہوں اور میرا یہاں عہد و پیمان بھی ہے اور میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ فلاں آدمی نے میرے چہرے پر طمانچہ مارا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری کو بلایا اور پوچھا: ''آپ نے اس آدمی کو تھپڑ کیوں مارا ہے؟'' تو وہ انصاری عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول! اس نے کہا تھا: اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانیت پر فوقیت و برتری عطا فرمائی ہے جب کہ آپ ہمارے درمیان موجود ہیں، یہ الفاظ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا شدید غصے آیا حتی کہ غصہ کے آثار آپ کے چہرہ نبوت سے نمودار ہو رہے تھے، پھر آپ نے فرمایا: ''اللہ کے انبیاء کے درمیان ایک کو دوسرے پر فوقیت اور بلندی دینے کا تمھیں قطعاً کوئی حق نہیں ہے، جب صور پھونکا جائے گا تو اس وقت زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ بے ہوش ہو جائے گا اور اپنے حواس کھو بیٹھے گا، اس سے وہی بچے گا جس کو اللہ چاہے گا، پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور اس وقت میں پہلا شخص ہوں گا جس کو اٹھایا جائے گا، ہوش دلائی جائے گی، جب میں ہوش میں

[1] صحیح مسلم: ۲۳۷۳۔

Marfat.com

آؤں گا تو اس وقت دیکھوں گا کہ اللہ کے نبی موسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے، اس بات سے میں آگاہ نہیں کہ وہ طور پہاڑ پر جو بے ہوش ہو کر گرے تھے اس وقت ہی ان سے حساب لے لیا گیا یا پھر وہ مجھ سے پہلے اٹھائے گئے ہوں گے اور میں کسی کے متعلق بھی یہ بات نہیں کہتا کہ وہ یونس بن متی (علیہ السلام) سے زیادہ افضل ہے۔"

رسول اللہ ﷺ اس صحابی کے اس عمل کی وجہ سے شدید غصے میں آ گئے جو اس نے اجتہاد کیا تھا جو کہ خطا اور غلط ہو گیا، اس کا یہ قطعاً ارادہ نہیں تھا کہ وہ اللہ کے نبی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی معاذ اللہ توہین کرے اور اگر آج اللہ کے رسول ﷺ ان ظالموں کو دیکھ لیں جو اللہ کے پیغمبروں کو گالیاں دیتے ہیں، العیاذ باللہ، اللہ کے نبیوں پر تہمتیں لگاتے ہیں، یہی نہیں کہ وہ نبیوں کے درمیان برتری اور فضیلت دیتے ہیں، بلکہ کسی بھی نبی اور ولی کی حرمت کا کوئی خیال ہی نہیں کرتے۔

اور رسول اللہ ﷺ پر ایسی ایسی بہتان ترازیاں باندھتے ہیں کہ زبان ان کو ادا کرنے سے قاصر ہے اور قلم ان کو تحریر کرنے سے عاجز ہے اور ان یہودیوں پر قیامت کے روز تک پے در پے اللہ کی لعنتیں ہوں انھوں نے تو رسول اللہ ﷺ کے خاکے بنا کر شائع کیے۔

ان ساری پریشانیوں میں ہم اپنی کمزوریوں کا شکوہ اپنے رب کے حضور کرتے ہیں اور یقیناً نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اللہ کے نبیوں کے درمیان کوئی فوقیت اور فضیلت دے اور دنیا کے کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ کے نبیوں میں سے کسی نبی کو گرانے کی کوشش کرے، جس کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت اور بلندی عطا فرمائی ہے۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① انبیائے کرام علیہم السلام کے درمیان تفضیل کے بارے میں نہی کے متعلق علماء لکھتے

Marfat.com

ہیں: یہ نہی اس شخص کے لیے ہے جو کسی بھی نبی کے متعلق اپنی رائے سے بات کرتا ہے نہ کہ اس شخص کے لیے ہے جو کتاب وسنت کی کسی نص کو بطورِ دلیل پیش کرتا ہے، یا پھر نہی اس شخص کے لیے ہے جو مفضول کی تنقیص کرتا ہے، یا پھر فضیلت کو بیان کر کے جھگڑا اور تنازع کھڑا کرتا ہے یا پھر اس سے مراد یہ ہے کہ ایک نبی کی طرف جمیع فضائل اور خوبیوں کو جمع کر دینا اور دوسرے نبی کو بالکل چھوڑ دینا ہے، جیسے ہم کہیں کہ امام مؤذن سے افضل ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مؤذن کی فضیلت میں نقص واقع ہو گیا ہے اور وہ نقص اذان کی نسبت سے ہوا ہے، ایسا ہر گز نہیں ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نہی صرف حق نبوت میں ہے کہ نبی اور پیغمبر ہونے کے اعتبار سے ہم کسی بھی نبی کے درمیان فرق نہیں کر سکتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا ہے:

﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾(البقرۃ:۲۸۵)

''ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔''

اور بعض شخصیتوں کی بعض پر برتری اور فضیلت سے منع نہیں کیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾(البقرۃ:۲۵۳)

''یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی ہے اور بعض کے درجے بلند کیے ہیں۔''

(۲) صور دو دفعہ پھونکا جائے گا، پہلی دفعہ صور پھونکنے سے ہر زندہ چیز مر جائے گی اور جن کا اللہ تعالیٰ نے موت سے استثنا کیا ہوا ہے ان پر بھی غشی طاری ہو گی اور دوسری دفعہ صور پھونکنے سے سارے مرنے والے زندہ ہو جائیں گے اور جن پر غشی طاری ہو گی ان کو افاقہ ہو جائے گا، واللہ اعلم۔

Marfat.com

③ صحابہ کرام کی رسول اللہ ﷺ سے محبت ثابت ہو رہی ہے جیسا کہ اس انصاری کا عمل واضح کر رہا ہے۔

④ سیدنا موسیٰ اور یونس علیہما السلام کی فضیلت واضح ہو رہی ہے۔

⑤ قیامت کے دن حساب کے لیے تیاری کرنا اور اس سخت تھکا دینے والے دن کے لیے اعمالِ صالحہ کرنا۔

Marfat.com

کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟

نبی کریم ﷺ کو ایذا اور تکالیف سے دوچار کرنے والے ہر زمانے میں رہے ہیں اور کائنات کے اندر کوئی شہر ایسا نہ ہوگا جہاں پر رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانے والا کوئی شخص نہ ہوگا، ایسے لوگ روز اول سے ہی چلے آرہے ہیں، شیطان نے ان کو فقط اسی لیے تیار کیا ہوا ہے کہ یہ ان سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلا اور پھسلا کر گمراہ کریں، اس لیے آپ ایسے لوگوں میں شامل ہو جائیں جو ان سے بچنے والے ہوں اور لوگوں کو بڑی گہری بصیرت کے ساتھ ان کے بارے میں اطلاع دیتے رہیں اور لوگوں کو ان کی ہلاکت اور بربادی کے درس دیتے رہیں اور ان کی دسیسہ کاریوں اور غلط پراپیگنڈہ کو خاک میں ملانے کے لیے ہوشیار رہیں اور ان کے شر سے بچنے کے لیے ہر طرح کا شرعی طریقہ کار متعین کر کے رکھیں۔

اور یہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکالیف پہنچاتے ہیں وہ یا تو مرتد ہیں، دین اسلام کو چھوڑ چکے ہیں تو ان پر اتداد کا حکم ہی لگے گا یا پھر وہ منافقت کرتے ہیں اور یہ عمل بھی ان کے لیے فائدہ بخش نہیں ہوگا، ایسے لوگوں کے باطنی پردوں کو تمام لوگوں کے سامنے چاک کرنا واجب ہے تاکہ باطل حق کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں اور نبی کریم ﷺ کو ایسے لوگوں پر اس قدر شدید غصہ آتا تھا کہ آپ ایسے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم جاری فرماتے تھے اور ایسے خبیث النفس لوگوں کے بڑے بڑے سردار جنھوں نے نبی کریم ﷺ کو گالیاں بھی دیں اور تکلیفیں بھی پہنچائیں ان میں سے ایک شریر ترین شخص کعب بن اشرف تھا، آپ نے اپنے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اس ظالم کو صفحہ ہستی سے مٹا یا جائے اور مسلمانوں کو اس سے نجات دلائی جائے۔

Marfat.com

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا:

«مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ قَدْ اذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ» فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَ تُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ» قَالَ: فَأْذَنْ لِيْ أَنْ أَقُوْلَ شَيْئًا، قَالَ: «قُلْ» فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: إِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَةً، وَإِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا وَإِنِّيْ قَدْ أَتَيْتُكَ أَسْتَسْلِفُكَ، قَالَ: وَأَيْضًا وَاللّٰهِ لَتَمَلُّنَّهُ، قَالَ:إِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ، فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَّدَعَهُ حَتّٰى نَنْظُرَ إِلٰى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيْرُ شَأْنُهُ، وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ- وحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ أَوْ:فَقُلْتُ لَهُ: فِيْهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ؟ فَقَالَ: أُرٰى فِيْهِ وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ - فَقَالَ: نَعَمِ، ارْهَنُوْنِيْ، قَالُوْا: أَيَّ شَيْءٍ تُرِيْدُ؟ قَالَ: ارْهَنُوْنِيْ نِسَاءَكُمْ، قَالُوْا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ، قَالَ: فَارْهَنُوْنِيْ أَبْنَاءَكُمْ، قَالُوْا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَنَا، فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ، فَيُقَالُ: رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ، هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا، وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ - قَالَ سُفْيَانُ: يَعْنِي السِّلَاحَ- فَوَاعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ، فَجَاءَهُ لَيْلًا وَمَعَهُ أَبُو نَائِلَةَ، وَهُوَ أَخُوْ كَعْبٍ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَدَعَاهُمْ إِلَى الْحِصْنِ، فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ: أَيْنَ تَخْرُجُ هٰذِهِ السَّاعَةَ؟ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَأَخِيْ أَبُوْ نَائِلَةَ، وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو، قَالَتْ: أَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ، قَالَ: إِنَّمَا هُوَ أَخِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَرَضِيْعِيْ أَبُو نَائِلَةَ إِنَّ الْكَرِيْمَ لَوْ دُعِيَ إِلٰى طَعْنَةٍ بِلَيْلٍ لَأَجَابَ، قَالَ: وَيُدْخِلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ - قِيْلَ لِسُفْيَانَ: سَمَّاهُمْ عَمْرٌو؟ قَالَ: سَمّٰى بَعْضَهُمْ - قَالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ، وَقَالَ: غَيْرُ عَمْرٍو: أَبُوْ عَبْسِ بْنُ جَبْرٍ،

Marfat.com

وَالْحَارِثُ بْنُ أَوْسٍ،وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ، قَالَ عَمْرٌو: جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ، فَقَالَ: إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّي قَائِلٌ بِشَعَرِهٖ فَأَشَمُّهُ، فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي اسْتَمْكَنْتُ مِنْ رَأْسِهٖ، فَدُونَكُمْ فَاضْرِبُوهُ، وَقَالَ مَرَّةً: ثُمَّ أُشِمُّكُمْ، فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَحُ مِنْهُ رِيحُ الطِّيبِ،فَقَالَ: مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رِيحًا، أَيْ أَطْيَبَ، وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو: قَالَ: عِنْدِيْ أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ، قَالَ عَمْرٌو: فَقَالَ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَشَمَّ رَأْسَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَشَمَّهُ ثُمَّ أَشَمَّ أَصْحَابَهُ، ثُمَّ قَالَ: أَتَأْذَنُ لِيْ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ، قَالَ: دُونَكُمْ، فَقَتَلُوهُ، ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ۔[1]

"کوئی ہے جو کعب بن اشرف کا کام تمام کرے اور اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تکلیف دی ہے؟" سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ جس پر آپ نے فرمایا: "ہاں، مجھے یہ بات پسند ہے کہ تم اس کو قتل کر آؤ۔" انھوں نے عرض کیا کہ آپ مجھے کچھ اجازت عنایت فرمائیں کہ میں اس سے کچھ باتیں کہوں، تو آپ نے اجازت دے دی اب سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ یہ شخص (اشارہ رسول اللہ ﷺ کی طرف تھا) ہم سے صدقہ مانگتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا مارا ہے، اس لیے میں تم سے کچھ قرض لینے آیا ہوں، اس پر کعب نے کہا: ابھی آگے دیکھنا اللہ کی قسم! ایک وقت آئے گا تم بالکل اکتا جاؤ گے، تو انہوں نے کہا: چونکہ ہم تو ان کی پیروی کا اقرار کر چکے ہیں انہیں چھوڑ نہیں سکتے بس ہم تو اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کا انجام کار کیا ہوتا ہے، میں تم سے ایک وسق یا دو وسق غلہ قرض لینے آیا ہوں، تو کعب بن اشرف نے کہا: ہاں میرے پاس کوئی چیز گروی رکھ دو، تو انھوں نے پوچھا کہ گروی میں تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: اپنی

[1] صحیح البخاری:٤٠٣٧۔

Marfat.com

عورتوں کو رکھ دو، جواب میں انہوں نے کہا کہ تم عرب کے بہت زیادہ خوبصورت مرد ہو، ہم تمھارے پاس اپنی عورتیں گروی کیسے رکھ سکتے ہیں، اس نے کہا کہ اپنے بیٹوں کو گروی رکھ دو ان لوگوں نے کہا: ہم کس طرح اپنے بیٹوں کو گروی رکھ سکتے ہیں لوگ ان کو طعنہ دیں گے اور کہیں گے کہ ایک وسق یا دو وسق اناج کے عوض گروی رکھے گئے یہ ہمارے لیے شرم کی بات ہے، البتہ ہم اپنے ہتھیار رکھ سکتے ہیں، سفیان نے لفظ ''لامہ'' کی تفسیر سلاح یعنی ہتھیار سے کی ہے سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا اور چلے گئے رات کو دوبارہ آئے اور ابونائلہ کو ساتھ لائے جو کعب کا دودھ شریک بھائی تھا کعب نے ان کو قلعہ میں بلا لیا اور پھر ان کے پاس نیچے آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا: اس وقت کہاں جاتے ہو؟ کعب نے کہا: یہ محمد بن مسلمہ اور ابونائلہ میرا بھائی ہے جو بلاتے ہیں سفیان کہتے ہیں کہ عمرو بن دینار کے سوا اور لوگوں نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ کعب کی بیوی نے یہ بھی کہا کہ اس کی آواز سے تو خون کی بو آرہی ہے یا خون ٹپک رہا ہے۔ کعب نے کہا: کچھ نہیں میرا بھائی ابونائلہ اور محمد بن مسلمہ ہیں اور شریف آدمی کو تو رات کے وقت بھی اگر نیزہ مارنے کے لیے بلائیں تو جانا چاہیے اور سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ دو آدمیوں کو اور لائے تھے سفیان سے پوچھا گیا کہ عمرو نے ان کا نام لیا تھا؟ انہوں نے کہا: بعض کا نام لیا تھا، مگر دوسروں نے ابوعبس بن جبر، حارث بن اوس اور عبادہ بن بشر کا نام لیا تھا عمرو نے اتنا ہی کہا کہ وہ اپنے ساتھ دو آدمی لایا۔ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو کہنے لگے کہ کعب جب آئے گا تو میں اس کے سر کے بال تھام کر سونگھوں گا، جب تم دیکھو کہ میں نے مضبوط تھام لیا ہے تو تم اپنا کام کر ڈالنا غرض کعب چادر اوڑھے ہوئے اترا اس کے جسم سے خوشبو مہک رہی تھی، سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آج تک ایسی خوشبو نہیں سونگی جو ہوا میں بسی ہوئی

Marfat.com

ہے عمرو کے علاوہ دوسرے راوی کہتے ہیں کہ کعب نے جواب میں کہا کہ اس وقت میرے پاس ایسی عورت ہے جو سب عورتوں سے زیادہ معطر رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی بے نظیر ہے عمرو کہتے ہیں کہ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا سر سونگھنے کی اجازت ہے؟ اس نے کہا: ہاں، انہوں نے خود بھی سونگھا اور ساتھیوں کو بھی سونگھایا، پھر دوبارہ اجازت لے کر سونگھا اور زور سے تھام لیا اور ساتھیوں سے کہا: ہاں اس کو لو! انہوں نے فورا کام تمام کر دیا اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کعب کے قتل کی خوشخبری سنائی۔

کعب بن اشرف چونکہ شاعر تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشعار کہتا تھا اور کفار قریش کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو یہودی اور مشرکین مسلمانوں کو سخت قسم کی تکلیفیں پہنچاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین فرمائی، جب کعب بن اشرف ایذا رسانیوں سے باز نہ آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل سے پہلے اس سے عہد و پیمان لیا، لیکن وہ پھر بھی مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی سے باز نہ آیا اور کیے ہوئے عہد کو توڑ ڈالا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں اور صحابہ کے بارے میں طعن و تشنیع کرتا تھا۔

اور اس کے دل کے اندر بغض وعناد اور دشمنی کا یہ عالم تھا کہ جب مقتولین بدر اور قیدیوں کے متعلق خبر دینے کے لیے مکہ والوں کے پاس دو آدمی آئے، تو اس وقت کعب نے کہا تھا کہ یہ بات زیادہ حق رکھتی ہے کہ یہ کہا جائے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کو قتل کیا ہے جن کا یہ دونوں آدمی نام لے رہے ہیں اور وہ قریش کے بڑے بڑے سردار اور بادشاہ تھے۔

اللہ کی قسم! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کو قتل کر دیا تو پھر ہمارے لیے مر جانا بہتر ہے، ہمیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے تو جب ان کو مقتولین اور قیدیوں کی خبر پر یقین ہو گیا اور قیدیوں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھا کہ وہ ذلت و رسوائی کے ساتھ آ رہے ہیں تو اس وقت یہ کعب بن اشرف روتا ہوا قریش مکہ کے پاس گیا اور ان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر

Marfat.com

ابھارا، پھر یہ مدینہ طیبہ پہنچا اور مسلمانوں کی عورتوں کو ایذائیں دینا شروع ہو گیا، امام زرقانی رحمہ اللہ نے شرح المواہب میں اسی طرح ہی نقل کیا ہے۔

مذکورہ واقعہ سے مستنبط مسائل

① جب دین اسلام کی دعوت عام لوگوں تک پہنچ چکی ہو اور حجت قائم ہو چکی ہو تو اس وقت گستاخ شخص کو دعوت دیے بغیر قتل کرنا جائز ہے۔

② جنگی چال چلنے کے لیے اسلام کے خلاف گفتگو کرنا جائز ہے، اگر کہنے والے کا ارادہ اس کی حقیقت نہ ہو۔

③ کعب بن اشرف کی بیوی کی ذہانت وفطانت اور اس کی بات کا درست ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

④ جس نے بھی رسول اللہ ﷺ کے خلاف آپ کے دشمن کی معاونت کی وہ ہاتھ سے ہو، مال سے ہو یا زبان سے ہو، ایسے شخص کو قتل کرنا شریعت اسلامیہ میں جائز ہے۔

⑤ مشرکین کے ساتھ جنگ کرتے وقت ان کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیے۔

⑥ اگر کوئی ذمی بھی رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے تو اس کو بھی قتل کرنا جائز ہے۔

⑦ عربوں کے نزدیک خوشبو کی قدر ومنزلت بہت زیادہ تھی۔

⑧ اسلحہ وغیرہ رہن رکھنا شریعت میں جائز ہے۔

⑨ کعب بن اشرف کا یہ قول کہ کریم اور سخی وہ شخص ہے کہ اگر اس کو رات کے وقت بھی نیزہ بازی کی طرف بلایا جائے تو وہ جواب دیتا ہے، اس سے عربوں کی شجاعت، ان کی سخاوت، نفسانی قوت واضح ہو رہی ہے اور یہی چیز ان کے نزدیک حیثیت رکھتی ہے۔

⑩ صحابہ کرام کا رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور اطاعت کرنا اور آپ کے دل کو سرور پہنچانا ثابت ہو رہا ہے۔

⑪ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی ذہانت وفطانت ثابت ہو رہی ہے۔

⑫ یہود ہمیشہ سے ہی اللہ کے رسولوں کے دشمن رہے ہیں اور خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہیں۔

Marfat.com

تم میرے دوست کو ستانا چھوڑتے ہو یا نہیں؟

ہم بہت زیادہ یقین کی قوت کے محتاج ہیں، کیونکہ یقین ہی ایک ایسی دولت ہے جو اعمال صالحہ میں ہمیں بلند درجات پر فائز کرسکتی ہے، ہاں ہم مسلمان بہت زیادہ گناہ گار ہیں، اللہ کی نافرمانیاں ہم سے بہت زیادہ سرزد ہوتی ہیں، لیکن یہ بات یاد رہے کہ گناہ انسان کے ہاتھوں کو تو نہیں پکڑتے، بلکہ وہ انسان کی قوت یقینی کو انتہائی زیادہ کمزور کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے انسان بتدریج آہستہ آہستہ قعر مذلت میں دھنستا جاتا ہے۔

یقین اتنی بڑی قوت اور طاقت ہے کہ انسان کو اس قدر آخرت کی بلندیاں دکھا دیتا ہے جیسے انسان اپنی آنکھوں کے ساتھ آخرت کے احوال کے مشاہدات کر رہا ہے اور جوں ہی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز ہوگی تو یہ بندہ جنان میں داخل ہو جائے گا، یہ منہج اور عقیدہ اس شخص کا ہوتا ہے جو یقین کی قوت سے مالا مال ہوتا ہے۔

یہی وہ یقین کی دولت ہے جو اللہ کے فضل وکرم کے ساتھ انسان کو جنت الفردوس کی اعلیٰ منزلوں پر فائز کر دیتی ہے اور یقین ہی ایک ایسی لازوال دولت ہے جس کی وجہ سے انسان غیر اللہ کے لباس اتار پھینکتا ہے اور شرک وبدعت کی غلاظتوں اور اندھیروں سے نکل کر کتاب وسنت کی آب وتاب کی طرف آتا ہے اور پھر آدمی صحیح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جانشین بنتا ہے اور اس چیز پہنچ جاتا ہے جو چیز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں ڈیرے ڈال چکی تھی۔

اور انبیائے کرام کے بعد کون ہے جو نماز، روزے اور دینی سوچ وفکر کے اعتبار سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی سے بڑھ کر ہو، لیکن اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ یقین وہ دولت تھی جس نے ان کو امت کا وحید اور یکتا بنا دیا تھا اور وہ اکیلا ہی امت گردانا جاتا تھا اور اسی یقین کی قوت نے ان کو انبیاء کے بعد پوری کائنات پر بلند مقام عطا کر دیا ہے۔

Marfat.com

حتی کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کس قدر بلند و بالا قدر و منزلت عطا فرمائی ہے، آیئے ہم آپ کے سامنے آپ کی وہ عزت و عظمت پیش کرتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زبانِ نبوت سے بیان فرمائی ہے۔

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا:

إِذْ أَقْبَلَ أَبُوْبَكْرٍ اٰخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهٖ حَتّٰى أَبْدٰى عَنْ رُكْبَتِهٖ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: «أَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ» فَسَلَّمَ وَقَالَ: إِنِّيْ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ، فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ، فَسَأَلْتُهٗ أَنْ يَغْفِرَ لِيْ فَأَبٰى عَلَيَّ، فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ، فَقَالَ: «يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ» ثَلَاثًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ نَدِمَ، فَأَتٰى مَنْزِلَ أَبِيْ بَكْرٍ، فَسَأَلَ: أَثَمَّ أَبُوْ بَكْرٍ؟ فَقَالُوْا: لَا، فَأَتٰى إِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَلَّمَ، فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَمَعَّرُ، حَتّٰى أَشْفَقَ أَبُوْ بَكْرٍ، فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ أَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ، مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: «إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ، وَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ صَدَقَ، وَوَاسَانِيْ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوْا لِيْ صَاحِبِيْ» مَرَّتَيْنِ، فَمَا أُوْذِيَ بَعْدَهَا۔ ①

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی چادر کا کنارہ اٹھائے ہوئے آئے ان کا گھٹنا کھل گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارے یہ دوست لڑ کر آ رہے ہیں۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر سلام کیا اور کہا کہ میرے اور ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا میں نے بے ساختہ انھیں کچھ کہہ دیا اس کے بعد میں شرمندہ ہوا اور میں نے ان سے معاف کر دینے کی درخواست کی، لیکن انہوں نے معافی دینے سے انکار کر دیا، لہٰذا میں آپ کے پاس التجا لایا ہوں آپ نے

① صحیح البخاری: ٣٦٦١۔

Marfat.com

تین مرتبہ فرمایا: ''اے ابوبکر! اللہ تمہیں معاف کر دے۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شرمندہ ہوئے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر گئے اور دریافت کیا: کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ یہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، آپ کو سلام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہونے لگا حتیٰ کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور دونوں گھٹنوں کے بل ہو کر عرض کیا کہ میں نے ہی ظلم کیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا تو تم لوگوں نے کہا: جھوٹا ہے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: سچ کہتے ہیں اور انہوں نے اپنے مال و جان سے میری خدمت کی پس کیا تم میرے لیے میرے دوست کو چھوڑ دو گے یا نہیں۔'' دو مرتبہ (یہی فرمایا) اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کسی نے نہیں ستایا۔

اس لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کا پہلو اس قدر مضبوط اور بڑا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت سے لے کر وفات تک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایسے ایسے فضائل بیان کر دیے ہیں جن کا انکار کسی صورت ممکن نہیں ہے اور وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے شب و روز، دکھ درد اور سکون وچین کے ساتھی تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وتائید میں اپنا مال بھی لگایا، اپنی ذات بھی پیش کر دی اور اولاد بھی پیش کر دی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی پیاری بیٹی ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری کائنات سے زیادہ محبوب تھے، اگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب تلاش کیے جائیں اور ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنا کائنات کے امام کی عزت وآبرو کا دفاع کرنا اور آپ کی تصدیق کرنا اور آپ سے شدید محبت کا مظاہرہ کرنا ان ساری چیزوں کو جمع کیا جائے تو انسان کی زندگی ختم ہو سکتی ہے، لیکن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تذکرے ختم نہیں ہو سکتے۔

اور اس مقام پر ہماری مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کو تکلیف پہنچی تو چہرہ نبوت پر سلوٹیں پڑ گئیں، کائنات کے امام کا

Marfat.com

چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ان کو تمام صحابہ کرام پر مقدم رکھتے، ان کی تعظیم وتوقیر سارے صحابہ سے زیادہ کرتے تھے، اس عظیم موقف کے بعد ان کی قدرو منزلت کو لوگوں کے سامنے ان قدر واضح ہوگئی کہ اس کے بعد کبھی بھی کسی صحابی کی طرف سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تکلیف نہیں پہنچی۔

ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اس جلیل القدر صحابی رسول کو رسول اللہ ﷺ کے بعد اسوہ اور قدوہ مانیں اور ان کی عزت وآبرو کا خیال رکھیں، شاید کہ ہمارا یہی عمل اللہ کو پسند آجائے اور رب العالمین ہمیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنت میں جمع فرمادے۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ تمام صحابہ کرام پر فائق اور بلند وبالا ہے۔

② ایک آدمی افضل ہے، فضیلت والا ہے تو اس کے لائق اور شایانِ شان نہیں کہ وہ اپنے سے افضل شخص کے ساتھ غصے ہو۔

③ جب کسی آدمی کے فتنے اور دھوکے میں پڑ جانے کا خدشہ نہ ہو تو اس کے سامنے اس کی مدحت سرائی کرنا جائز ہے۔

④ اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہورہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ کوئی بھی امتی فضل ومناقب کی اعلیٰ چوٹیوں پر بھی پہنچ جائے تو پھر بھی وہ معصوم عن الخطا نہیں ہوسکتا۔

⑤ مظلوم سے اپنی غلطی کی معذرت کرنا اور استغفار کا سوال کرنا۔

⑥ جس پر انسان کو غصہ ہو، اس کے باپ کا یا دادا کا نام لینا اور اس کے نام کا تذکرہ نہ کرنا بھی ثابت ہورہا ہے، جیسا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا جب وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر غصے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ سے کہا تھا: میرے اور ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان تلخی ہوئی ہے، یہاں پر انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا۔

⑦ اس سے یہ بھی ثابت ہورہا ہے کہ گھٹنا ستر کے اندر شامل نہیں ہے۔

Marfat.com

تمھیں اس اونٹ سے کیا مطلب؟

رسول اللہ ﷺ نے خیر و بھلائی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کی طرف ہماری راہ نمائی نہ کی ہو اور برائی کا کوئی زاویہ اور گوشہ ایسا نہیں جس سے بچنے کی ہمیں تلقین نہ کی ہو اور شریعت اسلامیہ کے ایسے ایسے قوانین وضوابط متعین فرمائے ہیں جن کے سامنے کفر کے وضع کردہ تمام نظام اور قوانین کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور رب کائنات کا دین وہ واحد اور کامل دین ہے اور مضبوط بنیادوں پر مبنی دین ہے جو انسان کو سلامتی کی دعوت دیتا ہے اور یقیناً یہی دین حق ہے کون سی ایسی ہستی ہے جس کے اندر یہ سکت اور طاقت ہے کہ اس ہستی نے شریعت اسلامیہ کے ایسے محکم اور مضبوط ضوابط وضع کر دیے ہیں جن کی دقت اور گہرائی لامتناہی ہے اور جن پر عمل پیرا ہو کر انسانوں نے اپنے خالق حقیقی کی قربتیں حاصل کر لی ہیں اور خالق کائنات اور اس کی مخلوق کے درمیان ٹوٹا ہوا رشتہ پھر سے مضبوط ہو گیا، اس ضوابط کی کون سکت رکھتا ہے؟

اے عرش والے رب! تیرے محبوب پیغمبر ﷺ کے علاوہ کائنات کی کوئی بھی ہستی ایسی نہیں جو ایسے اصول، قوانین اور ضوابط وضع کر سکے۔

شریعت اسلامیہ کی چمکتی دمکتی یہ ایک صورت ہے جس کو نبی کریم ﷺ کی زندگی کا یہ ایک موقف بطورِ مثال پیش کر رہا ہے جس سے ہمارے اس عظیم دین میں حقوق انسانیت کی بڑی مضبوط فہرست واضح ہو رہی ہے جس کو ہمارے رب کی کتاب سے اور نبی کریم ﷺ کے فرمان سے ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: «عَرِّفْهَا

Marfat.com

سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا، وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ» فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: «خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ، أَوْ لِأَخِيْكَ، أَوْلِلذِّئْبِ» قَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ - أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ -ثُمَّ قَالَ: «مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا حِذَاؤُهَا، وَسِقَاؤُهَا، حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا» [1]

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے لقطہ (گری پڑی چیز) کے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا: ''ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ، پھر اس کے بندھن اور برتن کی بناوٹ کو ذہن میں یاد رکھ اور اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر، اگر اس کے بعد اس کا مالک آجائے تو اسے واپس کر دے۔'' پھر نے پوچھا: یا رسول اللہ! راستہ بھولی ہوئی بکری کا کیا کیا جائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے پکڑ لو، وہ یا تمھاری ہوگی یا تمھارے بھائی کی ہوگی یا پھر بھیڑیے کی ہوگی۔'' پھر اس نے سوال کیا: بھولے ہوئے اونٹ کا کیا کیا جائے؟ اس پر آپ غصے میں آگئے، چہرہ مبارک غصہ کی وجہ سے سرخ ہوگیا، پھر آپ نے فرمایا: ''تمھیں اس سے کیا مطلب، اس کے ساتھ خود اس کے کھر اور اس کا مشکیزہ بھی ہے، اسی طرح اس کو اس کا اصل مالک مل جائے گا۔''

یہ وہ قانون اور ضابطہ ہے جو نبی کریم ﷺ نے دیا ہے، اب ہم تھوڑا سا مغربی معاشرے کو دیکھیں آج مغربی ممالک میں چوری اور ڈاکے کی وارداتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں، کیا اہل مغرب کے وضع کردہ قوانین جو انھوں نے اپنی حفاظت کے لیے بنائے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے ملکوں میں بھی ان کے بیج بو رہے ہیں، یہ سارے قوانین وضوابط ان کو بڑھتی ہوئی وارداتوں سے محفوظ کر سکتے ہیں؟ اور ان کی جانوں، مالوں اور اولاد کے محافظ بن سکتے ہیں، ہرگز ایسا نہیں ہے۔

[1] صحيح البخاری: ٢٤٣٦۔

Marfat.com

یہ لوگ ہماری روشن شریعت اور اس کے قواعد کی طرف کیوں نہیں توجہ کرتے جو شریعت انسان کی زندگی کی ہر چیز کی ضامن ہے، اس حدیث نبوی میں رسول اللہ ﷺ نے گری پڑی چیز کے حقوق تک بیان فرما دیے ہیں، ضابطہ حیات اور قانون عطا کر دیا ہے کہ کسی شخص کو راستے میں چلتے ہوئے کوئی مال وزر یا اس کے علاوہ کوئی قیمتی چیز ملے تو وہ پکڑنے کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی کسی شخص کو وہ چیز چھپانے کی اجازت ہے اور اگر پکڑ لی ہے تو پھر پورا سال ذمہ داری نبھاتے ہوئے چوکوں چوراہوں میں اور مختلف جگہوں پر پہنچ کر اس کا اعلان کرے اگر اس گری ہوئی چیز کے مالک تک خبر پہنچتی ہے تو وہ آئے تو اس کا مال اس کو واپس کرنا ہوگا اور اگر اس سے کوئی چیز ضائع ہوگئی ہے تو وہ اس کی طرف واپس کرے اور اگر ایسا مال ہے جس میں ضیاع کا کوئی خطرہ اور خدشہ بھی نہیں، جیسے اونٹ وغیرہ ہیں تو ایسی صورت میں اس کو پکڑنا حرام ہے حتی کہ اس کا مالک آ جائے اور وہ اپنی چیز پکڑ لے۔

کیا یہود ونصاریٰ کے وضع کردہ قوانین اور نظام کے اندر ایسی کوئی قیود نظر آتی ہیں جیسی باریک بینی اسلام پیش کرتا ہے یہ ساری خوبیاں اور امتیازی حیثیتیں اللہ نے صرف اسلام کو عطا فرمائی ہیں، اسلام جیسی عظیم نعمت پر ہم اپنے اللہ کے شکر گزار ہیں اور یہی نعمت کافی ہے۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① نبی کریم ﷺ نے سائل کے لیے لقطہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں:

☆ گری پڑی چیز کو اس کے مالک کے لیے محفوظ کرنے کی نیت سے اٹھانا جائز ہے اور اگر مالک نہیں مل سکا تو ایسی صورت میں اٹھانے والا شخص اس کا مالک بن سکتا ہے اور یہ معاملہ اغلب طور پر ایسے مالوں میں ہوتا ہے جو متاع، نقدی یا ایسے چھوٹے جانور جو درندوں سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں کر سکتے۔

☆ دوسری قسم ایسے جانوروں کی ہے جو اپنے آپ کو محفوظ کر سکتے ہیں اور درندوں وغیرہ

Marfat.com

سے اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں جیسے اونٹ، گائے، اور بیل وغیرہ ہے یا ایسے پرندے جو اڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو ایسی چیزوں کو حفاظت کے لیے بھی پکڑنا جائز نہیں ہے۔

② گری ہوئی چیز کو محفوظ کرنے کی نیت سے اٹھانا جائز ہے کہ اس کے مالک کو تلاش کر کے اس تک پہنچا دی جائے، یہی بات زیادہ راجح ہے اس شخص کے لیے جو اپنے آپ کو خیانت سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

③ گری ہوئی چیز کو اٹھانے والے شخص پر ضروری ہے کہ وہ تھیلے کو اور اس کے بندھن کو اچھی طرح پہچان لے، چیز کی تعداد کو نوٹ کر لے اور اپنے مال سے اس کو جدا کر کے رکھے اور اسی کی خوبیوں کو ذہن نشین کر لے تا کہ جو شخص دعویٰ کرے کہ یہ چیز میری ہے اس سے اچھی طرح امتحان لے کر، چیک کر کے اس کے سپرد کرے، یہی وہ اصل سنت کے مطابق طریقہ کار ہے، اس کی حفاظت کے لیے اور صاحب چیز کی طرف ادا کرنے کا اصل طریقہ ہے۔

④ ایک سال تک اس کا اعلان کروائے اور اسے لوگوں کی مجالس، مساجد، بازاروں اور مدارس میں اعلان کرے اور خاص طور پر جہاں سے وہ چیز ملی ہے، اس کے قرب وجوار میں اعلان کروائے اور اسی طرح جدید ذرائع ابلاغ کو بھی بروئے کار لائے، جیسا کہ مختلف رسائل وجرائد اور اخبارات ہیں، اسی طرح ٹیلی ویژن، ریڈیو پر بھی اس کو نشر کرے۔

⑤ ایک سال تک اعلان کروانے کے باوجود اگر اس کا مالک نہ مل سکے تو پھر اٹھانے والا اسے خرچ کر لے، مگر اس نیت سے کہ جب بھی اس کا مالک مل گیا میں اس کو اس کی قیمت یا ایسی چیز دے دوں گا۔

⑥ اگر اس چیز کا مالک طویل مدت کے بعد بھی آ جائے اور اس کے اوصاف پورے پورے بتلا دے تو بغیر قسم لیے اور بغیر دلیل کے اس کے سپرد کر دے، کیونکہ اس کا وصف بیان کر دینا ہی اس کی دلیل ہے، جیسا کہ حدیث کے عموم سے استدلال ہے۔

Marfat.com

⑦ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانِ گرامی کہ اس کا بندھن اور اس کا تھیلا پہچان لے، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ گری پڑی چیز کو اٹھانے کے بعد اس کی حفاظت کی ذمہ داری اسی طرح ہی عائد ہوتی ہے جیسے دوسری امانت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، جب تھیلی اور بندھن کو پہنچانے کا حکم آ گیا تو پھر چیز کی حفاظت بالاولیٰ ضروری ہو گئی۔

⑧ نبی کریم ﷺ کا فرمانِ گرامی کہ ایک سال تک لوگوں کے اندر اس کا تعارف کروائے، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سال کے بعد اس کی تعریف کرنا، اعلان کرنا واجب نہیں ہوگا، اسی پر ہی علماء کا اجماع ہے۔

⑨ مسلمان کے مال کی حفاظت کرنا شریعت اسلامیہ کے مقاصد میں سے ہے۔

Marfat.com

اے قوم! مبالغہ آمیزی مت کرو

باہمی اختلاف وانتشار اس قدر شریر اور بری بیماری ہے کہ جب یہ کسی قوم کے رگ و پے میں سرایت کر جاتی ہے تو وہ قوم ہلاکتوں اور بربادیوں سے اس وقت تک نہیں بچ سکتی جب تک اختلافات جیسی بدبختی سے اپنے دامن کو صاف نہیں کر لیتی اور عصر حاضر میں اختلافات ہی تو ہیں جنھوں نے مسلمانوں کی جمعیت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے اور اتحاد واتفاق جیسی قیمتی اور لازوال دولت کے پرخچے اڑا کر رکھ دیے ہیں اور ان کے درمیان ایسی دوریاں اور فاصلے ڈال دیے ہیں کہ زمین وآسمان کی مسافتیں بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔

آج اختلافات کی دو دھاری تلوار مسلمانوں کی پشت میں گھونپ دی گئی ہے اور دشمن ان پر اپنے آہنی پنجے گاڑ چکے ہیں اور انھیں اختلافات نے دلوں کی پرامن وادیوں میں خیانت، بددیانتی، حسد، بغض، عناد، بہتان بازی، چغلیاں، غیبتیں اور طرح طرح کی نفرتیں جنم لے چکی ہیں، اب آپ کو کم ہی ایسے لوگ نظر آئیں گے جو رب کی خوشنودی کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں اور اپنے لیل ونہار اللہ کے لیے گزارتے ہوں اور شیطان کو غصہ دلانے والے ہوں اور اپنے بھائیوں کے سینوں کو ٹھنڈا کرنے والے ہوں، جو لوگ ان اوصافِ حمیدہ کے حاملین ہیں ان میں بھی شیطان ایسے اختلافات پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں اور اتہام طرازیوں سے باز نہیں آتے اور ایک دوسرے کی عزت کو پامال کر دیتے ہیں اور پیچھے سوچ یہ کارفرما ہوتی ہے کہ یہ دعوتی مصلحت کا تقاضا تھا اور اس کے علاوہ اور بہت سے افکار ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اختلافات ان کا منہج بن جاتا ہے، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

Marfat.com

الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

ہم ایسے معاملات کے اندر گر جانے والے تمام لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی سے ایک بڑا ہی ہلا دینے والا موقع پیش کر رہے ہیں، آپ کے بعض صحابہ کے درمیان اختلاف کی بات ہوئی تو فوراً آپ نے اس اختلاف کا قلع قمع کر دیا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مسند احمد میں رقمطراز ہیں: عمرو بن شعیب عن ابن عن جدہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ جَلَسْتُ أَنَا وَأَخِيْ مَجْلِسًا مَا أُحِبُّ أَنَّ لِيْ بِهٖ حُمْرَ النَّعَمِ أَقْبَلْتُ أَنَا وَأَخِيْ وَإِذَا مَشْيَخَةٌ مِنْ صَحَابَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ جُلُوْسٌ عِنْدَ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِهٖ، فَكَرِهْنَا أَنْ نُفَرِّقَ بَيْنَهُمْ، فَجَلَسْنَا حَجْرَةً، إِذْ ذَكَرُوْا آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ، فَتَمَارَوْا فِيْهَا، حَتّٰى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمْ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُغْضَبًا، قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهٗ يَرْمِيْهِمْ بِالتُّرَابِ، وَيَقُوْلُ: «مَهْلًا يَا قَوْمِ، بِهٰذَا أُهْلِكَتِ الْأُمَمُ مِنْ قَبْلِكُمْ، بِاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ، وَضَرْبِهِمُ الْكُتُبَ بَعْضَهَا بِبَعْضٍ، إِنَّ الْقُرْآنَ لَمْ يَنْزِلْ يُكَذِّبُ بَعْضُهٗ بَعْضًا، بَلْ يُصَدِّقُ بَعْضُهٗ بَعْضًا، فَمَا عَرَفْتُمْ مِنْهُ، فَاعْمَلُوْا بِهٖ، وَمَا جَهِلْتُمْ مِنْهُ، فَرُدُّوْهُ إِلٰى عَالِمِهٖ» [1]

میں اور میرا بھائی ہم ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ مجلس مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب اور پیاری لگتی ہے، میں اور میرا بھائی ہم آئے تو اس وقت دروازوں میں سے ایک دروازے پر اصحاب نبوی میں سے بڑے بڑے اصحاب علم وفضل تشریف فرما تھے، تو ہم نے ان کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے بڑھنے کو انتہائی ناپسند کیا اور ہم حجرے میں ہی بیٹھ گئے، تو ان لوگوں نے قرآنِ کریم کی ایک آیت کریمہ کا تذکرہ کیا اور ایک دوسرے سے

[1] مسند احمد: ٦٧٠٢۔

Marfat.com

جھگڑ پڑے۔ اس آیت کریمہ کے اختلاف سے اتنا شور وغل ہوا کہ آوازیں وہاں پر ہی بہت بلند ہوگئیں تو رسول اللہ ﷺ یہ آوازیں سن کر غصے کے عالم میں باہر نکلے اور آپ کے غصے کا عالم یہ تھا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا اور ان لوگوں کی طرف مٹی پھینکتے ہوئے آپ فرمانے لگے: ''اے قوم! مبالغہ آمیزی سے مت کام لو، کیونکہ تم سے پہلی امتیں بھی اسی وجہ سے ہلاکت وتباہی کے دھانے پر پہنچیں، کیونکہ انھوں نے اپنے انبیاء کے معاملات میں بھی اختلاف کیا اور آسمانی کتابوں کے حوالے سے بھی اختلاف کیا اور قرآن اس لیے نازل نہیں ہوا کہ قرآن ایک حصہ دوسرے حصے کی تکذیب کرے، بلکہ قرآن کا بعض حصہ بعض کی تصدیق کرنے کے لیے آیا ہے۔ جس چیز کا تمھیں علم ہو جائے اس کے مطابق عمل کرو اور جس چیز سے تم جاہل ہو اس کو عالم کی طرف لوٹا دو۔''

اختلافات کے مضبوط اور واحد حل کے لیے یہی مسلمہ قاعدہ اور اصول ہے جس پر فریقین اپنی اپنی حد پر ٹھہر سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جس چیز کا ان کو علم ہے اس پر عمل کریں اور یہی شریعت اسلامیہ کا مقصود ہے اور جس چیز سے نابلد ہوں اس کو علمائے کرام کے سپرد کر دیں اور یہی راسخین فی العلم کا طریقہ کار ہے۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ شارح عقیدہ طحاویہ لکھتے ہیں:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر علم کے بات کرنے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (الاعراف: ٣٣)

Marfat.com

''کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے۔ اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔''

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا﴾ (الاسرا: ۳۶)

''اور (اے بندے!) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب (جوارح) سے ضرور باز پرس ہوگی۔''

بندے پر ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لائے اور منزل من اللہ کتابوں پر پختہ یقین رکھے اور وہی حق ہے جس کی اتباع کرنا ضروری ہے اور اس بات کی تصدیق کرنا بھی ضروری ہے کہ وہ حق اور سچ ہے اور باقی تمام لوگوں کے کلام سے اعراض کرنا بھی ضروری ہاں اگر باقی لوگوں میں سے کسی کی بات آپ کے فرمان کے موافق ہے تو وہ حق ہے اور اگر مخالف ہے تو پھر وہ باطل ہے اور اگر اس کے علم میں ہی نہیں کہ یہ کلام آپ ﷺ کے فرمان کے موافق ہے یا مخالف ہے تو ایسا کلام مجمل ہے اس پر توقف اختیار کرے، کیونکہ اس کی مراد صاحبِ کلام ہی جانتا ہے اور اگر مراد واضح ہو رہی ہو تو پھر بھی دیکھنا پڑے گا کہ کیا رسول اللہ ﷺ سے اس کی تکذیب و تصدیق منقول ہے یا نہیں، اگر کچھ بھی نہیں تو پھر اس سے رکنا ضروری ہوگا، کیونکہ بغیر علم کے بات کرنا بہت بڑا جرم ہے اور علم وہ ہے جس کی کوئی دلیل موجود ہے اور نفع بخش علم وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے اور کبھی کبھی علم رسول کے علاوہ لوگوں سے بھی آتا ہے، لیکن وہ علم دنیاوی امور کے متعلق ہوتا ہے جیسا کہ طب، حساب، کھیتی باڑی کا علم یہ تجربات کی بنیاد پر ہوتا ہے، یہ غیر

Marfat.com

رسول سے بھی لیا جا سکتا ہے، لیکن الٰہی امور اور دینی معاملات کا علم وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ملے، پھر آپ کی بات کو تسلیم کرنا اور آپ کے حکم کو مان لینا واجب ہے اور آپ کے فرمان کو قبول کرنا اور اس کی تصدیق کرنا بھی ضروری ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے سامنے اپنی عقل، قیاس آرائیاں، شکوک وشبہات پیش کرنا یا آپ کے فرمان کی موجودگی میں دوسرے لوگوں کی مراد کو مدنظر رکھنا حرام ہے، اس کائنات میں ایک ہی ہستی ایسی آئی ہے جس کا ہر حکم تسلیم کرنا ضروری ہے۔ [1]

② اختلاف کا انجام کہ نبی کریم ﷺ غصے میں آ گئے اور دونوں کی طرف مٹی پھینکی اور دونوں کی سرزنش کی۔

③ اختلات کرنا اور آسمانی کتابوں کے بعض کو بعض پر پیش کرنا ہلاکت کا باعث ہے جیسا کہ پہلی امتوں میں ایسے ہوا ہے۔

④ قرآن کا بعض حصہ بعض کی تصدیق کرتا ہے۔

① شرح عقید، طحاویہ، تحقیق شعیب الارناؤط: ۱/ ۲۳۱۔

Marfat.com

اس کو رجوع کرنے کا حکم دو

شریعت اسلامیہ نے ازدواجی زندگی کے پر خطر ہو جانے کی وجہ سے زوجین میں سے مرد کو یہ حق دیا ہے کہ جب ان کا نباہ نہ ہو سکے تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اب معاشرہ جہاں اور بڑے بڑے زخموں سے چور چور ہے وہاں معاشرے میں بربادی کا ایک ناسور طلاق کا ہے اور یہ اس قدر خطرناک معاملہ ہے جو گھروں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے اور اولاد کو پارہ پارہ کر دیتا ہے اور والدین کی زندگیوں ہی میں بچے یتیم ہو کر رہ جاتے ہیں اور معاشرے میں کتنے بیٹے اور بیٹیاں ایسی ہیں جو طلاق کی وجہ سے تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور بہت زیادہ طلاق کے معاملات کی وجہ سے فحاشی وعریانی آئے دن بڑھتی چلی جا رہی ہے اور بہت ساری خون ریزیاں طلاق کی وجہ سے ہو چکی ہیں، حالانکہ طلاق کا معاملہ تو شریعت نے اس لیے رکھا ہے کہ جب دونوں میاں بیوی کا زندگی گزارنا محال ہو تو اس وقت یہ رستہ اختیار کر سکتے ہیں، اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ دین حنیف میں اللہ تعالیٰ نے زوجین کو دو موقع عطا فرمائے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ﴾

''طلاق (صرف) دوبار ہے (جب دو دفعہ طلاق دے دی جائے تو) پھر (عورتوں کو) یا تو بطریق احسن (نکاح میں) رہنے دینا یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔'' (البقرۃ:۲۲۹)

جب آدمی لاپرواہی برتتے ہوئے ایک مرتبہ طلاق دے دے تو شریعت اسلامیہ نے اس کے لیے موقع رکھا ہے کہ وہ اپنے کیے ہوئے پر نادم و پشیمان ہو کر رجوع کر سکتا ہے اور اسی طرح دوسری مرتبہ بھی یہی حکم اور طریقہ ہے، ہاں اگر تیسری مرتبہ طلاق دے تو

Marfat.com

پھر رجوع کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ اب ان دونوں کے حالات کھل کر سامنے آ گئے ہیں کہ ان کی باہمی رغبت نہیں ہے اور ان کے عدم اعتماد ہے، جس کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی ہے حتی کہ یہ عورت کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کر کے زندگی گزار سکتی ہے نہ کہ حلالہ کی نیت سے، اگر یہ نیت ہوگی تو پھر یہ زنا اور بدکاری ہی شمار ہوگی، پھر اگر وہاں سے بھی اس کو شرعی طریقہ کار سے طلاق ہو جاتی ہے تو پھر پہلے شوہر کے پاس جانا جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

اور ماہواری کے ایام میں عورت کو طلاق نہیں دینی چاہیے، بسا اوقات خاوند لاپرواہی کے ساتھ ان ایام ہی میں طلاق دے دیتا ہے تو یہ شرعی طور پر جائز نہیں ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَتَغَيَّظَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: ((لِيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ فَتَطْهُرَ، فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ كَمَا أَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ.①

انھوں نے اپنی بیوی کو ماہواری کے ایام میں طلاق دے دی تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (ان کے والد محترم) نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا، تو آپ سخت غصے میں آئے، پھر آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''عبداللہ کو حکم دو کہ وہ رجوع کرے، پھر اس کو روکے رکھے حتی کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر دوبارہ وہ حیض سے پاک ہو، پھر اگر چاہے تو بعد میں اس کو روک لے، چاہے تو چھونے سے پہلے طلاق دے دے، یہ وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔''

① صحیح البخاری: ٤٩٠٨۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ حالتِ حیض میں عورت کو طلاق دینا شرعی طور پر جائز نہیں ہے، اسی پر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ دلالت کرتا ہے اور اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا جلدی سے جا کر سوال کرنا بھی اسی پر ہی دلالت کرتا ہے۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی تو اس بات کا تذکرہ ان کے والد محترم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا، جسے سن کر آپ شدید غصے میں آئے، اس وجہ سے کہ انھوں نے اس طریقے سے طلاق دی ہے جو سنت نبوی سے موافقت نہیں رکھتا، پھر آپ نے اس کو رجوع کا کہا اور روکنے کا حکم صادر فرمایا حتی کہ وہ اس حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کے بعد اگر اس کے دل میں رغبت آتی ہے تو ٹھیک ہے اگر نہیں تو پھر مباشرت کرنے سے پہلے اس کو طلاق دے کر فارغ کر دے، یہ وہ عدت ہے جو اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے والوں کے لیے مقرر فرمائی ہے، باوجود اس کے کہ حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے سنت نہیں ہے اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے اس طلاق کو طلاق شمار کیا تھا، جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ ہیں: میں نے اس کو طلاق شمار کیا تھا، جس میں پھر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے رجوع کر لیا۔

② ایامِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے اور وہ طلاق جو شارع کے حکم کے مطابق نہ ہو وہ طلاق بدعی کہلاتی ہے اور اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ گئے، جیسا کہ حدیث میں موجود ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں اس وقت آتے تھے جب اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب ہوتا تھا۔

Marfat.com

③ نبی کریم ﷺ کا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رجوع کا حکم دینا طلاق کے وقوع پر دلالت کرتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ طلاق کے بعد ہی تو رجوع ہوتا ہے، طلاق نہ ہوئی ہوتو رجوع کس بات کا اور آپ نے جو رجوع کا حکم دیا ہے یہ وجوب کا تقاضا کرتا ہے، یہی موقف امام ابوحنیفہ، امام احمد اور امام اوزاعی رحمہم اللہ کا ہے اور بعض لوگوں نے اس امر کو استحباب پر محمول کیا ہے اور اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رحمہ اللہ کا یہ موقف ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نکاح ابتدائی طور پر واجب نہیں ہے اور اسی طرح ہمیشہ نکاح میں ہی رہنا بھی واجب نہیں ہے۔

④ جب آدمی ایامِ حیض میں طلاق دے دے تو اسے رجوع کرنے کا حکم ہے اور اس عورت کو طہر تک روکے رکھے، پھر اسے حیض آئے تو پھر طہارت کی حالت میں طلاق دے۔

⑤ نبی کریم ﷺ کا فرمانِ گرامی: «قَبْلَ اَنْ یَّمَسَّ» اس بات کی دلیل ہے کہ جس طہر میں آدمی نے بیوی سے جماع کیا ہوا ہو اس میں طلاق دینا جائز نہیں ہے۔

⑥ عورت کو دوسرے حیض سے پاک ہونے تک روکنے کی حکمت یہ ہے کہ بسا اوقات شوہر ایامِ طہر میں بیوی سے مباشرت کر لیتا ہے جس کی وجہ سے پھر ان کی زندگی میں دوام آجاتا ہے، پھر سے وہ مل کر زندگی گزارنا شروع کر دیتے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رجوع اس وقت درست تصور ہو گا جب وہ وطی کریں گے، کیونکہ نکاح میں یہی مقصود ہے اور حائضہ عورت کو طلاق دینے سے منع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ عدت لمبی نہ ہو جائے اور جس طہر میں ہم بستری کی ہو اس میں طلاق سے منع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ کہیں عورت حاملہ نہ ہو، اگر حاملہ کو طلاق دے دی تو پھر ان دونوں کو یا ایک کو ندامت نہ ہو اور اگر ان دونوں کو حمل کا علم ہو تو پھر ان دونوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ جدائی ونفرت کے بعد بھی

Marfat.com

اکٹھے ہو جائیں۔

اور یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف ہی لوٹتی ہیں:

﴿ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾(الطلاق: ۱)

''تو انھیں ان کی عدت میں طلاق دو۔''

شریعت اسلامیہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی حکمتیں اور اسرار رکھے ہیں کچھ ظاہر ہیں اور کچھ مخفی ہیں۔

⑦ اس سے یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ رجوع کرنا مرد کا حق ہے ولی یا عورت کی رضا مندی اس میں ضروری نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے یہ حق مرد کو دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ﴾(البقرۃ:۲۲۸)

''اور ان کے خاوند اگر پھر موافقت چاہیں تو اس (مدت) میں وہ ان کو اپنی زوجیت میں لے لینے کے زیادہ حق دار ہیں۔''

⑧ ایک باپ اپنے بیٹے کے ایسے امور جن کا وہ تذکرہ نہیں کر سکتا قائم مقام ہو کر نپٹا سکتا ہے۔

⑨ طہارت کی حالت میں دی جانے والی طلاق سے کوئی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا، بلکہ حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق کو ناپسند کیا ہے۔

⑩ اس سے یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ عدت کے ایام میں جو قرء کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد طہر ہے۔

⑪ جس طہر میں مباشرت کی ہو اس طہر میں طلاق دینا حرام ہے، یہ جمہور فقہا کا موقف ہے البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک حرام نہیں ہے۔

Marfat.com

اے زبیر! زمین کو خوب پانی پلاؤ

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء: ٦٥)

''تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کر دیں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔''

علامہ سعدی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی قسم اٹھا کر اس بات کا اعلان فرما رہے ہیں کہ وہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کو اختلافی معاملات میں فیصل اور جج تسلیم نہیں کر لیتے، ان مسائل کے علاوہ جن پر اجماع ہو چکا ہے، کیونکہ اجماع کا انحصار واعتماد بھی مکمل طور پر کتاب وسنت کی کسی نص پر ہی ہوتا ہے اور پھر اسی پر ہی بس نہیں کہ آپ کو فیصل مان لینا کافی ہے، بلکہ یہاں تک کہ آپ کا فیصلہ تسلیم کرنے کے بعد دل میں کوئی گھٹن، تنگی یا حرج بھی محسوس نہ کریں، آپ کے حکم کو دل وجان اور انشراح صدر اور مکمل اطمینان قلب سے مان لیں اور ظاہر و باطن سے تسلیم کریں۔

آپ کو فیصل ماننا ہی اسلام ہے۔

جس شخص نے ان مراتب کی تکمیل کر لی اس نے دین اسلام کے تمام مراتب کو مکمل کر لیا ہے اور جس شخص نے آپ کو فیصل نہ مانا یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ یہ لازم امر نہیں، وہ

Marfat.com

شخص کافر ہے۔

جو شخص آپ کو فیصل مانتا ہے اور ساتھ ساتھ التزام بھی کرتا ہے، لیکن کبھی کوئی کمی کوتاہی رہ گئی تو وہ شخص گناہ گار ہے اور اس کی روشن اور تابندہ مثال صحیح بخاری اور مسلم کا یہ واقعہ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ، الَّتِيْ يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ، فَقَالَ الأَنْصَارِيُّ: سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ، فَأَبَى عَلَيْهِ؟ فَاخْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ: «اِسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ» فَغَضِبَ الأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: «اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ» [1]

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کا ایک انصاری سے مقامِ حرہ کی ایک نالی کے متعلق جھگڑا ہوگیا کہ اس سے کون اپنے باغ کو پہلے سراب کرنے کا حق رکھتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”زبیر! پہلے تم اپنا باغ سیراب کرلو پھر اپنے پڑوسی کو جلدی پانی دے دینا۔“ اس پر اس انصاری نے کہا: یارسول اللہ! اس لیے کہ یہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، یہ الفاظ سن کر آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا، آپ کے چہرے سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا، پھر آپ نے فرمایا: ”زبیر! اپنے باغ کو خوب سیراب کر اور پانی کو اس وقت تک روکے رکھو حتی کہ منڈیر تک بھر جائے۔“

پھر اپنے پڑوسی کے لیے اسے چھوڑو پہلے آپ نے اس انصاری کے ساتھ اپنے فیصلے میں رعایت رکھی تھی، لیکن اس مرتبہ آپ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو صاف طور پر ان کا

[1] صحیح البخاری: ۲۳۵۹۔

Marfat.com

پورا حق دے دیا، کیونکہ انصاری نے ایسی بات کہی تھی جس سے آپ کا غصے میں آجانا قدرتی تھا، نبی کریم ﷺ نے اپنے پہلے فیصلے میں دونوں کے لیے رعایت دی تھی۔

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَحْسِبُ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ: ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء: ٦٥)

میرا خیال ہے یہ آیات اسی سلسلے میں نازل ہوئی تھی: ''تیرے رب کی قسم ہے یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں ہوں آپ کو فیصل نہ بنالیں اور آپ کے فیصلے کو کھلے دل کے ساتھ برضا ورغبت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوں۔''

یقیناً رسول اللہ ﷺ اس انصاری سے غصہ میں آ گئے، کیونکہ اس نے آپ کے ساتھ بڑی قبیح گفتگو کی اور جس شخص نے یہ کلمہ اس عقیدے کے ساتھ کہا اس نے کفر کا ارتکاب کیا ہے۔

کون وہ شخص ہے جو مقامِ نبوت پر ایسی اتہام ترازی کی جرأت کر سکتا ہے، نعوذ باللہ من ذلك الخذلان والبهتان.

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

علمائے کرام لکھتے ہیں جیسی بات اس انصاری نے نبی کریم ﷺ کے متعلق کہی تھی اگر آج کوئی شخص ایسی بات کرتا ہے تو وہ شخص کافر ہو جائے گا اور اس پر مرتدین والے احکامات جاری ہوں گے اور اس کو قتل کرنا واجب ہو جائے گا، فرماتے ہیں: اس کو رسول اللہ ﷺ نے اس لیے چھوڑ دیا تھا، چونکہ اسلام کے ابتدائی ایام تھے، آپ لوگوں کو جوڑ رہے تھے اور آپ بڑے احسن طریقے سے اپنا دفاع بھی کرتے تھے اور منافقوں کی ایذا رسانیوں پر صبر و تحمل کا مظاہرہ بھی فرماتے تھے اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی، آپ

Marfat.com

ان کی طرف سے آنے والی تکالیف کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے اور آپ فرماتے تھے: ''آسانیاں پیدا کرو مشکلوں سے بچو، خوش خبریاں دو اور نفرتوں کے بیج مت ڈالو۔'' اور آپ اس سے بچتے تھے کہیں لوگ یہ بات نہ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو خود ہی قتل کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے:

﴿وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾(المائدۃ: ۱۳)

''اور تھوڑے آدمیوں کے سوا ہمیشہ تم ان کی (ایک نہ ایک) خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو تو ان کی خطائیں معاف کردو اور (ان سے) درگزر کرو کہ اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

قاضی صاحب فرماتے ہیں: امام داود نے بیان کیا ہے جس آدمی نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کیا تھا وہ شخص منافق تھا اور روایت کے اندر جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں کہ وہ انصاری آدمی تھا یہ اس بات کے مخالف نہیں کیونکہ وہ ان کے قبیلے سے تھا، لیکن مسلمان انصاریوں میں سے نہیں تھا۔

مذکورہ حدیث سے مستنبط مسائل

① وہ پانی جو وادیوں اور مختلف جھیلوں میں جمع ہوتا ہے جن کا کوئی مالک نہیں ہوتا جو شخص پہلے اس پانی کی طرف چلا جائے وہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ پہلے وہی استعمال کرے، لیکن یہ اس کے لائق نہیں کہ وہ پانی سے مستغنی بھی ہو چکا ہو لیکن پھر بھی اپنے ہمسائے سے روکے رکھے۔

② دوسرا مسئلہ یہ سمجھ آرہا ہے کہ حاکم، قاضی اور جج کو چاہیے کہ وہ دونوں فریقوں کے درمیان صلح کروائے، یہی حکم دے، اس کی طرف ہی راہ نمائی کرے اور فیصلہ اس وقت کرے جب اس کو پوری تسلی وتشفی ہو جائے۔

Marfat.com

③ قاضی اور جج کے لیے ضروری ہے کہ وہ صاحب حق کو پورا پورا اس کا حق دلائے اور حق کے ساتھ فیصلہ کرے اور قاضی کے کیے ہوئے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے والے شخص کے لیے اس میں ڈانٹ ڈپٹ ہے۔

④ امام خطابی رحمہ اللہ اور دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ جو فیصلہ کیا ہے یہ غصے کی حالت میں کیا ہے، جب کہ آپ نے حاکم اور قاضی کو غصے کی حالت میں فیصلہ کرنے سے منع فرمایا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نہی معلل ہے اس بات سے کہ حاکم غصے میں کہیں غلط فیصلہ نہ کر دے، جب کہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہر لحاظ سے غلطی اور کوتاہی سے محفوظ ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن وسنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنی ذات کے لیے نہیں صرف اللہ کی ذات کے لیے غصہ کرنے والا بنائے۔

وصلى اللّٰه وسلم على نبينا محمد ﷺ۔

Marfat.com

رحمۃ للعالمین ﷺ غصے میں کیوں

تالیف حافظ عبدالرزاق اظہر

مکتبہ اسلامیہ
MAKTABA ISLAMIA

Marfat.com